

مکتبہ اتریکہ غازی پور سے شائع ہونے والا مودب مای

دینی و علمی مجلہ

جلد ۱۱

شمارہ ۱

محرم، صفر ۱۴۲۹ھ

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ۵۰/- روپے

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر مالکے و مشن ڈار امریکی

پیشہ

مکتبہ اتریکہ قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور۔ یو پی

پین کڈ۔ 233001

موبائل نمبر 9453497685

فہرست مضامین

۳	مدیر	اداریہ (اسلامی اخلاق کے زوال)
۹	محمد ابو بکر غازی پوری	نبوی پدایات
۱۲	" "	مقام صحابہ کتب و سنت کی روشنی میں
۲۰	محمد عبداللہ قاسمی غازی پوری	بریلوی مذہب پر ایک نظر
۲۷	محمد ابو بکر غازی پوری	آیت کریمہ کا صحیح مطلب
۳۴	" "	حضرت امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کے بارے میں
۳۹	ازادادانت امام شافعیؒ	قیاس و اجتہاد کا اہل کون ؟
۴۱	محمد ابو بکر غازی پوری	احیان العباد
۵۰	" "	واقعات
۵۷	ازمولانا عبداللہ صاحب کاپلوری	ذرا اسے بھی پڑھئے
۵۴	طہ اسٹیرازی	تجار سلفیت
۶۳	جناب اشتر رام نگوی	ایک خط بنام مدیر زمرہ
۶۴	حضرت مسافر علیؒ	قرآن کا ایک لقب فرقان بھی ہے

mdajmalansari52@gmail.com

اداریہ

اسلامی اخلاق کے نواں پیمانہ جو نے میں ان جیسے عالموں کا بھی حصہ ہے

رضلع سورت گجرات سے کچھ فاصلہ پر ضلع نوساری کا ایک چھوٹا سا دیہات کفلیتہ نام کا ہے، چند سال قبل جس کی مدت پندرہ سولہ سال سے زیادہ نہیں ہے، بعض باہمت نوجوانوں نے، جن کا تعلق ڈرامہیل گاؤں سے تھا، قرأت و تجوید کی تعلیم کیلئے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جامعۃ القراءت اس کا نام رکھا، اللہ نے دینی کاموں کے لئے اہل گجرات کو بڑا دل دیا ہے انڈیا اور انڈیا سے باہر دنیا میں جہاں گجراتی مسلمان ہیں وہاں دین کی چہل پہل نظر آتی ہے۔ ان کی کمائی کا بہت بڑا حصہ اللہ کے راستہ اور دین کے کاموں میں خرچ ہوتا ہے، لاکھوں اور کروڑوں روپے خرچ کرنے والے بھی مزید کا حوصلہ رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ صوبہ گجرات میں جہاں چلے جاؤ، جس بستی، جس قریہ میں جاؤ شاندار مساجد اور دینی و تعلیمی بڑے بڑے ادارے نظر آئیں گے، اتنا سب کچھ کرنے کے باوجود بھی گجراتی مسلمانوں کا مزاج سادہ اور سادگی و تقصیر سے پاک ہوتا ہے۔

دین اور دینی تعلیم سے اس تعلق اور دلچسپی کا نتیجہ ہے کہ کفلیتہ کا چند سال کا چھوٹا سا تعلیمی پودا آج ایک تناور درخت کی شکل میں ہے، آدمی دیکھے اور حیران رہ جائے، اس کی فن و دق شاندار عمارت، نہایت کشادہ و وسیع جاذب نظر مسجد، ساڑھے چار سو

طلبہ کا تعداد، اس کے جہاں سال باہمت ہستم عزیزیم قاری اسماعیل بسم اللہ سلمہ کی کاوشیں
دلنہ ہو مہلکی کی کہانی پیش کرتا ہے۔

جو مدرسہ کہ صرف قرأت و تجوید کا تعلیم کے لئے تھا اب اس میں عربی درس نهای کی تعلیم
کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے اور اس سال پہلی دفعہ دورہ شریف کا آغاز ہوا ہے۔

گزشتہ ۷ نومبر کو اس جامعہ میں درس افتتاح بنامی کی تقریب تھی، جس میں ہجرات
خصوصی جن کو بنامی شریف کا افتتاح کرنا تھا، مولانا یونس صاحب تھے جو مظاہر العلوم
جدید سہارنپور کے شیخ الحدیث ہیں، ان کے علاوہ اسکے ہستم عزیزیم قاری اسماعیل سلمہ نے
ہندوستان کے مختلف مدارس کے اکابر و ذمہ داروں کو بھی مدعو کیا تھا، گجرات کے چھوٹے بڑے
مدارس کے ذمہ داروں کی بہت بڑی تعداد آئی ہوئی تھی، علم کا مجمع بہت بڑا تھا، بعض لوگوں
کا نازہ ہے کہ دس ہزار کا تھا۔

عزیزیم قاری سلمہ نے مجھے بھی دعوت دی تھی، اتفاق سے میرے ایک عزیز شاگرد جو
اسی گاؤں کھلیت کے اصلا ہیں اور اس وقت وہ امریکی میں رہتے ہیں، انڈیا آئے ہوئے تھے،
ان کا بھی اصرار ہوا کہ اگر آپ شریک ہوں گے تو میری ملاقات بھی آپ سے ہو جائے گی۔
چنانچہ میں نے بھی سفر کیا اور اس میں شریک ہوا، جی ہاں شریک ہوا مگر اگر شریک نہ ہوتا تو اچھا
تھا۔ یہ نے اپنی زندگی میں انڈیا اور انڈیا سے باہر بہت سے جلسے جلوسوں میں شرکت کی ہے
مگر اتنی تکلیف کسی جلسہ میں شرکت سے نہیں پہنچی جتنی اس افتتاح بنامی شریف کے جلسہ میں
شریک ہونے سے پہنچی، یہ تکلیف کیا تھی؟ اسلامی اخلاق کے زوال کا جو نقشہ میں نے
جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا یونس میں دیکھا اس نے میری روح کو کڑوا
دیا اور دل کو لالچا، آپ تصور کیجئے کہ افتتاح بنامی شریف کی مبارک تقریب ہے، اور
گجرات کے مقتدر علماء کی بہت بڑی تعداد موجود ہے، ہندوستان کے مختلف علاقے سے آئے
ہوئے ہجرات میں مولانا یونس کو بطور مہمان خصوصی یہاں بلایا گیا ہے۔ ان کو لینے کیلئے ایک آئی
سہارنپور دے جاتا ہے اور ہوائی جہاز سے لیکر آتا ہے، پھر ہوائی جہاز سے لیکر انکو سہارنپور

چھوڑنے جاتا ہے، انکی راحت و آرام کا ممکن ہند و بست اور ضرورت سے زیادہ انتظام ہے
ان کی خاطر وادی اور ناز برداری میں کوئی کمی نہیں۔ مگر مولانا یونس شیخ الحدیث مظاہر العلوم
نے اپنے اخلاق و کردار کا کیسا نقش چھڑا بس ہی سننے کی بات ہے، انھوں نے پورے
ڈیڑھ گھنٹے بگراتی قوم اور علمائے گجرات کی برائی بیان کرنے میں صرف کر دیا، سامنے بخاری شریف
رکھی ہے، طلبا اپنے سامنے کتاب کھولے بیٹھے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب بخاری شریف
کے درس کا افتتاح کریں گے، اور وہ بتلائیں گے کہ بخاری شریف کا حدیث کی کتابوں میں کیا
مقام ہے، امام بخاری کی شخصیت اور ان کے علمی کمالات پر روشنی ڈالیں گے، بخاری شریف کی
پہلی حدیث کا باب سے ربط کیا ہے اس کو بیان کریں گے، امام بخاری کے علمی سفر کی تفصیل بیان
کریں گے، امام بخاری کو فہم و فہاد کا لائق اور تہ کیوں سفر کیا، امام بخاری کے اساتذہ میں کون
والوں کی سب سے بڑی تعداد کیوں ہے، بخاری میں تلخیص کتنی ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ کے
شاگردوں سے امام بخاری کو کتنی تلخیص ملی ہیں، امام بخاری نے اپنی کتاب کی پہلی حدیث کہ
کیوں ناقص ذکر کیا، مہول گئے تھے یا اس کی وجہ کچھ اور ہے، بخاری کی پہلی حدیث محدثین کی
اصطلاح میں کیا کہلائے گی، ضعیف یا صحیح؟ امام ترمذی نے اس حدیث پر غرابت کا حکم کیوں
لگایا ہے، امام بخاری کی پہلی حدیث کی طرح ان کی کتاب کی آخری حدیث بھی وہی ایہ فرد عن الفرد
ہے جسے عام محدثین ضعیف بتلاتے ہیں، آخر امام بخاری نے پہلی اور آخری حدیث کو فرد عن الفرد
سننے کیوں روایت کیا ہے۔ امام بخاری اس سے بتلانا کیا چاہتے ہیں، کیا بخاری شریف میں
تمام روایات صحیح ہیں یا اس میں کمزور اور ضعیف روایتیں بھی ہیں۔ طلبہ ہاتھ میں قلم اور کاپی
لئے منتظر تھے کہ شیخ صاحب آج کے درس افتتاح بخاری میں ان امور پر روشنی ڈالیں گے۔
مگویر کیا؟ شیخ صاحب آتے ہی ہا نہ لیم اللہ، نہ الحمد للہ، گجرات اور اہل گجرات اور علمائے گجرات
کی رجو اور بدگوئی میں لگ گئے، گجراتی حق ہوتے ہیں، بے وقوف ہوتے ہیں، بخیل ہوتے ہیں،
مجمع حیران کہ آخر مولانا یونس کو کیا ہو گیا ہے، ہندوستان کے مختلف مدارس کے اساتذہ
میں موجود ہیں، علمائے گجرات کا موثر طبقہ پاس بیٹھا ہوا ہے۔ اور مولانا یونس جو سانس لئے

ہوئے یہی کہے جاتے ہیں اور ہر دس پندرہ منٹ پر غازی پوری کا نام لے کر چڑھوا تیں اس کو بھی سناتے ہیں، کیا سناتے ہیں غازی پوری کو تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا، مگر اندازہ لگا کر چونکہ مولانا یونس آجکل اباحت پسندی کا شکار ہیں اور اس کی تبلیغ اپنے دوس میں کرتے رہتے ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ ابو بکر غازی پوری اس اباحت پسندی کا سخت مخالف ہے اور وہ بھی اس جلسہ میں شریک ان کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے، اسلئے اسے بھی کچھ سناؤ، ڈیڑھ گھنٹہ پورا کا پورا اسی قسم کی بکواس میں گزار دیا، نہ کوئی پند نہ نصیحت، نہ وعظ نہ تذکرہ، نہ طلبہ کو خطاب نہ عوام کو خطاب اور نہ انداز اس کا آپ سب سے بڑے ہیں آپ کے سامنے چاہے عمر اور علم میں آپ سے کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں سب بولنے ہیں، ہوجیں گجراتیوں کے لئے حقارت اور اپنی ذات کیلئے قتل، جس کو ہر شخص محسوس کر لے، مجھے تعجب ہو رہا تھا کہ گجرات کے علماء و علمائے مسلمان کیسے اس بیہودہ گوئی کو برداشت کر رہے ہیں، مگر گجرات کے لوگ بڑے متحمل مزاج ہوتے ہیں۔

ابو بکر غازی پوری کو مولانا یونس سے کہی کوئی مناسبت نہیں رہی ہے، مجھے ملکا اور ریاکار اور تواضع کا بارہا دورھے متکبر و گودے ہمیشہ سے نفرت رہی ہے، اور اباحت پسندوں سے میرا کبھی کوئی تعلق ہی نہیں رہا ہے، دس سال سے بھی زیادہ کا عرصہ ہوا ہوں گا کہ مولانا یونس سے میری دعا نہ سلام نہ ملنا نہ جلنا نہ خط و کتابت نہ آنا سنا، کبھی ہسپتال نہ چرچا جانا بھی ہوا تو مولانا شاہ صاحب، مولانا سلمان صاحب، مولانا طلحہ صاحب اور اپنے شاگرد حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی دامت برکاتہم سے مل کر چلا آیا، مولوی یونس کے مناسبتی مجھے گوارا نہ ہوا، اس بے تعلق اور عدم مناسبت کی وجہ مولانا یونس کی عیاری و دھوکہ بازی اور ریاکاری بنی، ہر حال کہ آج سے بارہ چودہ سال قبل میں ہسپتال نہ چرچا گیا تھا، اتفاق سے میری نظر مولانا یونس پر پڑ گئی دیکھا کہ وہ اپنا درس ختم کر کے لڑکوں کی ایک بھیڑ کے ساتھ اپنے کمرہ میں جا رہے ہیں، میں نے سوچا کہ ذرا چلو ان سے ملاقات کر لیں، جب ان کے کمرہ میں گیا تو انہوں نے اپنے پاس بلا کر بیٹھا، طلبہ جو ان کے ساتھ آئے تھے وہ بھی تھے۔ اور دیکھا کہ

مولانا یونس کبھی اپنا گھلا دبا رہے ہیں، اور کالا جادو کا لاجادو چلا رہے ہیں، کبھی اپنا دولا ہاتھ اپنے دونوں جبروں پر رکھ کر چیخ رہے ہیں، دیکھو دیکھو یہاں آگیا یہاں آگیا اور اپنی گدن پیچھے کر لیتے ہیں گویا ہوش و حواس کو بیٹھے، آٹھا گھنٹہ تک طلبہ کے سامنے یہی نالٹک کرتے رہے، پھر ٹکڑوں سے کہا اچھا اب تم لوگ جاؤ، جب طلبہ چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ اب مجھ سے عام انسانوں کی طرح بات کر رہے ہیں، نہ کالا جادو ہے نہ سفید، دگر دن انکی کوئی دبا رہا ہے، نہ ان کا جبر انکی چیر رہا ہے، ہنس ہنس کر مزہ لے لے کر مجھ سے بات کر رہے ہیں، میں نے ان سے کہا، مولانا آپ نے یہ کیا نالٹک کر رکھا تھا تو انہوں نے کہا کہ میں چھوڑوان باتوں کو پاؤں پھیلانا کہ آرام سے بیٹھوں، اور پھر ہم دونوں وہیں بیٹھ کر ان کے دستہ خوان پر پھیل فروٹ کا ناشتہ کیا۔

ایک دفعہ کا اور اسی طرح کا تجربہ ہے کہ وہ ہمالوں کے سامنے ایسے بنے رہے کہ گویا بدن میں جان ہی نہیں، منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی اور جب ہمارے چلے گئے تو بلبوں کی طرح چپکنے لگے۔

ان دونوں تجربوں نے میرے اندر ان سے نفرت پیدا کر دی کہ شیخ احمد شیت کے مقام پر پہنچ کر کے بھی یہ لوگ محو فریب کو سینہ سے لگائے رہتے ہیں اور خوا خواہ بزرگ بننے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے کو جتنا بیمار ظاہر کریں گے اتنا ہی لوگ مجھے بزرگ سمجھیں گے، اس کے بعد جب مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ صاحبِ باجیت پسندی کا داعی بھی بننے جا رہے ہیں تو میں نے ان سے ملاقات کا کبھی تصور بھی نہیں کیا اور نہ دس سال کے عرصہ میں کبھی ان سے ملاقات کیا۔

مولانا یونس نے کئی جگہ جامعہ افرات کے جلسہ کو جس طرح خراب کیا اور علمائے گجرات اور اہل گجرات کی جس طرح کھلے عام ہجو کی یہ میرے لئے بالکل انہونی بات تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ ایک ہمارے شخص اپنے مینبراؤں کے ساتھ بد اخلاقی اور بد زبانی کا ایسا مظاہرہ بھی کر سکتا ہے، میرے نزدیک اسلامی اخلاق کے گراؤ کی یہ انتباہ ہے، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے

جوں سال نہایت شریف متین کم گو ہستم مولانا احمد بزرگ سے مولانا یونس کے بعض شاگردوں نے کہا کہ مولانا کو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے لئے بھی دعوت دلا دلاس پر اجازت کیا جب مولانا احمد دعوت دینے گئے تو ابھی کچھ کہنے بھی نہیں پائے تھے کہ مولانا یونس پر جنوں سوار ہوا، اور اس شریف انسان کو مستحکم گھمنڈی اور ڈابھیل والے بڑے گھمنڈی ہوتے ہیں جیسے کلاں کی سوخات سے فوڑنے لگے اور ہستم صاحب کو لٹے پاؤں واپس ہونا پڑا۔ یہ ہے مولانا یونس کا اخلاق و کردار جو مظاہر العلوم سہارنپور میں بخاری کا درس دیتے ہیں۔

جب آج کی معروف درسگاہوں کے شیخ اکہ ٹیٹل کا یہ حال ہے تو عام مسلمانوں کی حالت زار پر ہمیں روزانہ کیوں آدے۔

بہر حال مدرسہ مظاہر العلوم کے ذمہ داروں کو اپنے اس شیخ اکہ رینے کے بارے میں کوئی حتمی و قطعی فیصلہ لینا چاہئے، یہ شہخص ہے کہ جس سے ہمارے اکابر کی یہ قدیم علمی و دینی عالمی شہرت یافتہ درسگاہ بدنام ہو رہی ہے۔

آپ اندازہ لگائیں کہ جب آدمی اکابر اسلاف کی راہ کو چھوڑ کر اباحت پسند بن جاتا ہے تو اس کا اخلاقی معیار کیا لگا رہا ہو جاتا ہے، اور اس کی زبان کیسی بے لگام ہو جاتی ہے اور اس کا درس بخاری علم و ادب کے کیسے فوادرات پیش کرتا ہے۔

اللہم اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم
غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔

محمد اجمل مفتاحی مسو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

محمد ابو بکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے کچھ باتیں لکھ کر بھیجو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، تو انہوں نے ان کو لکھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند کیا ہے۔ قیل و قال اضاعة المال و کثرة السؤال۔ (مسلم شریف)

قیل و قال کا مطلب یہ ہے کہ بلا وجہ اور لامعنی باتوں میں پڑنا، مثلاً غواغواہ لوگوں کے بارے میں تبصرہ کرنا، ان کے معاملات میں دخل دینا، بھوٹے قصے بیان کرنا۔

اور اضاعة مال کا مطلب یہ ہے کہ شتر غا جہاں مال کا خرچ کرنا جائز نہیں ہے وہاں مال خرچ کرنا خواہ وہ مال قدر تلیل کیوں نہ ہو۔

کثرت سوال کا مطلب یہ ہے کہ بلا وجہ کا سوال کرنا ایسی باتوں پر، اور یہ کیسے ہوا، اگر یہ ہوتا تو مسئلہ کیا ہوتا اور وہ ہوتا تو مسئلہ کیا ہوتا، یعنی جن مسائل کی ضرورت نہیں ہے ان کے بارے میں فتویٰ پوچھنا اور سوال کرنا۔

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے بیسیوں کا سوال کرنا اور اس پر اصرار کرنا۔

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے واسطے ہونا مثلاً فلاں کے گھر کیا چکا، کون آیا، اس کی کمان کتنی ہے، اس کے رشتے اور رشتہ کیا رشتہ ہیں، اور یہ اسکے کہ انسان کو ان سوالات سے تنگی ہوتی ہے، وہ نہیں چاہتا کہ لوگوں کے احوال اس پر کلیں اندھا ہوں،

میں نے کہیں امام مالک کا مکتولہ پڑھا ہے کہ اُدی کو تین باقد کا سال نہیں کرنا چاہئے، اس کی عمر کے بارے میں اس کی اولاد کے بارے میں اور اس کی آمدنی مکان کے بارے میں۔

(۷) حضرت ہشتم بنت عقبہ زوجہ حضرت سفیان رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول میرے شوہر سفیان بہت ہاتھ دبا کر رہنے والے ہیں تو اگر میں ان کے مال میں سے اپنے بچوں کے کھانے کھلانے پر (بلا انکی اجازت کے) خرچ کروں تو اس میں کوئی حرج ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا، الا بالمعروف نہیں، مگر مناسب طریقہ پر۔

(مسلم شریف)

لا الا بالمعروف، کا دو مطلب ہے، یعنی تم کو بلا ان کی اجازت کے بھی مال خرچ کرنا اگر چاہی اولاد ہی پر ہو جائز نہیں، ہاں اگر ضرورت شدید ہو تو تم خرچ کر سکتی ہو مگر مناسب ڈھنگ سے یعنی جتنی ضرورت ہو بس اسی قدر۔

اور ایک مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان پر خرچ نہ کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے اولاد پر خرچ کرنا باپ کی ذمہ داری نہیں ہے مال کا نہیں، لیکن اگر تم خرچ ہی کرنا چاہتی ہو تو بچلے ڈھنگ اور مناسب طریقہ پر خرچ کرو، بقدر ضرورت خرچ کرو، اسراف نہ کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کے مال میں بیوی مختار کل نہیں ہے، اور بلا شوہر کی اجازت اس کے مال میں سے خرچ کرنا بلا ضرورت شدیدہ کے جائز نہیں ہے۔ اور خرچ کرنے میں یہ اہتمام ضروری ہے کہ جتنی ضرورت ہو بس اتنا ہی خرچ کرے۔

(۳) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مطیع فرماتے ہیں کہ نبی کے روز جن کا نام عاصی تھا، ان لوگوں میں سے صرف میرے والد مطیع ایمان لائے، میرے والد کا نام بھی عاصی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر مطیع رکھ دیا۔

عاصی کے معنی نافرمان کے ہیں، اور مطیع کا معنی فرماں بردار کے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ناموں کو پسند نہیں کرتے تھے جن کا معنی خراب ہو، اسی وجہ سے عاصی نام کو مطیع سے بدل دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کا نام رکھنے میں بھی اچھے معنی کا لحاظ کرنا ضروری ہے اور اگر ان باپ کی غلطی کی وجہ سے برے معنی والا نام رکھا گیا ہو تو بڑے ہونے پر بھی اس کو بدلنے میں عار اور شرم محسوس نہیں کرنی چاہیئے، حضور کی سنت یہی تھی۔

(۴) حضرت عقیقہ بن حامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یمن نمبر پر ملتے ہوئے سنا اے لوگو (اللہ کے راستہ میں جہاد کیلئے) اپنی وسعت بھر تیاری کرو، اور آگاہ ہو جاؤ کہ قوت تیر چلا نا ہے آگاہ ہو جاؤ کہ قوت تیر چلا نا ہے آگاہ ہو جاؤ کہ قوت تیر چلا نا ہے۔ (مسلم شریف)

اللہ کا دین بلند رہے اس کے لئے دین دشمن طاقتوں سے جہاد کرنا فرض ہے اور اس کے لئے ہر مسلمان کو تیاری کرنا اور جہاد کیلئے تیار رہنا ضروری ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جہاد کے اسلحے مختلف تھے، مگر تیر اندازی سب سے آسان اور سہل طریقہ تھا، نیز اس میں خرچ بھی کم تھا، تیر اندازی دشمن کو درد سے بھی روکا جاسکتا تھا، اور ہر جگہ اس کا استعمال ممکن تھا، اسلئے آپ نے اس زمانہ کے لحاظ سے تیر اندازی سیکھنے کی تاکید فرمائی، اور اس کو اصل قوت قرار دیا، اب زمانہ بدل چکا ہے، اسلئے اس زمانہ کے لحاظ سے اب مسلمانوں کو تیاری کی ضرورت ہے، موجودہ زمانہ میں دشمنوں نے جس طرح کے ہتھیار کئے ہیں، ان کے مقابل کا ہتھیار تیار کرنا عام مسلمانوں کے بس کی بات نہیں ہے، اسلئے اب یہ ذمہ داری مسلمان حکومتوں کی ہے کہ وہ جہاد کے لئے اس قسم کا ہتھیار تیار کریں جو نئے زمانہ کا رآمد ہو اور ان سے دشمن کا مقابلہ کیا جاسکے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عام مسلمانوں سے جہاد کی تیاری کا حکم ساقط ہو چکا ہے، ہر شخص اپنے اعتبار سے تیار رہے اور مسلمان حکومتیں اپنی ذمہ داری کو پورا کریں۔

مگر آج کل جہاد کے نام پر جو خونریزی کا سلسلہ جاری ہے وہ قطعاً شرعی جہاد نہیں ہے، جہاد وہی ہو گا جو خالص اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے ہو، اور جس میں

مقام صحابہؓ کتاب و سنت کی روشنی میں اور مولانا مودودیؒ

حضرت عمرؓ کا صحابی رسولؐ کے ساتھ نظر عمل اور انھوں نے صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا حضرت عمرؓ کے

دل میں کتنا احترام تھا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگتا ہے۔

قصہ یہ ہے کہ ایک بدوی نے انصار کی ہجو کی اسے حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا مگر آپؓ نے صحابیت کے احترام کی وجہ سے کوئی سزا اس کو نہیں دی اسباب نے لوگوں سے کہا: لولا ان له صحبة من رسول الله اگر انھوں نے صحبت کا اسے شرف حاصل نہ ہوتا جس صحبت کے بارے میں میں نہیں مانتا ان فیما لکفیت کم وہ لکن له صحبة من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ما ادرای کہہ سکتا کہ اس نے کون سا مقام حاصل کیا ہے تو میں (اسے سزا دیتا) اور تمہاری کفایت کرتا لیکن اس کو صحابی ہونے کا شرف حاصل علیہ وسلم۔ (الاصحابہ ص ۱۲)

یہ تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب میں ایک عام صحابی کا مقام کہ محض شرف صحابیت کے احترام میں حضرت عمرؓ جیسے انسان خلیفہ وقت اور جلیل القدر صحابی بھی کسی قوی سبکے بغیر ایک معمولی صحابی کے بارے میں بھی کوئی سخت قدم اٹھانے سے

خوف کھاتا تھا۔

علی بن حجر حضرت عمرؓ کے اس فعل پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :
 وقد توقف عمر راضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ نے سزا دینا تو الگ رہا اسکو دانٹ
 عن معاقبتہ فضلہ عن معاقبتہ ڈپٹ کرنے سے بھی توقف کیا اسلئے کہ
 لکونہ علما نہ لقی النبی صلی اللہ انھیں معلوم تھا کہ اس نے آنحضرتؐ سے ملاقات
 علیہ وسلم (اصابة ۱۲) کی تھی۔

اور ابن حجر حضرت عمرؓ کے اس فعل کو سامنے رکھ کر فرماتے ہیں :
 فی ذلک بین شاهد علی انھم یعنی حضرت عمرؓ کے اس طرز عمل میں کھلی
 کاونا یعتقدون ان شان الصیحة دلیل ہے کہ صحابہ کرام اس کا یقین رکھتے تھے
 لا یعدلہ شیء۔ کہ صحابی رسول ہونے کے برابر کوئی چیز نہیں۔

ہمیں کہنا یہ ہے کہ حضرت عمرؓ جیسا اعلیٰ القدر اور عظیم المرتبت صحابی رسولؐ
 ایک بددی کو اس کے شرف صحابیت کی وجہ سے کچھ نہیں کہتا ہے اور اس کے خلاف کوئی
 اقدام کرنے سے خوف کھاتا ہے لیکن آج چودہ صدی گزرنے کے بعد ایک جماعت نے
 یہ کمرس رکھی ہے کہ وہ ایک ایک صحابی کی زندگی کو کھنگالے گی اور تاریخ کے طومار سے
 اسے جو کچھ بھی حاصل ہوگا اس کو علم و تحقیق کے نام پر بلا نقد و نظر اور بلا روایت و روایت
 کی کسوٹی پر پرکھے ہوئے لوگوں کے سامنے پیش کرے گی اور اسے اس کی پرہیز نہ ہوگی کہ
 اس کا یہ عمل اسلام کی تاریخ کو بدنام کر رہا ہے، اس کا یہ کارنامہ امت مسلمہ اور نسل حاضر کے
 ساتھ دوستی نہیں دشمنی ہے اور طرفہ تماشایہ ہے کہ یہ سب اسلام کا نام لے کر اور دین کی قد
 کاؤ ہنڈورہ پیٹ کر کیا جا رہا ہے، آج بھی اور اس سے پہلے بھی اسلام کے دشمنوں نے یہ
 کام بڑی جان نکاری سے کیا ہے اور اس باب میں آپ دواصل انھیں کے خوشبین ہیں لیکن
 انھوں نے اسلام کی آڑ میں نہیں بلکہ اسلام کے سامنے اور بد مقابل آکر یہ کام کر لیا ہے آپ
 بھی اسلام پر وہ ہٹا کر سامنے آجائیے ہم آپ کو کچھ نہیں کہیں گے اور مسلمان سمجھ لیں گے کہ یہ چہرے

کس کے ہیں ؟

بہر حال آپ دیکھ رہے ہیں کہ صحابہ کرام کا امت میں کیا مقام ہے اور اس کا برہمت
صحابہ کرام کے بارے میں کتنے محمدا ہیں اور ان پر طعن و تشنیع یا ان کی حرمت کو پامال کرنے
والوں کے بارے میں ان کا کیا فیصلہ ہے۔ علمائے امت تو اس باب میں اس قدر سخت ہیں
کہ انھوں نے اس شخص کے بارے میں جو صحابہ کرام کو مطعون کرے صاف صاف لکھ دیا ہے
کہ وہ ملحد ہے اور اسلام کو خیر باد کہنے والا ہے۔ امام سرخی فرماتے ہیں :

فمن طعن فيهم فهو ملحد
منابذ للإسلام ودأته السيف
ان لم يتيب - (امول شرعی ص ۱۲۲)
صحابہ کرام کے بارے میں طعن کرنے والا ملحد ہے
اسلام کا مد مقابل ہے اگر وہ توبہ نہ کرے
تو اس کا علاج تلوار ہے۔

حافظ ذہبی اپنی کتاب "الکبائر" میں ایک فصل خاص سب صحابہ کے
حکم کے بیان میں قائم کی ہے اور اس سلسلہ میں ایک طویل گفتگو کے بعد فرماتے ہیں -
فمن طعن فيهم او سبهم فقد
خرج من الدين ومروق من ملة
الاسلمين -
یعنی صحابہ کو جس نے مطعون کیا یا انھیں
اس نے بُرا بھلا کہا وہ دین اسلام سے
نکل گیا اور مسلمانوں کی ملت سے الگ ہو گیا۔

اور پھر انھوں نے اس خروج من الدین والمروق من ملت المسلمین کی وجہ بیان
کی ہے، ان کی بات بہت زیادہ قابل غور ہے۔ فرماتے ہیں -

لان الطعن لا يكون الا عن اعتقاد
مسادهم واخمار المحقق فيهم وانكار
ما ذكره الله تعالى في كتابه من
ثناؤه عليهم ومال رسول الله صلى
الله عليه وسلم من ثناؤه عليهم
وفضائلهم ومناقبهم وحبهم -
اس لئے کہ یہ طعن کرنا اس وقت ہوگا جب وہ
انکی برائیوں کا اعتقاد رکھے اور اپنے دل میں
دن سے کینہ رکھے اور جو اللہ نے اپنی کتاب میں
اور رسول نے اپنی احادیث میں ان کی مدح و ثنا
کی ہے اور ان کے فضائل و مناقب اور اپنی محبت
کو بیان کیا ہے اس کا انکار کرے۔

نیز یہ کہ صحابہ کرامؓ بالقرآن و منقول دینی دین و بشر
اور کتاب سنت کے باب میں سب سے پسندیدہ
واسطہ ہیں اور واسطہ میں طعن کرنے کا مطلب
خود اصل میں طعن کرنا ہوتا ہے اور ناقص کی حیثیت
کم کرنا خود منقول کی قیمت گھٹانا ہے۔

اور یہ اس کیلئے جو مذاق سے سالم اور ذوق
والحاصل سے محفوظ اور غرور و تکبر کرنے والا ہو بالکل
کھلی حقیقت ہے۔

ولا تخم ارضی الوسائل من
الماثور والوسائط من المنقول والظعن
فی الوسائط من الاصل فلا تله
الاشداع بالنقل اذ دراع بالمتقول۔

هذا ظاهر لمن تدبره وسلم من
النفاق ومن الذنقة والالحاد۔
(ص ۲۳۸)

اسی کتاب میں ذہبی فرماتے ہیں

من ذم اصحاب رسول الله صلى
الله عليه وسلم لشيء وتبع عثمان
وذكر عيبا وامانه اليهم كان
مناقب الواصل على المسلم
حب الله وحب رسوله وحب
ما جاء به وحب من يقوم
بامره وحب من ياخذ بحبله
ويعمل بسنته وحب اصحابه
وازداجهم واولادهم وعلمائهم
وحب من يحبهم ويغضن
من يغضنهم۔

(ص ۲۳۹)

یعنی جس نے انھیں راکم صلی اللہ علیہ وسلم کے
اصحاب کی کسی طرح کی مذمت کی اور انھیں لوث و
کے پیچھے پڑا رہا اور کوئی عیب ذکر کر کے اس
کی نسبت ان کی طرف کر دی تو وہ منافق ہے
بلکہ مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ اللہ اور اس کے
رسول اور اللہ کا رسول جو دین و شریعت کے
کے آئینہ اور جو رسول کے احکام کو قائم کرنے
والا ہے اور جو آپ کے طور و طریقہ کو اختیار کرتا
ہے اور آپ کی سنت پر عمل کرتا ہے اس سے
محبت رکھے، نیز صحابہ کرامؓ، اذواج و مہجرات
آپ کی اولاد، آپ کے غلام ان سب سے محبت
رکھے اور جو ان سے محبت رکھے ان سے وہ محبت
رکھے اور جو ان سے دشمنی رکھے ان سے وہ دشمنی
رکھے۔

اور اسی کتاب میں حضرت ایوبؑ سختیائی کا یہ کلام نقل کیا ہے :

من احب ابائیکم فقد اقام
منار الدین ومن احب عمر فقد
اوضح السبیل ومن احب
عثمان فقد استنار بنور الله
ومن احب علیا فقد استمسک
بالعروة الوثقی ومن قال الخیر
فی اصحاب رسول الله صلی الله
علیه وسلم فقد برئ من النفاق
(ص ۲۳۹)

جس نے حضرت ابو بکرؓ سے محبت کی اس نے دین
کے مینار کو قائم کیا جس نے حضرت عمرؓ سے
محبت کی اس نے راستہ واضح کر دیا جس نے
حضرت عثمانؓ سے محبت کی اس نے اللہ
کے نور سے روشنی حاصل کی اور جس نے حضرت
علیؓ سے محبت کی اس نے مضبوط کڑے کو
تھام لیا اور جس نے صحابہ کرامؓ کے بارے
میں کلمات خیر کہے وہ نفاق سے
بری ہو گیا۔

حضرت سعید بن زیدؓ فرماتے ہیں :

والله لم شهدا شهداً لا رجل یغیر
فیہ وجهه مع رسول الله صلی الله
علیه وسلم افضل من احدکم
ولو عمر وعمر فوج۔

خدا کی قسم وہ ایک غزوہ جس میں کسی آدمی
نے شریک ہو کر اپنے چہرہ کو اللہ کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گرداؤں کیا تم میں سے
کسی کے بھی محل سے بہتر ہے اگرچہ اس کی عمر
حضرت نوحؑ کے برابر ہو۔

(مسند احمد بن حنبلؓ)

صحابہ کرامؓ کی توقیر درحقیقت انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر اور آپ کا احترام

ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں :

ومن توقیرہ صلی الله علیہ وسلم
توقیر اصحابہ وبرہم ومعافاة
حقہم والافتداء بجم وحسن الشاء
علیہم والاستغفار لہم والامسا

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر میں یہ ہے
کہ آپ کے اصحاب کی توقیر کی جائے ان کے
ساتھ نیک سلوک ہو ان کے حق کو جانا جائے
ان کی امداد کی جائے۔ ان کی مدد دینا کی جائے

حما شجر بینہم ومعاداة من
عاد اہم والاضراب عن اخبار
المؤرخین وجہلة الرواۃ -
الاسالیب البدیعة من)
.....
ان کیلئے استغفار کیا جائے ان کے مابین جو
اختلاف رہا ہے اس کے ذکر سے رکا جائے
ان کے دشمنوں سے دشمنی کی جائے۔ اور عیاں
راویوں اور مؤرخین کی روایتوں سے صرف نظر
کیا جائے۔

امام رازی۔ والذین اتبعوہم باحسان « کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں۔
ادیقال ان المراد ان یتبعوہم
باحسان فی القول دھوان لا یقولوا
فیہم سوء وان لایں جھو الطعن
فیما اقدموا علیہ -
(ص ۲۹۲ ج ۲)
کسی اقدام پر ان کو مٹھون نہیں کرتے۔

پھر اس کے بعد ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں،
فوجب ان من لہی حسن القول
فی المهاجرین والانصار لایکون
مستحقاً للوضوان من اللہ تعالیٰ
وان لایکون من اہل الثواب
لہذا السبب فان اہل الدین
یبالغون فی تعظیم اصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یطلقون
السنتم فی اختیارہم و ذکرہم بما
لا ینبغی - (ص ۲۹۲ ج ۲)

اللہ والنحل میں شہرستان متعدد آیات قرآنہ سے صحابہ کرام کے مناقب و فضائل

بیان کرنے کے بعد اور صحابہ کرام کو بڑا بھلا کہنے والے کا ردِ تبلیغ کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وفي ذلك دليل على عظم قدرهم
عند الله وكبر امتهم ودرجاتهم
عند الرسول فليت شعري كيف
يستجيز خودين الطعن فيهم
ونسبة الكفر اليهم -
والل للخل تحت الفضل للخل
لابن حزام ص ۲ ج ۲

یعنی ان آیاتِ کریمہ میں صحابہ کرام کی عظمت
و شان پر جو اللہ کے یہاں انھیں حاصل ہے
اور ان کے مقام و مرتبہ پر جو اللہ کے رسول
کے یہاں ان کا ہے بڑی دلیل ہے پھر میں
نہیں جانتا کہ کیسے کوئی دین والا صحابہ کرام
کی طعن و تشنیع کو جائز رکھتا ہے اور ان کی
طرف کفر کی نسبت کرتا ہے۔

امام ابن تیمیہ حقیقہ واسطیہ میں لکھتے ہیں :

وهن اصول اهل السنة والجماعة
سلامة قلوبهم والسننهم
لاصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
كما وصفهم الله تعالى في قوله والذين
جاؤا من بعدهم الآية رشرح العقيدة
الواسطیہ ص ۴۰۳

اہل سنت کے اصول عقائد میں سے یہ
بات بھی داخل ہے کہ وہ اپنے دلوں
اور زبانوں کو صحابہ کے بارے میں صاف
رکھے جیسا کہ آیت میں بیان فرمایا
والذین جاؤا من بعدهم الخ

ابن خرم فرماتے ہیں :

ثم تقطع على ان كل من صحب
رسول الله صلى الله عليه وسلم بنية
مصادقة ولو مصادقة فانه من اهل
الجنة لا يدخل النار (الفضل ابن خرم
ص ۱۱۶ ج ۲)

پھر ہم قطعی طور پر مانتے ہیں کہ جو بھی
آنحضور کی صحبت سے بچا نیت کے
ساتھ مشرف ہوا اگرچہ ایک ساعت
ہو اس کے لئے کیوں نہیں وہ جنتیوں میں
ہے۔ جہنم میں نہیں جائے گا۔

نیز فرماتے ہیں۔

لا سبیل الی ان ینلحی اقلہ درجۃ کوئی شکل نہیں ہے کہ صحابہ کرام میں سے اقل درجہ
 اہل من اهل الارض (الغنائم) والے کو بھی کوئی دوسرا فرد بشر پہنچ سکے۔
 میں نے ائمہ دین اور اکابر امت کے اقوال و نعوص پیش کرنے میں خط و دراز
 سے کام لیا ہے اس لئے کہ موضوع ذرا نازک اور عقیدہ سے متعلق ہے۔ مقصود یہ ہے
 کہ مسئلہ پر پہلو سے نکھر کر سامنے آجائے اور دل میں ذرا بھی اس باب میں کوئی
 دغدغہ نہ رہے۔

ائمہ دین اور سلف کے یہ ارشادات و بیانات جو آپ کے سامنے ذکر ہوئے ہیں
 ان سے یہ بات بڑے واضح طریقہ سے معلوم ہو گئی کہ صحابہ کرام کی عظمت و شان بڑی بلند و بالا
 ہے، ان کو برا بھلا کہنا، ان کی عیب بولی اور خوردہ گیری کرنا، ان کے بارے میں کلمہ تنقیض
 کہنا یا ایسی بات کہنا جس سے ان کی تنقیض ہوتی ہو یہ سب حرام، ناجائز اور غیر مشروع
 اور اسلام و ایمان کے تعاضد کے بالکل خلاف ہے، کسی بھی مسلمان کا یہ کام نہیں ہو سکتا
 کہ وہ صحابہ کرام کو نقد کا نشانہ بنائے، یہ تو وہی کرے گا جو منافق ہو اور جس کا قلب
 نور ایمان سے خالی ہو، خواہ صحابہ کرام کی ذات پر تبصرہ اور نقد علم و تحقیق کے نام پر
 ہی کیوں نہ ہو اور خواہ اس کیلئے تاریخ کا سہارا ہی کیوں نہ لیا گیا ہو اور خواہ اسے کتنی
 بھی خوبصورت اور مزور کش شکل میں پیش نہ کیا گیا ہو۔

صحابہ کرام ہی سے دین ملا، کتاب و سنت کو انھیں کے واسطہ اور ذریعہ سے
 ہم نے پایا، ان کی ذات کو مطعون بنانے کے بعد ہمیں پھر ان روحانی چشموں سے بھی
 دست بردار ہو جانا پڑے گا اور ہماری روحانی اور دینی کشت زار کو کہیں سے
 آب حیات نہیں ملے گا۔

بریلوی مذہب ایک نظر

دیوبندی ہونے کا معنیٰ ہیں شیطان کے بندے

صوفی اللہ دہتہ کہتے ہیں :

”عبد المصطفیٰ ہونے سے بیزاری اللہ ہونے سے بیزاری ہے، جو عبد المصطفیٰ

نہیں وہ عبد اللہ نہیں عبد الشیطان ہے اور دیوبندی ہونے کا بھی یہی معنیٰ

ہے کہ یہ شیطان کے بندے۔“ (ایضاً ص ۱۵۷)

فائدہ :۔ اس سے معلوم ہوا کہ بریلوی حضرات کے دو معبود ایک تو مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم اور دوسرے اللہ اور دیوبندی کا صرف ایک معبود یعنی اللہ، اب صوفی صاحب

جو بھی کہیں اہل توحید دیوبندی ہیں اور لا الہ الا اللہ انہی کا کلمہ ہے۔

بریلوی حضرات کے یہاں اللہ کی بارگاہ میں گستاخی کرنے والا کافر نہیں ہے

اعلیٰ حضرت نے متعدد وجوہ سے ثابت کیا ہے کہ اسماعیل شہید دہلوی نے اللہ

کی شان میں گستاخی کی ہے لیکن اعلیٰ حضرت ان کو کافر نہیں کہتے، چنانچہ فرماتے ہیں

سبحن السبوح میں بدلائق قاہرہ دہلوی مذکور اور اس کے اتباع پر پختہ وجوہ

سے لزوم کفر ثابت کر کے صفت پر حکم آخری ہی لکھا علانہً تمامین انھیں کافر نہ کہیں یہی ہوا

ہے۔ ہوا بحواب، دیلیغی، وحید الفتویٰ دہر المذہب، وعلیہ الاعتماد، وفیہ السلام علیہ السلام

یعنی یہی جواب ہے اور اس پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد ہے اور اسی میں سلامتی اور اسی میں استقامت۔ (تہمید ایمان)

فائدہ :- ۱۔ خاں صاحب کی اس عبارت سے کئی بات معلوم ہوئی (۱) وہ اسمعیل شہید دہلوی اور ان کے اتباع کو کافر نہیں سمجھتے (۲) ان کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر نہیں (۳) ایسے شخص کو کافر نہ کہنا یہی ان کا مذہب ہے اور ان کی سلامتی اسی میں ہے۔

بریلوی حضرات کے یہاں بڑے پھنسے ہیں اسلئے کہ اعلیٰ حضرت نے تصریح کی ہے کہ جو کافر کو کافر نہ کہے اور ان کے کفر میں شک بھی کرے وہ خود کافر ہے (۱) اسلئے اعلیٰ حضرت خود کافر ہو گئے۔ اور اگر بریلوی حضرات نے اعلیٰ حضرت کے کفر میں شک بھی کیا تو وہ بھی کافر ہوئے۔ نیز اب بریلوی حضرات کو منہ نہیں ہے کہ اسمعیل شہید یا ان کے اتباع کو کافر کہیں اسلئے کہ اعلیٰ حضرت نے تصریح کی ہے کہ وہ کافر نہیں ہیں اور جب کافر نہیں ہیں تو وہ مسلمان ہیں اور مسلمان کو کافر کہنا یہ خود کفر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بریلوی حضرات اس دلدل سے کیسے نکلتے ہیں اور اپنے اعلیٰ حضرت علیہ اعلیہ کو کیسے نکالتے ہیں۔

عورت کو قبرستان جانا معصیت ہے

مولانا خاں صاحب لکھتے ہیں :

اب ذرا عقائد اہلسنت پیش نظر رکھتے ہوئے نگاہ انصاف درکار۔

عورتوں کا قبرستان جانا غایت درجہ بے تو معصیت ہے۔

(شمول الاسلام ص ۷)

فائدہ :- دیکھئے خاں صاحب عورتوں کے قبرستان جانے کو معصیت بتا رہے ہیں، ہم بھی کہتے ہیں کہ عورتوں کا قبرستان جانا بہت بڑا گناہ ہے۔

عبادت وہی سچی ہے جس کی تعلیم حق تعالیٰ کی طرف سے ہو

مفتی یار احمد خان صاحب لکھتے ہیں :

عبادت وہی سچی ہے جس کی تعلیم حق تعالیٰ کی طرف سے نبیوں کے ذریعہ دی گئی ہو، اپنی عقل سے تجویز کی ہوئی کوئی عبادت عبادت نہیں۔ (تفسیر نبوی ص ۵۲)

فائدہ :- بریلوی حضرات نے بہت سی عبادتیں اپنی طرف سے گڑھی ہیں مثلاً مسلوۃ خوشیہ، منکرات کا عرس، چلم، فاکتہ، بارہویں شریف، گیارہویں شریف وغیرہ۔ ان سب کا ذکر نہ قرآن میں نہ حدیث میں اسلئے ان سب کا کوئی اعتبار نہیں۔

بدعت و مفرعے جو امور دین میں ہیں

احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں اس تحقیق میں کہ تمباکو حلال ہے۔
 رہا اس کا بدعت ہونا تو یہ کچھ باعثِ ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے
 میں ہے نہ کہ امور دین میں تو اس کی حرمت ثابت کو نا ایک دشوار کام ہے۔
 (احکام شریعت ج ۳ ص ۱۶۸)

فائدہ :- اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ بدعت وہی مفرود و حرام ہے جس کا
 تعلق دین سے ہو، اب بریلوی حضرات سوچیں کہ جب ان سے کہا جا تا ہے کہ تم
 منکرات کا عرس نہ کرو کہہ کر تے ہو اور وہ بدعت ہے تو وہ فوراً جواب میں کہتے ہیں
 کہ یہ تو ایسا جہاز، موٹر کار وغیرہ یہ سب بدعت ہے، دیوبندیوں کو اس پر سوار نہ ہونا
 چاہئے، حالانکہ اعلیٰ حضرت کی تحقیق نے بتلادیا کہ یہ استدلال غلط ہے اسلئے کہ ان
 چیزوں کا تعلق دین سے نہیں ہے، بدعت وہی بری ہے جو دین سمجھ کر کیا جائے اور اس کا
 ثبوت عہدِ نبوی عہدِ صحابہ میں نہ ہو اور نہ قرآن و حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہو۔

چادر چڑھانا بابے وغیرہ ساتھ قبر پر لے جانا

اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں

بابے ناجائز ہیں اور جب چادر موجود ہو اور وہ چنوز پرانی اور خراب نہ ہو کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے۔ (احکام شریعت ج ۲) فائدہ :- اچھی حضرت فضول کہاں آپ کے لوگوں نے تو اسی کو اہل دین قرار دے رکھا ہے۔ ایک قبر پر کئی کئی چادر رہتی ہے۔

وہ نام جن کا رکھنا جائز نہیں

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں :

لیس وظہ نام رکھنا منع ہے۔ وہ اسمائے الہیہ و اسمائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسے نام ہیں جن کے معنی معلوم نہیں۔ (احکام شریعت ج ۲) نظام الدین، محی الدین، تاج الدین اور اسی طرح وہ نام جن میں اسمیٰ کا معظم فی الدین بلکہ معظم علی الدین ہونا نکلے جیسے شمس الدین، بدر الدین، نور الدین، فخر الدین، شمس الاسلام، محی الاسلام، بدر الاسلام سب کو علمائے کرام نے سخت ناپسند رکھا اور مکروہ و ممنوع لکھا۔ (ایضاً ج ۲)

فائدہ :- بریلوی حضرات اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ پر عمل کریں اور جن کا نام اس طرح کے ہوں وہ جلد اپنا نام بدلیں، بریلوی حضرات کے یہاں تو اولیاء اللہ پرچہ طبق روشن ہیں ان کو ذرہ ذرہ کا علم ہے اور اعلیٰ حضرت طہ و لیسین وغیرہ کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ ان کا معنی کسی کو معلوم نہیں حالانکہ یہ نام تو قرآن میں آئے ہوئے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے یہاں ایمان کی تعریف

اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ ایمان کامل کس کو کہتے ہیں، ارشاد ہوا
محمد رسول اللہ کو ہر بات میں سچا جانا حضور کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا
ایمان ہے۔ (اینگا ص ۱۶۶)

فائدہ ۱۔ حدیث جبریل مشہور حدیث ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا گیا ایمان کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت
اتمامت صلوٰۃ، زکوٰۃ کی ادائیگی، صوم رمضان اور صاحب استطاعت کیلئے حج کرنا۔
بریلوی حضرات کو اختیار ہے چاہے آنحضور اکرم کی بات کو ایمان کی تعریف صحیح جائیں
چاہے اعلیٰ حضرت کی۔ سوال یہ نہیں ہے کہ اعلیٰ حضرت کی بات اپنی جگہ صحیح ہے یا غلط اور
آنحضور کو سچا جانا ایمان کا تقاضا ہے یا نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ ایمان کی اعلیٰ حضرت
نے جو تعریف کی ہے وہ حدیث کے خلاف ہے یا اس کے موافق۔

دیوبندی وہابی سب سے بدتر کافر ہیں

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ ما علیہ سے سوال کیا گیا۔
کفار کے قسم کے ہوتے ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے اور محبت کو کون سے
کفار کی سب سے زیادہ مفر ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ ما علیہ نے جواب دیا۔
کافر کی قسم ہے، اصلی و مرتد، مرتدوں میں سب سے بدتر منافق ہے۔
یہی ہے وہ کہ اس کی محبت ہزار کافر کی محبت سے زیادہ مفر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر
سکھلاتا ہے، خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ۔ (احکام شریعت ص ۱۶۷)
فائدہ ۱۔ اعلیٰ حضرت علیہ ما علیہ کے یہاں منافق وہ ہوتا ہے جو مرتد
ہو مالاکنہ شریعت میں مرتد کی سزا اقل ہے۔ آنحضور کے زمانہ میں منافق تھے

لیکن آپ نے ان کو قتل نہ کیا گویا اعلیٰ حضرتؒ بخیر پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ آپ نے منافقین پر جو بقول اعلیٰ حضرت مرتد تھے حکم شرع جاری نہ کیا۔

دوسری بات جو قابلِ لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کو باوجود اعلیٰ حضرت ہونے کے یہ پتہ ہی نہیں کہ منافق کافر اصلی کی قسم میں سے ہے، قرآن کہتا ہے۔
 وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ
 جب اعلیٰ حضرت کو اتنی سی بات بھی نہیں معلوم تو اب ان کے بارے میں کوئی کیا رائے قائم کرے، رہا اعلیٰ حضرت کا یہ فرمانا کہ دہا یہ دیوبندی سب سے بدتر کافر ہیں۔ تو یہ اعلیٰ حضرت علیہ ما علیہ کا خاص غلے رد فانی ہے اس سے ان کی قوت باطنیہ میں ترقی ہوتی ہے، اور ان کی روح کو عروج حاصل ہوتا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ ان کا تذکرہ بالکل اسی سبب دشمن سے ہوا کرتا تھا۔

اگر وہابی دیوبندی پڑوسی ہے تو اس کا کوئی حق نہیں

اعلیٰ حضرت علیہ ما علیہ سے سوال کیا گیا۔

مسلمان پڑوسی کا کیا حق ہے اگر کافر رافضی وہابی کسی مسلمان پڑوسی کے ہوں تو ان کا بھی یہی حق ہوگا جو مسلمان کا ہے، اعلیٰ حضرت علیہ ما علیہ نے جواب دیا۔
 مسلمان پڑوسی کے بہت حق ہیں، رافضی وہابی کا کوئی حق نہیں ہے کہ وہ مرتد ہیں نہ کسی کافر غیری کا اور یہاں کے سب کفار ایسے ہی ہیں۔ (احکام شریعت ص ۱۱۳)
 حاشا لا۔۔ معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت دیوبندی کا نام آتے ہی بیرونِ ازجامہ ہو جاتے ہیں اور انھیں ہوش بھی نہیں رہتا ہے کہ وہ جو کہہ رہے ہیں وہ صرف قرآن و حدیث کی خلاف ہے، قرآن و حدیث میں تو صاف ارشاد ہے کہ پڑوسی مسلم ہو کہ کافر سب کا حق ادا کرنا ہے اور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کافر پڑوسی کا کوئی حق ہی نہیں اگر اعلیٰ حضرت کی یہ بات غیر مسلم سنیں تو وہ اسلام کے بارے میں کیا رائے

قائم کریں گے لیکن اعلیٰ حضرت کو اگر اتنی ہی سمجھ ہوتی تو پھر وہ اعلیٰ حضرت کیوں ہوتے۔

وہابی دیوبندی، یہودی و نصرانی سے بھی بدتر

اعلیٰ حضرت علیہ اعلیٰہ ارشاد فرماتے ہیں۔

احکام دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے اور مرتدوں میں سب سے خبیث تر مرتد منافق ہے۔ رافضی، وہابی، تادیانی، نچیری (یعنی سرسید خان کو ماننے والے) کو کلمہ پڑھتے ہیں، اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں نماز و غیرہ افعال اسلام بظاہر عمال کرتے ہیں۔ — بایں ہمہ محمد مصطفیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں یا ضروریات دین میں کسی شئی کا انکار کرتے ہیں، ان کی اس کلمہ گوئی، داد و دعا اسلام اور افعال و اقوال میں مسلمانوں کی نقل آمارتے ہیں ان کو اجتناب و ضرر اور ہر کا فر اصل یہودی و نصرانی و بت پرست مجوسی سب سے بدتر کر دیا۔ (احکام شریعت پیشہ)

فنا گدا۔ اعلیٰ حضرت نے ماشاء اللہ کیسی اچھی زبان استعمال کی خدا انہیں مبارک کرے اور مزید توفیق دے، یہ زبان سوائے معلم خاص کی تعلیم و تلقین کے کسی کو ایسی بھی کہاں سے اعلیٰ حضرت کا اس معلم خاص سے استفادہ تو یہ اعلیٰ حضرت کی پوری زندگی ہی کا مشغلہ رہا ہے۔

خوش خبری

دزم کے قارئین کو یہ جان کو خوشی ہوگی کہ مدیر دزم کی اہم کتاب ”صحابہ کرام کے بکریں فی قلعین کا نقطہ نظر“ کا ہندی ایڈیشن بہت جلد شائع ہونے جا رہا ہے، مکتبہ اترہ کے پتہ کے علاوہ مندرجہ ذیل پتہ سے اسکو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

M-ASHFAQUE KHOKAR

RANU METALS 312 NIHALPURA

IHDORÉ — M — P —

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

آیتِ کریمہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ

کا صحیح مطلب

فاضل گرامی حضرت مدبرِ زمزم زید محمد
السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

جناب والا کی تحریروں سے ہم لوگ بہت متاثر ہیں، ہم نے کافی نفع اٹھایا اور
اٹھا رہے ہیں۔ جناب والا، سورہ نسا کی آیت ۵۹ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ
واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوا الی اللہ
والرسل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علماء، کا کسی شرعی مسئلہ میں اختلاف ہو تو صرف
کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کو قبول کرنا واجب ہے، کسی دوسرے کا قول قبول نہ ہوگا
سودیہ والے قرآن پاک میں لکھا ہے

تیسری شخصیت کی اطاعت واجب نہیں جس طرح کہ تقلید شخصی یا تقلیدِ مبین کے
تائید نے ایک تیسری طاقت کو بھی واجب قرار دے رکھا ہے، اور اسی تیسری طاقت
نے جو قرآن کے مخالف ہے الخ۔

براہِ کرم اس بارے میں جو صحیح بات ہو آپ تحریر فرمائیں۔ والسلام
اکرام الدین انصاری
اسبیہ ٹرنگو۔ یوپی

بخشم !

آپ چل یا ہم ہوں یا کوئی اور ہو قرآن پاک کی باتوں کو سمجھنے کے لئے مفسرین قرآن اہل عربین علوم شریعہ جو لوگ ہیں ان کے محتاج ہیں، قرآن پاک کو جو خود سے سمجھا چاہے گا تو وہ اس کو ایسا ہی سمجھے گا جیسا سعودیہ والے قرآن پاک کا تفسیر کرنے والا پاکستانی فیروز قلعہ جعفر نے اس آیت کریمہ کا مطلب سمجھا ہے، خود فرمائیں کہ جب خود قرآن اللہ اور رسول اللہ

علیہ السلام کی اطاعت کے ساتھ اولوالامر کی اطاعت کو اس آیت کریمہ میں جو آپ نے نقل کیا ہے واجب قرار دے رہا ہے تو کتنی بڑی چہالت اور زبردستی اور جرات کی بات ہے کہ کوئی یہ کہے کہ قرآن صرف خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کو واجب قرار دیتا ہے۔ یہ آیت کریمہ تو حاف بتلا رہی ہے کہ خدا کی بھی اطاعت واجب ہے اور رسول کی اطاعت بھی واجب ہے، اور

اولوالامر یعنی ارباب، خلفاء، سلاطین، قضاة، حکام، علماء و فقہاء (اولوالامر میں یہ سب داخل ہیں) ان سب کی اطاعت واجب ہے، اور ظاہرات ہے کہ گناہ کا کام کرنے میں تو کسی کی اطاعت کا سوال ہی نہیں ہے، اطاعت تو موافق شریعت امور ہی میں ہوگی۔ اب اگر کوئی مفتی یا فقیہ کوئی مسئلہ بتلا آئے جس کا بیان قرآن و سنت میں نہیں ہے یا اس کا بیان تو ہے لیکن عام لوگوں کو اس کا پیر نہیں ہے مگر مفتی اور فقیہ قابل اعتماد دینی بزرگ ہیں تو اس کا حکم ماننا اور اسے شریعت واجب ہے، جیسا کہ قرآن کی یہی آیت جس کا آپ نے نقل کیا ہے بتلا رہی

ہے اور اس کے علاوہ قرآن کی دوسری آیتوں میں بھی اس کا بیان ہے جن میں واضح تر آیت فاستلوا اہل الذکر ان ینتہوا لتعلمون ہے، یعنی اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو جو مسائل شریعہ کا حل نہیں رکھتے حکم دے رہا ہے کہ جو لوگ ان مسائل سے واقف ہوں ان سے پوچھو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے انما شفاء العین السؤال یعنی نادائقوں کو مسائل دینیہ میں سوالیہ کے اطمینان قلب حاصل کرنا چاہئے۔ ہم اور آپ تو دور نبوت سے بہت دور ہیں، خود صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ایک دوسرے سے مسائل دینیہ میں سوال کیا کرتے تھے، تو ماہرین شریعت سے اگر سوال نہیں کیا جائے گا اور

ان کے بتلائے ہوئے نقوش راہ کو اختیار نہیں کیا جائے گا اور عوام بھی علماء کو کاردار مار کرنے لگیں گے تو دین کا تو تماشہ بن جائے گا، جیسا آج کے اس دور میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ علماء و فقہاء سے بے نیاز ہو کر غیر مقلدین اور انگریزی داں طبقہ کا ایک گروہ نے دین کا تماشا بنا لیا ہے اگر صرف قرآن و حدیث ہی کی اتباع ہر حال میں ضروری ہوتی تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک کا مطلب کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ہے میرے بعد میرے دونوں صحابہ یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرو اقتدا بالذین من بعدا ابو بکر و عمر۔

بلاشبہ جس مسئلہ میں قرآن و حدیث کا حکم منصوص ہوگا اس وقت تو قرآن و حدیث ہی کی پیروی واجب ہوگی، لیکن وہ سیکڑوں مسائل جن کا قرآن و حدیث میں حکم صاف صاف موجود نہیں ان مسائل میں تو فقہاء و مجتہدین اور ماہرین شریعت کی پیروی کے علاوہ چارہ کیا ہے؟ بلکہ اول الامر کا اضافہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتلانے کیلئے کیا ہے کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہؐ میں حکم نہ موجود ہو تو مجتہدین امت کی اتباع ضروری ہے۔ یعنی اس آیت کو یہ ہیں کتاب اللہ و سنت رسول اللہؐ کو جس طرح دین میں حجت قطعیت بتلایا گیا ہے مجتہدین کو بھی اسی طرح حجت شرعیہ بتلایا گیا ہے جس طرح کتاب و سنت کا حکم اہل سنت سے خارج ہے اسی طرح تقلید فقہاء کا منکر بھی اہل سنت سے خارج ہے، بلکہ علماء نے تو اس آیت کو یہی سے اجماع کو واجب الاتباع بتلایا ہے۔

۱۲ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیرہ میں فرماتے ہیں اہل ان قوله تعالیٰ (واولی الامر منکم) يدل عندنا على اجماع الامة حجة، والدليل على ذلك ان الله امر بطاعة اولي الامر على سبيل الجزم من هذه الآية ومن امر الله بطاعته على سبيل الجزم والقطع لابد ان يكون معصوما عن الخطأ ۱۴۰۰، یعنی اللہ تعالیٰ کا قول اولی الامر منکم میں دلیل ہے کہ اجماع امت حجت ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کا حکم بطور جزم و قطع کے دیا ہے اور جس کی اطاعت کو قطع قرار دیا جائے اس کا قطع ہے معصوم ہونا ضروری ہے اس کا قطع اس کے اطاعت قطعاً واجب ہوگی)

فیہ مقلدین کا اللہ بھلا کرے، ہمیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی عقلوں کو اللہ نے پلٹ دیا ہے اسلئے ان کو سیدھی اور صحیح بات سمجھ میں آتی ہی نہیں ہے اور جو باتیں بالکل برہنہ ہوتی ہیں اس بات کو بھی وہ معہ بنا کر پیش کرتے ہیں، آپ غور فرمائیں کہ مسائل کا سلسلہ تو لاحقاً ہی ہے ان سب کا ذکر کتاب و سنت میں کہاں مذکور ہے؟ تو ان مسائل کا حکم معلوم کرنے کیلئے فقہاء و مجتہدین اور علماء شریعت کا آدمی کو پابند ہونا ہی پڑے گا۔ ورنہ جیسا کہ میں نے عرض کیا اللہ کا دین کھیل و تماشا بن جائے گا۔

آپ نے جو آیت کریمہ پیش کی ہے اس کے آخری حصہ میں یعنی فان تنازعتم فی شئ فردوا الی اللہ والرسول میں اسی بات کو ذکر کیا گیا ہے جو میں کہ رہا ہوں یعنی اس حصہ میں غیر منصوص مسائل میں اولوالامر یعنی فقہاء و مجتہدین کی تقلید اور قیاس شرعی کا حکم دیا جا رہا ہے، اور غیر مقلدین یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس میں تقلید کا اور قیاس کا انکار ہے یعنی من درہو خیالم و نلک درہو خیال ست میں نے جو یہ کہا ہے کہ آیت کریمہ کے آخری حصہ میں تقلید ائمہ و قیاس شرعی کا بیان ہے اس کے لئے تفاسیر کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

امام رازی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول فان تنازعتم فی شئ فردوا الی اللہ والرسول یہ فرمان الہی بتلاتا ہے کہ قیاس بحت ہے، اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو اختلاف بعد تازع کا شکل میں کتاب و سنت اور اجماع سے حکم نہ معلوم ہو تو اس مسئلہ کی اصل کتاب و سنت میں ڈھونڈھ کر پیش آؤ مسئلہ کو جس اصل پر پیش کر کے جو حکم اصل کا ہے اس مسئلہ میں بھی وہی حکم اس سے حاصل کرو، اور اسی کا نام قیاس ہے۔ وذلک هو القیاس فثبت ان الایۃ دالہ علی الالہا بالقیاس۔ یعنی معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ میں قیاس کا حکم ہے۔ (ایضاً ص ۱۵۷)

اور ظاہر بات ہے کہ کتاب و سنت سے مسئلہ کی اصل اس کا مشابہ معلوم کرنا اور مشترک علت تلاش کرنا اور پھر اس کا حکم شرعی مستنبط کرنا یہ عوام کا کام نہیں ہے

یہ کام فقہاء اور مجتہدین کا ہے اس لئے ان کی تقلید واجب اور ضروری ہوگی۔

بہر حال امام رازی کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس چاروں کا ذکر ہے، انہیں چار کو اہل سنت اصول شریعہ قرار دیتے ہیں اور یہ اہل سنت کے نزدیک ان اصول اولیہ میں سے کسی ایک کا بھی منکر اہل سنت و جماعت سے خارج ہے، یہ تو امام رازی کی تحقیق کا ذکر ہوا، علامہ قرطبی تفسیر قرطبی میں کیا فرماتے ہیں اسے بھی سن لیں، فرماتے ہیں:

فان تنازعتم فی شئ فردوا الی اللہ والی الرسول فامر اللہ بالی برد المتنازع
فیہ الی کتاب اللہ و سنت نبیہ و لیس لغیر العلماء معرفة کیفیۃ الود
الی الکتاب و السنة و یدل هذا علی صحۃ کون موال العلماء واجبا
و امتثال فتواہم لاسراھا (صفحہ ۱۸۱)

یعنی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مختلف فیہ امر میں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی طرف رد کرنے کا حکم دیا ہے، اور کتاب و سنت کی طرف رد کرنے کی کیفیت کو علماء ہی جانتے ہیں دوسرے نہیں، اس لئے علماء سے سوال کرنا واجب ہے، اور ان کے فتویٰ کی پیروی کرنا لازم ہے۔

اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ جس مسئلہ میں کتاب و سنت کا حکم منہوض نہ ہوگا، علماء سے سوال کر کے اس کا حکم معلوم کرنا ضروری ہے اور وہ جو فتویٰ دیں اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ امام قرطبی ایک بہت خاص بات سہیل بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں، سہیل بن عبد اللہ فرماتے ہیں۔ جب تک لوگ علماء اور سلاطین کی تنظیم کرتے رہیں گے خیر پر رہیں گے اور ان کی دنیا و آخرت درست رہے گی، اور جب لوگ علماء اور سلاطین کی باتوں کو ٹکنا کھیں گے ان کی دنیا و آخرت برباد رہے گی۔

یہ بڑی زریں نصیحت ہے ہیں اس کو دانست سے تمام لینا چاہئے، اور علماء دین و فقہائے ملت سے بغض و عناد رکھ کر اور ان کے اجتہادی مسائل سے روگردانی کر کے اپنی عاقبت

کرنا ذکر کرنے سے باز رہنا چاہئے۔

علامہ ابو بکر جصاص نے بھی احکام القرآن میں یہی بات لکھی ہے کہ جن مسائل میں کتاب و سنت کی نص موجود نہ ہو وہاں رد الی اللہ والی الرسول کا یہی مطلب ہے کہ امور متشابہ کی طرف رجوع کر کے اس کا حکم معلوم کیا جائے گا اور اسی کو قیاس کہتے ہیں۔

(احکام القرآن ص ۱۷۷ ج ۲)

اور تفسیر منظر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے، ادلی الامر سے مراد فقہاء اور علماء اور شائع بھی ہیں یعنی ان کی اطاعت بھی واجب ہے بلکہ حکام و قیوسے زیادہ ادلی الامر ہونے کے مستحق ہیں اس لئے کہ علماء و فقہاء علوم نبوت کے وارث ہوتے ہیں پس انکی اطاعت واجب ہوگی۔

اور فرد دہ الی اللہ والی الرسول کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ والاجماع والقیاس فیما لا نص فیہ واجماع الی الکتب والسنة یعنی جہاں کتاب و سنت کی نص نہ ہو تو وہاں اجماع اور قیاس کی طرف رجوع کرنا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ کتاب و سنت میں اگر نص نہ ہو تو کتاب و سنت پر قیاس کرنا یہ رد الی اللہ والی الرسول ہوگا۔ (الرسالہ ص ۳۶)

ومن تنازع معن بعد رسول الله رد الی اللہ ثم قضاء الله ثم قضاء رسولہ
فلان لم یکن فیما یتنازعون فیہ قضاء نضاً فیہما ولا فی واحد منهما رد دہ
قیاساً علی احد ہما۔ ص ۲۶

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو دینی مسائل میں اختلاف کرے اس کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اگر اس مسئلہ میں اللہ و رسول کا کوئی مضمون فیصلہ نہ ہو تو کتاب و سنت کی روشنی میں قیاس کرنا چاہئے۔

فرض یہ تمام اکابر اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت کریمہ میں کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ اجماع، قیاس اور تقلید ائمہ کا بھی ذکر ہے اور کتاب و سنت میں مسئلہ منغوض نہ ہونے کی شکل میں اجماع اور قیاس پر بھی عمل کرنا ازودئے فرمان خداوندی واجب ہے، اور قیاس کو ناجہتدین کا کام ہے اسلئے مسائل قیاسیہ میں انکی تقلید واجب ہوگی۔

اس آیت کریمہ میں صاف اشارہ موجود ہے کہ مسائل شرعیہ میں دخل دینا ہر کس و ناکس کو حرام ہے، اس کیلئے اللہ نے جن کو پیدا کیلئے اور جن میں اجتہاد اور استنباط صلاحیت رکھی ہے بس انھیں کا یہ میدان ہے۔

امید ہے کہ میری ان معروفات کو جو بڑی رداروی میں لکھی گئی ہیں، توجہ سے پڑھیں گے تو آیت کریمہ کا صحیح مفہوم مدلول آپ کو سمجھ میں آجائے گا۔

وَالسَّلَام
محمد ابو بکر غازی پوری

بقیہ - خبری ہدایت :
شریعت نے اور فقہائے اسلام نے جو شرعی حدود مقرر کئے ہیں ان کا پورا لحاظ رکھا جائے۔
ملاوچ کسی کافر کو مارنا جہاد نہیں فساد ہے، اور کسی عمل کا نہ کتاب کرنا جس سے
مسلمانوں کی عدد بلا فقوروں کی جان چلنے قطعی حرام ہے، انھوں آج دنیا میں بعض
مسلم تنظیمیں جہاد کے نام پر یہی فحش لٹائی کارنامہ انجام دے رہی ہیں جس سے اسلام
بدنام ہو رہا ہے، اور مسلمان ذلیل و رسوا ہو رہا ہے، اور یہ مجاہدین جہاد کے نام
پر خودکشی کی موت مر رہے ہیں۔ فَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ مِّسْأَلِ اَعْمَالِنَا۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

حضرت امام ابو حنیفہ کی کتابوں کے بارے میں

مکرمی حضرت مولانا زاد لطف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ زمرم پابندی سے مل رہا ہے، اور اس سے ہماری معلومات میں
میں قیمت اضافہ ہوا ہے، اگر ہمارے علماء و اخوان نے فقہ غیر مقلدیت کی طرف
پہلے سے توجہ کی ہوتی تو آج یہ فقہ عالمی نہ بننا، سوالات کے جوابات پڑھ کر نہ آجاتا
ہے، غیر مقلدین حضرات عوام کو درغلانے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام اعظم کی کوئی
تصنیف نہیں ہے، کیا یہ سچ ہے؟ براہ کرم اس کی طرف توجہ فرمائیں۔

والسلام

عزیز الحق میوٹھی، ۹/۲/۲۰۰۰ء

نہاں ہم ! براہ کرم آپ کا خط بڑا طویل تھا، کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا مناسب
نہیں ہے، زمرم سے آپ کو یاد دوسروں کو بوقائدہ ہو رہا ہے اس پر بھی خدا کا شکر
اداکرتا ہوں، اور آپ سے واقعی عرض کرتا ہوں کہ میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ سب
اکابر کی ہی تحقیقات ہوتی ہیں، میں صرف ان کا نقل ہوتا ہوں، اسلئے میرا کوئی

کا زنا نہ نہیں ہے، میں نے آپ کے خط کو مختصر کر دیا ہے۔

ربا آپ کے سوال کا جواب تو اس پر محققانہ گفتگو مولانا عبدالرشید نعمانی نے اپنی مایہ ناز کتاب حاتمیں الیہ الجاحۃ عزلی اور ابن ماجہ اور علم حدیث اردو میں کی ہے، اسی طرح مولانا محمد علی صدیقی کا نہ حلوی نے اپنی بے نظیر کتاب المالم عظم اور علم حدیث میں کی ہے، اگر یہ کتابیں آپ کو کہیں سے دستیاب ہو جائیں تو اس کا ضرور مطالعہ کر لیں۔

کسی دور میں بھی کتاب کا لکھنا ہی صاحب کمال ہونے کی دلیل نہیں رہا ہے، دیکھئے صحابہ کرام میں سے کس کی کوئی تصنیف ہے، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت معاذ وغیرہ صحابہ کرام کا علم حدیث و فقہ میں جو مقام ہے اس کا کون انکار کر سکتا ہے، مگر ان کی کتابیں اگر آپ تلاش کریں گے تو ان کا وجود نہیں ملے گا، امام زہری، امام شیبہ، امام کچول امام ابوالہریرہ رحمہم نخعی اور ان کے علاوہ بہت سے وہ بزرگ حضرات ہیں جن کا حدیثی و فقہی مقام اتنا بلند ہے کہ اس کی طرف نظر نہیں اٹھائی جاسکتی مگر کیا آج دنیا کے کسی کتب خانہ میں ان کی کتابوں کا کوئی وجود ہے۔

کتابوں کے لکھنے لکھانے کا کام تو زور و شور سے دوسری صدی میں شروع ہوا ہے، ورنہ اس سے پہلے عام طور پر زبانی رعا و حدیث کے بیان کرنے کا رواج تھا اور اساتذہ کے شاگرد اپنی یادداشت کے لئے کبھی اپنے شیوخ سے جو سنتے اس کو سنیۃ میں محفوظ کر لیتے، اور پھر وہ کتابیں جو اصلاً شیوخ لا سربایہ ہوتا ان کے شاگردوں کی طرف منسوب ہو جاتیں۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کم از کم چالیس ہزار رعا و حدیث کا سربایہ تھا، انہیں میں سے ان کے شاگردوں نے جو رعا و حدیث کا مجموعہ مرتب کیا، وہ آج ہمارے سامنے کتاب الآثار کے نام سے موجود ہے، اس میں سب سے مشہور نسخہ حضرت

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے ، دوسرا نسخہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور تیسرا نسخہ حضرت امام زفر کا ہے ، چوتھا نسخہ حضرت حسن بن زیاد کا ہے ، یہ چاروں نسخے اور احادیث کے مجموعے اگرچہ منسوب حضرت امام اعظم کے شاگردوں کی طرف ہیں ، مگر اس میں جو روایتیں ہیں وہ حضرت امام ابو حنیفہ کی ہیں۔ حضرت امام اعظم کے زائد میں تصنیف و تالیف کا وہ طریقہ رائج نہیں تھا جس کا مشاہدہ ہم آج کرتے ہیں یا جو دوسری صدی کے بعد رائج ہوا۔

کتاب الآثار للامام محمد کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

والسجود من حدیث ابی حنیفۃ مفردا انما هو کتاب الاثر

القی رواھا محمد بن الحسن عنہ۔ (تعییل المنقحہ ص ۹)

یعنی حضرت امام ابو حنیفہ کی جو احادیث موجود ہیں وہ کتاب الآثار میں ہیں جن کو امام ابو حنیفہ سے امام محمد نے روایت کیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف والے نسخے کے متعلق شیخ ابو زہرہ لکھتے ہیں

یہ کتاب علی طور پر تین وجہ سے قیمتی ہے ، اول یہ کہ امام ابو حنیفہ کی مرویات کا ذخیرہ ہے اور اس کے ذریعہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف نے استخراج مسائل میں احادیث کو کیسے دلائل کے طور پر استعمال کیا ہے ، دوم یہ کہ کتاب میں باقی ہے کہ امام موصوف کے یہاں موقع استدلال میں فائدہ صحابہ اور احادیث مرسلہ کا کیا مقام تھا سوم یہ کہ یہ کتاب کے ذریعہ تابعین فقہائے کوفہ کے خصوصاً اور فقہائے عراق کے خصوصاً فائدہ تک ہماری رسائی ہو جاتی ہے۔" (ابو حنیفہ ص ۱۱)

حضرت امام زفر والے نسخہ کو مشہور امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب قیام اللیل میں امام ابو حنیفہ کی کتاب کہا ہے ، اس سے ان کی مراد یہی ہے کہ اس کتاب کو حضرت

امام زفر نے امام سے روایت کیلئے، محمد بن نصر کے الفاظ یہ ہیں۔ دھم انعمان فی کتابہ، یعنی امام ابوحنیفہ نے اپنی کتاب میں یہ کہلے۔ (۱)
 امام حسن بن زیاد کی کتاب والا ثار کا ذکر عاتق ابن عمر نے لسان المیزان میں محمد بن ابراہیم بن جیش بنوی کے حالات میں کہلے۔ (۲)
 اگر امام اعظم کی کوئی کتاب نہ ہوتی تو تاریخ کے حوالے سے یہ کیوں ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت امام مالک حضرت امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔
 عبد العزیز اللہ دہلوی فرماتے ہیں۔

كان مالك ينظر في كتب ابي حنيفة وينتفع بها۔ یعنی امام مالک حضرت امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے اور ان سے نفع اٹھاتے تھے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ علیہ تو امام ابوحنیفہ کی کتاب نہیں، کتابوں سے اپنے زمانہ میں فائدہ اٹھائیں اور ان سے نفع حاصل کریں، اور آج کے اصحاب خود فرمائیں کہ امام ابوحنیفہ کی کوئی کتاب نہیں تھی۔
 تیسویں صیفہ میں حافظ سیوطی لکھتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے مناقب میں سے جن میں ان کا کوئی شریک نہیں یہ ہے کہ وہی مسائل شرعیہ کے سب سے پہلے مدون اور مرتب ہیں، ان مسائل شرعیہ کو الگ باب میں ذکر کرنے کا ازناہ سب سے پہلے حضرت امام ہی نے انجام دیا ہے۔ پھر انکی اتباع امام مالک نے کی ہے۔

آپ خود فرمائیں کہ ان مسائل شرعیہ کی ترتیب کہاں ہوئی ہوگی جس جگہ ہوئی ہوگی اسی کو عرف عام میں کتاب کہتے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمان عام طور پر مناقب کی کتابوں میں نظر آتا ہے

کہ من لم ينظر في كتب ابی حنیفۃ لم يستبحرفی الفقہ یعنی جو امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کرے گا فقہ میں وہ ماہر نہیں ہو سکے گا۔

تو یہاں کتب ابی حنیفۃ سے کیا مراد ہے؟ اگر امام شافعی کے پاس حضرت حضرت امام اعظم کی کتابیں نہ ہوتیں تو ان کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا، یہاں بھی حضرت امام شافعی امام کی ایک کتاب کا نہیں بلکہ کتابوں کا ذکر کر رہے ہیں، اور ہمارے کرم فرما لوگ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی کوئی کتاب ہی نہیں تھی۔

امیر المومنین فی الحدیث حضرت سفیان ثوری جو امام شافعی سے مقدم ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ کے معاصرین، ان کے بارے میں علی بن مسہر کا بیان ہے کہ امام سفیان میرے پاس عشاء کے بعد آئے اور مجھ سے امام اعظم کی کتابیں عاریتے لگئے (تذکرۃ الحفاظ جلد دوم ص ۱۹۱)

ہمارے ہر بان لوگ بتلائیں کہ اگر امام ابوحنیفہ کی کتابیں نہیں تھیں تو یہ سفیان ثوری علی بن مسہر سے عاریتے کیا لے گئے تھے۔

تاریخ الخلفاء ص ۲۶ میں حافظ سیوطی کتب حدیث دفعہ کی تاریخ بیان

کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وصنف ابوحنیفۃ الفقہ والوای، یعنی حضرت امام ابوحنیفہ نے فقہ اور قیاس میں کتابیں تصنیف کیں، کیا اس بیان سے معلوم نہیں ہوتا کہ امام ابوحنیفہ صاحب تصانیف تھے۔

فقہ کے موضوع پر حضرت امام اعظم کی قدیم ترین اطالی کتاب کتاب السیر ہے اسی کا رد امام ادزاعی نے لکھا تھا جس کا جواب الرد علی سیر الادونا (علی کے نام سے) امام ابوحنیفہ کے قابل ترین شاگرد امام ابو یوسف نے لکھا، یہ کتاب مصر سے شائع شدہ ہے۔ (۱۱)

افاداتِ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

قیاس و اجتہاد کا اہل کون؟ مجتہدین زمانہ کیلئے لمفون کریک

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے جائز نہیں رکھا ہے کہ وہ دینی و شرعی مسائل میں بلا علم زبان کھولے، اور علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے بعد اجلاء ہے اور آثار کا علم ہے، پھر قیاس ہے، اور قیاس کا اہل وہی ہو گا جو درج ذیل امور کا واقف کار ہو، اسے کتاب اللہ کے احکام کا علم ہونا چاہئے یعنی اللہ کی کتاب میں فرض کیا ہے، مستحب کیا ہے، ناسخ اور منسوخ کیا ہے، عام اور خاص کیا ہے، جن امور میں تاویل کا احتمال ہو رسول اللہ کی سنت سے ان میں رہنمائی حاصل کرے وہ سنت سے استدلال کرنے کا اہل ہو، اگر سنت میں اس کا حکم نہیں ہے تو اجلاء سے استدلال کرے اگر اجلاء سے بھی دلیل نہ ملے تو قیاس کرے۔

قیاس کو ناسی کو جائز ہے جو گزشتہ سنتوں کا عالم ہو، نیز سلف کے اقوال کا جائز ہو، اجماعی مسائل کا اسے علم ہو، نیز علماء کا اس بارے میں جو اختلاف ہے اس کا جاننے والا ہو اور ان سب کے ساتھ عربی زبان کا ماہر اور عربی اسلوب سے واقف ہو۔

قیاس کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صحیح العقل ہو، تاکہ ایک جیسے امور کے درمیان وہ فرق کر سکے، نیز منہ سے بات نکالنے میں جلد باز نہ ہو پہلے سوچے

خود دیکھ کر یہ پھر قیاس کرے، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے مخالفات کی بات کو خود دیکھ کر سے سمجھ سکے تاکہ خود دیکھ کر کرنے میں آسانی ہو، اور جس چیز کو وہ درست سمجھ رہا ہے۔ اس کا پورا یقین ہو، قیاس کرنے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ خود دیکھ کر میں ذرا بھی کوتاہی نہ کرے اور جو چیز جو بات اس کے نزدیک واقعی درست ہو وہی کہے، نیز اسے معلوم چھنا چاہئے کہ اس کا ماخذ استدلال کیا ہے، فلاں چیز کو اس نے مقیس علیہ کیوں بنایا ہے اور فلاں بات اس نے کیوں چھوڑا ہے۔

اگر کسی کی عقل کامل ہو مگر مذکورہ امور کا اسے علم نہ ہو تو اس کیلئے قیاس کا حصول نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ اسے اس کو پتہ ہی نہیں ہے کہ اصل میں مقیس علیہ کیا ہے۔ اس کی مثال اسی طرح کی ہے کہ کوئی فقہ اور عالم تو ہے مگر اس کو بازار کے معاملات سے واقفیت نہیں، فلاں چیز کا دام کیا ہے، اور فلاں کا کیا ہے اس کا اس کو پتہ نہیں ہے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے بازار کے معاملات میں بھی دخل دے، اسی طرح اگر کوئی شخص قرآن و سنت کا محافظ تو ہے مگر مگر قیاس کرنے کیلئے جس علم و معرفت کی ضرورت ہے اس سے وہ متعصّب نہیں ہے تو اس کے لئے بھی قیاس کرنا اور اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ جو کتاب ہے کہ جس چیز کو اس نے حفظ کیا ہے اس کے معنی چوس کی گرفت ہو اسی طرح کتاب و سنت کا محافظ تو ہے مگر کوئی ناواقف ہو یا عربی زبان کا ادائق کا دم ہے یا اس کو پتہ نہیں ہے کہ قیاس کے لئے کون کون سے علوم میں مہارت ضروری ہے تو ایسے شخص کے لئے بھی قیاس کرنا حرام ہے۔ اس طرح کے لوگوں کو صرف دوسروں کی اتباع اور تقلید کرنا چاہئے قیاس کرنا اور اجتہاد کرنا اس کا کام نہیں ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

قطعہ

محمد ابو بکر غازی پوری

اعیان العباد یعنی اللہ والے

وہب بن منبہ

وہب بن منبہ بن کمال اپنے وقت کے مشہور امام، علامہ اور صاحب اخبار تھے۔ یہ چار بھائی تھے، ہمام بن منبہ، معقل بن منبہ، غیلان بن منبہ اور وہب بن منبہ اور چاروں ہی بھائی باکمال اور صاحب علم و فضل تھے۔

وہب بن منبہ کی پیدائش ۳۳۵ھ میں ہوئی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے، حضرت ابن عباس، حضرت ابوسعید خدری، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے بھی حدیثیں سنی تھیں۔

ان کے شاگردوں میں ان کے دونوں صاحبزادہ عبداللہ اور عبدالرحمن کے علاوہ عمرو بن دینار، سماک بن فضل، عاصم بن رباح، یزید بن نضیر، ہمام بن نافع، منذر

بن نفعان وغیرہ بہت سے ائمہ حدیث وقفہ ہیں انعام طویل پر اسرائیلی روایات کے یہ ماہر تھے اور اہل کتاب کے صحیفوں سے روایت کرنے میں مشہور تھے، ان کے خاندان کا لقب "ذی" تھا۔ "ذی" فارس کے ملک میں شریف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، کہا جاتا تھا کہ فلان لہ "ذی" و فلان لہ "لاذی" یعنی فلاں شریف ہے اور فلاں شریف نہیں ہے۔

امام علی فرماتے ہیں کہ یہ تابعی تھے اور ثقہ تھے، امام ابو زرہ اور امام نسائی نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

دہب بن منبہ عبادت و ریاضت میں معروف تھے اور اس صفت میں بڑا امتیازی مقام رکھتے تھے، زبان پر کنٹرول کا حال یہ تھا کہ متنی بن مباح کہتے ہیں کہ وہ پہنے چالیس سال تک کسی ایسی چیز کو برا بھلا نہیں کہا جو ذی روح رہا ہو، بیس سال تک اس حال میں صبح کیا کہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے تھے، سلم بن فرجی کہتے ہیں کہ چالیس سال دہب نے اس طرح گزارا کہ بستر پر ان کا پہلو نہیں لگا اور بیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

جود بن دہم کہتے ہیں کہ دہب کے سوا جس سے میں نے علم کے بارے میں گفتگو کی اسے غصہ آیا مگر دہب غصہ نہیں کرتے تھے۔

دہب کہتے تھے کہ علم مومن کا دوست ہے، علم اور بردباری اس کا وزیر ہے، حق اس کی راہ نما ہے، عمل اس کو سنبھالنے والا ہے اور صبر اس کے لشکر کا امیر ہے اور رفیق اس کا باپ ہے اور نرمی اس کا بھائی ہے۔

دہب فرماتے تھے کہ مومن غور و فکر کرتا ہے تاکہ جانے، اور بات کرتا ہے تاکہ سمجھے اور خاموش رہتا ہے تاکہ برائی سے محفوظ رہے اور تنہائی میں ہوتا ہے تاکہ اللہ کی رغبت حاصل کرے۔

نیز فرماتے تھے کہ ایمان کو لوں سمجھو کہ وہ ایک برہنہ شمس ہے جس کا لباس تقویٰ ہے

اور جس کی زینت حیا رہے اور جس کا مال فقہ ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ جس میں تین چیزیں ہوں اور اس نے نیکی کو پایا، سخاوت تکلیف پر صبر، اور اچھی گفتگو۔

فرماتے تھے کہ تین باتوں سے دور رہو، خواہش نفس کی اتباع مت کرو، اپنا دوست برے آدمی کو مت بناؤ، اور خود پسند مت بنو۔

ان کی ایک کرامت بیان کی جاتی ہے کہ ایک سفر میں ایک صاحب کے یہاں تھے راتیں جب یہ سوئے تو جس کے یہاں مہمان تھے اس کی لڑکی ان کے کمرہ میں گئی تو اس نے دیکھا کہ سورج کی طرح کی روشنی ہے اور وہیب بن منبہ کا دونوں پاؤں اس روشنی میں ڈوبا ہوئے ہیں، اس نے اپنے والد کو جگا کر یہ منظر دکھلایا، صبح میزبان نے وہیب سے کہا کہ میں نے رات کو یہ منظر دیکھا ہے تو انھوں نے فرمایا کہ اس کا ذکر کسی سے مت کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات سنہ ۱۱۰ھ میں ہوئی، کم لوگوں نے دوسرا سال وفات ذکر کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۱۱۰ ۵۶)

سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

سالم بن عبد اللہ، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتا ہیں، اور حضرت عبد اللہ بن عمر کے صاحبزادہ ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے، بڑا ہی نیک، صلح، عابد و زاہد، دنیا سے منقطع، سادہ زندگی گزارنے والے اور معمولی فساد لباس والے تھے، مگر علم و فقہ میں امامت کے درجہ پر فائز تھے، مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کے زمانہ ہی میں تقویٰ دیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ اپنے والد حضرت عبد اللہ، حضرت ابو ہریرہ، زید بن الخطاب العدوی حضرت ابولبابہ، حضرت ابورافع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام، سعید بن سبت و غیرہ سے حدیثیں سنیں، ان کے شاگردوں میں کبار تابعین کا نام آتا ہے۔ مثلاً ابن ابی جہد، عمرو بن

دینار محمد بن واسطی، یحییٰ بن اسحق، ابو بکر بن حزم، عاصم بن عبد اللہ، محمد بن حزم، عبد اللہ بن عمرو وغیرہ ایک جماعت کثیرہ کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

ابن سیب فرماتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت عمر کے دو کونوں میں حضرت عمر سے سب سے زیادہ شاہد رکھتے، اور عبد اللہ بن عمر کے دو کونوں میں اپنے باپ عبد اللہ کے سب سے زیادہ شاہد تھے۔

ابن اسحق کہتے ہیں کہ میں نے سالم کو دیکھا کہ وہ صوف یعنی ان کا لباس پہنتے تھے، اور اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔

یحییٰ بن یحییٰ کہتے ہیں کہ معمر والوں کی ایک جماعت مدینہ منورہ حضرت سالم سے علم حاصل کرنے اور ان سے ملاقات کیلئے آئی، جب ان کے دروازہ پر پہنچی تو اونٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی، تو دروازے کے بعد آنے والوں نے دیکھا کہ گھر میں سے ایک نئی سخت گندمی رنگ والا سینہ تک اون کا تہبند باندھے نکلا، انہوں نے آنے والے کو سالم کا غلام سمجھا، تو اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے مالک گھر کے اندر ہیں؟ تو اس نے کہا کہ آپ کو کس سے ملاقات کرنی ہے؟ تو انہوں نے کہا سالم بن عبد اللہ تو اس آدمی نے کہا کہ سالم میں ہوں، اور تمہارے سامنے ہوں، کیسے آپ حضرات کا آنا ہوا ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا ہم آپ سے کچھ حاصل کرنے آئے ہیں، تو انہوں نے کہا جو چاہو پوچھو اور جس حال میں تھے، ہاتھ خون اور اونٹ کی غلامت سے بھرا ہوا تھا، اسی حال میں بیٹھ گئے اور ان کے سوال کا جواب دیتے رہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سالم کے زمانہ میں صالحین سے شاہدیت رکھنے والا ان سے زیادہ کوئی نہیں تھا، ان کی زندگی زہد، قلت مسائل، فضل و کمال میں صالحین کی زندگی تھی، کچھ اوروں کا پہننے تھے، روٹی اور تیل سے پیٹ بھرتے ہیومن بن ہیران کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ان کے گھر میں گیا تو گھر میں جتنا سامان تھا اس کی قیمت لگائی تو ایک سو دہم سے زیادہ کا نہیں تھا، اور وہ سری مرتبہ جب گیا تو گھر کے سارے سامان کی قیمت ایک تبا سے زیادہ نہیں تھی، پھر اس کے بعد جب بھی میں ان کے گھر گیا اس کا حال یہی رہا۔

امام مالک کا بیان ہے کہ حضرت سالم اپنے زمانہ کے سب سے فاضل انسان تھے مگر بازار سے جا کر خود اپنا سامان خرید کر لاتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت سالم خلیفہ وقت سلیمان بن عبد الملک کے دربار میں گئے اور حال یہ تھا کہ بدن پر موٹا جھوٹا پرانا کپڑا تھا۔ سلیمان نے ان کا پر تپاک استقبال کیا اور اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھلایا۔ اس مجلس میں حضرت عمر بن عبد العزیز بھی تھے، اس مجلس کے ایک آدمی نے جس نے اچھا لباس پہن رکھا تھا حضرت عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ کیا آپ کے ماموں کے پاس کوئی اچھا لباس نہیں تھا جس کو وہ پہن کر دربار میں آتے تو انھوں نے اس کو جواب دیا کہ میرے ماموں کا جو لباس ہے اس نے ان کے مقام سے ان کو نیچا نہیں کیا اور تیرے بدن پر جو لباس ہے تجھ کو تیری جگہ سے بلند نہیں کیا۔

حضرت سالم کا انتقال نظر لگنے سے ہوا تھا، قصہ یہ ہوا کہ ہشام بن عبد الملک نے حج کیا، ان سے ملنے کیلئے سالم بن عبد اللہ اس کے پاس گئے تو وہ ان کی شکل کا حسن و جمال اور ان کی تندرستی دیکھ کر اسے بڑا تعجب ہوا، تو ہشام نے ان سے پوچھا کہ آپ کی غذا کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا روٹی اور تیل، تو اس نے پوچھا کہ اگر کبھی اس کے کھانے کی طبیعت نہ چاہتی ہو تو آپ کیا کھاتے ہیں، تو انھوں نے کہا کہ اس کو ڈھانک کر رکھ دیتا ہوں، جب طبیعت میں خواہش پیدا ہوتی ہے تو اس کو کھاتا ہوں، بس ہشام کی نظر ان کو لگ گئی، پھر یہ بیمار پڑ گئے اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

سالم کی جرأت و بہادری و حق شناسی اور خدا ترسی کا ایک عجیب واقعہ ہے معلوم ہے کہ حجاج بڑا ظالم آدمی تھا، اپنے حکم کی خلاف ورزی اسے برداشت نہیں تھی ویسے شخص کا علاج اس کے پاس صرف تلوار تھی، عطاء بن سائب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حجاج خالم کے سپرد ایک آدمی کو کیا کہ وہ اس کو قتل کر دیں، جب وہ آدمی ان کے سامنے لایا گیا تو حضرت سالم نے اس سے پوچھا کہ کیا تو مسلمان ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں میں مسلمان ہوں، پھر حضرت سالم نے پوچھا کہ کیا تو نے آج صبح کی نماز پڑھی ہے؟ تو اس

نے کہا کہ جی ہاں، صبح کا فریفا داکر چکا ہوں، تو سالم نے اس آدمی کو حجاج کے پاس
 لٹا دیا اور اپنی تلوار کو زمین پر ڈال دیا، اور حجاج کو لکھا کہ یہ کہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے
 اور اس نے آج صبح نماز بھی پڑھی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو
 صبح کی نماز پڑھتا ہے وہ اللہ کے ذمہ میں ہو جاتا ہے، پس میں ایسے آدمی کو جو اللہ کے
 ذمہ میں ہے قتل کرنے والا نہیں ہوں، تو حجاج نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے جو حضرت
 عثمان کے قتل میں قاتلوں کا مددگار تھا، تو حضرت سالم نے کہا کہ میں مجھ سے زیادہ
 اور تجھ سے زیادہ حضرت عثمان کے قریبی ہیں یہ حق انھیں ملے گا ہے، جب یہ بات حضرت
 عبداللہ بن عمر کو معلوم ہوئی تو بہت خوش ہوئے، اور دو مرتبہ فرمایا بہت خوب،
 بہت خوب۔

حضرت سالم سے ایک روایت ہے۔ سالم عن ابيہ عن عمار قال :
 کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدایداً فی الدعا ولم یرسلہما
 حتی یسبح بھما دجھہ۔ یعنی حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب
 دعا میں اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلاتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو چہرہ پر پھیر دیتے تھے
 اس کو نیچے کرتے تھے۔

حضرت سالم کا انتقال ۳۸ھ میں ہوا، اور ہشام نے حج سے واپس ہو کر ان کا
 جنازہ پڑھا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۲۷۱)

ابراہیم نخعی الکوفی

حضرت ابراہیم نخعی کو نہ کے رہنے والے اور اپنے وقت کے سب سے بڑے فقیہ تھے
 حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاذ تھے، امام ذہبی ان کو الامام، المحافظ
 احد الاعلام اور فقیہ العراق جیسے بلند و بالا القاب سے یاد کرتے ہیں، امام مسروق کے یہ
 بھانجے تھے، تابعیت کا شرف حاصل تھا۔

ان کے اساتذہ اور تلامذہ کا تعداد کثیر ہے، حضرت مسروق، حضرت طلحہ بن قیس
سوید بن غفلہ قاضی شریح، شریح بن ارطاط اپنے ماموں عبدالرحمن بن زید اور امام بن حارث
وغیرہ سے حدیث کی روایت کیا ہے، کہا رفتہ رفتہ ان کے سامنے زانوئے
تلمذہ کیا ہے، ان کے شاگردوں میں سے چند نام یہ ہیں۔

حکم بن عتیبہ، عمرو بن مرة، حماد بن سلیمان، سماک بن حرب، منصور بن المعتمر وغیرہ
امام ذہبی نے ان کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد کو نام بنام ذکر کر کے لکھا ہے، وخلق
سواہم یعنی ان کے سوا ایک بڑی مخلوق نے ان سے حدیث سنی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔
ولم نجد له سماعاً من الأصحاب المتأخرين الذين كانوا معه
بالكوفة كالسبراء والي جحيفة وعمرو بن الحريث وقد دخل
على ام المؤمنين عائشة وهو صبي ولم يثبت له منها سماع۔
على انه روايته عنما في كتب ابى داود والنسائي والقف ودين۔

یعنی جو متاخرین صحابہ کو ذہبی ان کے زمانہ میں تھے جیسے حضرت براء بن عازب،
حضرت ابو جحیفہ، حضرت عمرو بن حریث، ان سے ہمارے علم میں ابراہیم نخعی کا سماع نہیں،
بچپن میں یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جلتے تھے مگر ان سے حدیث کا سماع ثابت
نہیں ہے، حالانکہ ان کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کی کتاب نسائی، ابوداؤد
اور ابن ماجہ میں ہے۔

امجد بن عبد اللہ عجل سے امام ذہبی روایت کرتے ہیں کہ لم يحدث عن احد من
اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وقد ادرك منهم جملة ورأى
عائشة، یعنی امام نخعی نے کسی صحابی سے حدیث نہیں سنی ہے، حالانکہ صحابہ کرام کی ایک
جماعت کا زمانہ پایا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا۔

لیکن یہ سب باتیں صحیح نہیں ہیں، حضرت ابراہیم کو متعدد صحابہ کرام سے حدیث سننے
کا فخر حاصل ہے۔ محمد بن سعد کہتے ہیں۔ دخل ابراهيم على ام المؤمنين عائشة

ومع نایب بن ارقم والمغيرة بن شعبه والنس بن مالک - یعنی حضرت امام ابراہیم غنی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر فرمادینے کا شرف حاصل ہوا ہے، اولاً انھوں نے حضرت زید بن ارقم، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت النس، بن مالک رضی اللہ عنہم سے حدیثیں سنی ہیں۔

خود حضرت ابراہیم فرماتے ہیں۔ اذ قلت قال عبد الله فقد سمعت من غیر واحد من الصحابة واذا قلت حدثني فلان فحدثني فلان یعنی جب میں یہ کہوں کہ عبد اللہ بن مسعود نے کہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس حدیث کو متعدد صحابہ کرام سے سنا ہے، اور جب یوں کہوں کہ مجھ سے نلال نے روایت کی ہے تو روایت کرنے والا بس وہی صحابی ہے۔

کو ذہب میں ان جیسی عظمت و شان والا کوئی دوسرا عالم و فقیہ ان کے زمانہ میں نہیں تھا فقہ میں جو ان کا مقام تھا وہ تو اپنی جگہ ہے، حدیث کے بارے میں بھی یہ سند تھے اور اس علم میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ لوگ ان کو حدیث کا "میر فی" یعنی کمر اکھڑا جانے والا کہا کرتے تھے۔

حضرت اعش فرماتے ہیں کہ کان ابراہیم صیر فی الحديث، یعنی حضرت ابراہیم حدیث کے کمرے کھولنے پہنچانے کے ماہر تھے۔

اسماعیل بن خالد سے روایت ہے کہ کو ذی مسجد میں امام شعی، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما ہو کر حدیث کا مذاکرہ کرتے تھے، جب کوئی مسئلہ پیش آتا اور اس بارے میں کوئی بحث نہ ہوتی تو سب کی نگاہیں ابراہیم کی طرف اٹھتیں۔

ان کے حافظہ کا عالم یہ تھا کہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی بات کہی نہیں، اور فرماتے تھے کہ جب آدمی کھینچنے کا عادی ہو جا تا ہے تو اس کا بھروسہ اسی پر ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم غنی کی تربیت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ خاص حضرت حماد نے بیس سال کا عرصہ گزارا تھا، اور انکی وفات کے بعد حضرت حماد ان کے جانشین ہوئے تھے۔

ابراہیم بنی جہاں حدیث دفعہ میں امامت کا درجہ رکھتے تھے وہیں زید و آثار اور جہاد میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا، حضرت امام زہبی فرماتے ہیں۔

كان رجلاً صالحاً، فقيهاً، متوقفاً قليل التكلف. یعنی حضرت ابراہیم نیک صالح، شہادت سے بچنے والے اور بہت کم تکلف والے تھے۔

حضرت ابراہیم جب نماز پڑھ کر لوٹتے تھے تو چہرہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دہریہ ہیں، کچھ دیر تک بالکل گم مہم ساکت بیٹھے رہتے، گویا آخرت کا تصور چھایا رہتا اور اللہ کے حضور حضور کی احساس ان کو خوف زدہ بنا دیتا۔

حضرت ابراہیم کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو آپ پر بہت زیادہ گمراہی طاری ہوئی لوگوں نے ان سے کہا کہ آخر اس قدر پریشانی کیوں ہے، تو فرمایا جس خطرہ میں میں ہوں اس سے بڑھ کر کیا خطرہ ہو سکتا ہے، اللہ کی طرف سے فرشتہ آنے والا ہے، اب میرا ٹھکانہ جنت ہے یا جہنم، خدا کی قسم میری خواہش ہے کہ میری روح میرے حلق میں قیامت تک بچنی رہے۔ حضرت ابراہیم کی بیوی ہنیدہ کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم کا معمول یہ تھا کہ وہ ایک روز نافہ دیکر روزہ رکھتے، حضرت ابراہیم کا اللہ نے بڑا باہمیت بنایا تھا اور انکی مجلس بڑی باوقار ہوتی تھی، عام طور پر لوگ انکی مجلس میں بہت باادب ہو کر حاضر ہوتے، حضرت منیر فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابراہیم سے اتنا ہی خوف کھاتے تھے جیسے امیر اور حاکم سے کوئی خوف کھاتا ہے۔

پچاس سے ساٹھ سال کی عمر میں حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا، جب انکی وفات ہوئی تو امام شافعی فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے بعد اپنے جیسا آدمی نہیں چھوڑا۔

کوثر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی کے علوم کے حاملین میں حضرت ابراہیم کا نام بہت نمایاں ہے، حضرت ابراہیم نے یہ علوم اپنے استاذ حضرت علقمہ سے حاصل کیا تھا، اور حضرت ابراہیم سے حضرت حماد نے اور حضرت حماد سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے، فقہ حنفی کی بنیاد میں حضرت ابن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علوم کا بہت بڑا دخل ہے۔ ان کا سال وفات لوگوں نے ۹۶ھ میں جو لکھا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۰۵)

واقعات

خلیفہ مستنصر بادشاہ کی حق پسندی اور قبول نصیحت

مستنصر بادشاہ مشہور عباسی خلیفہ تھا، اس کے دربار میں منذر بن سعید بلوطی کا آنا جانا تھا، منذر بن سعید علم و فضل میں کمال کے ساتھ ساتھ عابد و زاہد اور منکر کی تکمیل پر جادو و جہد کرتے تھے جابر بادشاہ ہوں اور امرار کے سامنے اظہار حق میں انکو ذرا بھی ہاک نہیں تھا۔

ایک دفعہ خلیفہ نے قرطبہ کے محل زرہ میں سونے چاندی کا ایک قہ بنوایا تھا، جس میں اس کی مجلس ہو کر قیام تھا، امرار سلطنت آئے اور بادشاہ کی تعریف میں رطب لسان ہوتے اور بادشاہ ان کی تعریف سے خوش ہوتا، ایک روز منذر بن سعید بھی اس جگہ پہنچے تو بادشاہ ان سے پوچھا کہ بتاؤ کہ مجھ سے پہلے کسی بادشاہ نے اس طرح کی عمارت بنوائی ہے؟ خلیفہ کے اس سوال پر منذر کے آنکھ سے آنسو جاری ہونے لگا اور انھوں نے خلیفہ سے کہا کہ بھاب میرا خیال نہیں تھا کہ شیطان آپ پر اتنا مسلط ہو جائے گا اور آپ کو کافروں کی جگہ لاکھڑا کر دے گا، تو خلیفہ مستنصر نے ان سے پوچھا یہ کیسے؟ تو منذر بن سعید نے قرآن کی یہ آیت پڑھی۔ **وَلَوْلَا اَنْ يَكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرْ بِالرَّحْمٰنِ لِيَسْقٰهُمُ سِقْفًا مِّنْ غَضَبٍ**۔

خلیفہ نے منذر کی جب یہ نصیحت سنی تو دیر تک اس پر اس نے جھکا یا اور پھر کہا اللہ تم کو میری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے بہتر بن بدلہ دے، تم نے حق بات کہی، پھر مستنصر نے قہ کو گرا دینے کا حکم دیا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲)

(۱) ترجمہ: یعنی اگر لوگ ایک ہی طوع کے نہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ہر تباہی کے گروہوں کی چھتیں چاندی کی۔

متنبی شاعر کا ذوقِ علم اور اس کی قوتِ حفظ

متنبی عربی کا مشہور شاعر ہے، اس کا شری دیوان مدارس عربیہ میں داخل نفاذ ہے اور عربی ادب کی کتابوں میں اس کو امتیازی مقام حاصل ہے۔

اس کا قصہ ہے کہ ایک دفعہ ایک کتاب والے کی دوکان پر گیا وہاں سے اہم جو کچھ کا مشہور نام ہے اس کی کوئی کتاب نظر آگئی اور متنبی دوکان پر بیٹھ کر اس کا مطالعہ کرنے لگا اور دیر تک اس کا مطالعہ کرتا رہا، جب بہت دیر ہو گئی تو دوکاندار نے زچ ہو کر کہا کیا تم اس کو زبانی یاد کرنا چاہتے ہو؟ تو متنبی نے کہا اگر میں نے اس کو یاد کر لیا ہو تو؟ تو دوکاندار نے کہا کہ میں تم کو یہ کتاب پڑھ کر دوں گا، تو متنبی نے اس کو پوری کتاب زبانی سنا دی، یہ کتاب تیس ورق میں تھی، دوکاندار اس کی قوتِ حفظ پر حیرت زدہ رہ گیا اور وہ کتاب اس کو دے دی۔

(سیر اعلام النبلاء، ص ۲۵۵)

مناظر کو مناظرانہ جواب

ابن ابی ہاشم لسانی کا نام ابو بکر محمد بن طیب تھا، اپنے وقت کے بہترین مناظر تھے۔ علم و فضل میں امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پلہ تھے۔

ان کے بارے میں ہے کہ ستر ہزار ورق انھوں نے اپنے قلم سے لکھا تھا، ان کا دستور یہ تھا کہ روزانہ سات بیس ترویح نماز نفل پڑھ کر بنیتس ورق اپنی کسی تصنیف کا لکھا کرتے تھے، ایک دفعہ ان کے درمیان ابو بکر سعید ہارونی کے درمیان مجلس مناظر منعقد ہوئی، ابو بکر ہارونی بھی اپنے وقت کے مشہور عالم و مناظر تھے، جب باقلانی نے گفتگو شروع کی تو اپنی بات کو بہت زیادہ پھیلا کر بیان کیا، پھر شرکاء مجلس سے کہا اگر ہارونی میری ان باتوں کو دہرائیں تو میں انکی بڑی تسلیم کروں گا اور وجیت انکی ہوگی، تو ہارونی نے شرکاء مجلس سے کہا اگر باقلانی خود اپنی بات کو دہرائیں تو میں اپنی ہارمان جاؤں گا۔ اس پر باقلانی دم بخود ہو گئے اور ہارونی کا پلہ بھاری رہا۔

(سیر اعلام النبلاء، ص ۱۳۳)

محمد اجمل مفتاحی

از مولانا عبداللہ صاحب کلاپوری

دراے بھی پڑھے

تصویر کا ایک رُخ

عمانی نوجوان کا حیران کن جواب

ایک مرتبہ جماعت والوں کے ساتھ ہم اردن گئے، حیدرکاون تھا، میں نے دیکھا کہ سینما ہال کے باہر فوجیوں کی بھینٹ لگی ہوئی ہے، ہم کوئی چیز خریدنے کیلئے جا رہے تھے، میں ان کے پاس تھوڑی دیر کے لئے کھڑا ہو گیا، اور میں نے ان سے کہا کہ تم اپنا پیسہ سینما کے اندر ڈال رہے ہو اور یہ اسرائیل تمہارے سینہ پر بیٹھا ہوا ہے، وہ وقت ۶۸-۶۹ کا تھا، میں نے کہا کہ وہاں بمباری ہو رہی ہے، تمہارے خیمے جلائے جا رہے ہیں اور تم سینما کی لائٹیں کھڑے ہو گئے ہو؟ انہوں نے مجھے جواب دیا۔ اليوم یوم العید وامرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نفرح بیوم العید۔ آج تو عید کلاں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم عید کے دن خوشی منائیں۔

یہ ہے مسلمان کی زندگی، مجھے اس وقت احساس ہوا کہ یہ قوم بربادی کے گڑھے پر کھڑی ہے اور پھر ہم نے وہ خیمے دیکھے جن میں بیچارے فلسطینی اپنے گھروں کو چھوڑ کر آ رہے تھے، خیمے پھٹے ہوئے ہیں، کپڑے پھٹے ہوئے ہیں، کھانے کا ٹھکانا نہیں اور یہ نیامینی میں لگے ہوئے ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ

ایک اسرائیلی افسر کا واقعہ

عمان کے اندر ایک مسجد کا نام ہے مسجد محط، اس مسجد میں ایک فلسطینی نے مجھے یہ قصہ سنایا کہ اسرائیل کے اندر نوجوانوں کی فوجی بھرتی ہو رہی تھی تو ایک والدہ آدمی نے جس کا کلن تاجیٹا تھا، متعلقہ افسر کے پاس جا کر کہا، میرا ایک بیٹا لڑکا ہے آپ اس کو معاف کر دیجئے اور ایسا سرٹیفکیٹ دے دیجئے کہ اسے ملٹری میں نہ جانا پڑے، اور ساتھ ہی اس نے یہ پیشکش کی کہ اتنی بڑی رقم آپ کو دوں گا، اس پر اس افسر نے کہا کہ اچھا کل بچے کو بھی لائیے اور پیسے بھی لائیے میں ذرا اسے دیکھ لوں، وہ پیسے لے کر گیا اور جاکر اس کے ڈیسک پر رکھ دیے اور بچے کو بھی دکھایا کہ یہ میرا بچہ ہے اس کو ملٹری میں بھرتی سے معاف کر دیا جائے، اس افسر نے ریوالور نکالا اور وہیں اس کو شوٹ کر دیا اور کہا کہ اگر اسرائیل کا ایک طبقہ اپنے بچوں کو پیسے دیکر بچلے گا تو ہماری حفاظت ان عربوں سے کیسے ہوگی۔

ازھدائے جہجداول

۶۳ کا بیقہ ۱۔

لیکن عالم عرب میں ان کی فتنہ طرازیاں جاری ہیں۔ اور یہ وہ گناہ ہے جو اشد من العسل ہے اللہ تعالیٰ نے اس فرعونیت کی خبر لینے کیلئے آپ کو مرسا بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ زمرم کی مالی حالت کو بہتر بنائے، تاکہ آپ اطمینان سے احقان حق کو فریضہ ادا کرتے رہیں۔ والسلام خیر اندیش

تاج الدین اشعر

محمد اجمل مفتاحی

طہاشیر اناری

خمار سلفیت

شیخ جنم نے کہا کہ کبھی کبھی ہمارے علماء بھی سچ بول دیتے ہیں

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا -

بیٹا - اباجی کچھ آپ نے سنا شیخ جنم حفظہ اللہ نے نمازیں سینہ پر ہاتھ باندھنا ترک

کر دیا ہے، اور اب وہ حقیقوں کی طرح زیر نفاذ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں -

باپ - جی بیٹا، میرے کان میں بھی یہ آواز پڑ چکی ہے، مشکل یہ ہے کہ ان کو اپنی طرف

واپس لانا ناممکن نہیں معلوم ہوتا، جب ان سے بات کرو تو وہ بھڑک جاتے ہیں اور

ہمارے علماء کو ایک کی دس سناتے ہیں -

بیٹا - تو اباجی، کیا انھوں نے حقیقت اختیار کر لی ہے، اور مذہب اہلحدیث کو ترک کر دیا ہے

باپ - بیٹا، نہیں وہ اتنے بے شرم نہیں ہیں کہ وہ سلفیت کو خیراً باد کہہ دیں، ابھی جمعہ جمعہ

آٹھ ہی روز کی بات ہے کہ ان کے لڑکے کو ہماری جماعت نے چنڈہ کر کے سعودیہ

بھیجا ہے، اور ان کی لڑکی کا دو ماہ قبل رشتہ کر دیا ہے -

بیٹا - اباجی تو پھر انھوں نے نمازیں سینہ پر ہاتھ باندھنا کیوں چھوڑ دیا ہے ؟

باپ - وہ کہتے ہیں کبھی کبھی ہمارے علماء بھی سچ بول دیتے ہیں -

بیٹا - اباجی - اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا، کبھی کبھی ہمارے علماء بھی سچ بول دیتے ہیں -

اس کا سینہ پر ہاتھ نہ باندھنے سے کیا تعلق ہے۔

باپ۔ بیٹا ہے، اور بہت بڑا تعلق ہے، وصل میں ان کے پاس حکیم صادق سیالکوٹی کی کتاب *مسئوۃ الرسول* کا محقق نیا ایڈیشن آگیا ہے، اور فتاویٰ ثنائیہ کی جلدیں بھی مل گئی ہیں انھیں کتابوں سے ان پر یہ راز کھلا ہے۔

دیکھو ہمارے حکیم صاحب نے اس کتاب میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا یہ حدیث ذکر کیا ہے، حضرت وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھا۔ مگر حکیم صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث انتہائی درجہ ضعیف ہے، مگر محقق ایڈیشن کے مؤلف نے بتلایا کہ۔

یہ سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کا (دسنین) مؤثر بن اسماعیل سیسی الحفظ ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب ۲۹۰/۷ میں کہا ہے، ابوزر ع نے کہا ہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا ہے، امام بخاری نے اسے مستکبر الحدیث کہا ہے، ذہبی نے کہا کہ یہ عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے۔ (میزان ۴/ ۲۲۸)

بیٹا یہ حدیث دوسرے طرق سے بھی ثابت ہے مگر محقق موصوف سب کو ضعیف بتلاتے ہیں۔ دیکھو ص ۲۲۸ و ص ۲۲۹

اب شیخ جن کا کہنا ہے کہ حکیم صادق نے صادق پوتے ہوئے بھی نہیں دھوکہ دیا تھا مگر ہمارا ایک عالم سچ بول گیا۔

بیٹا۔ اباجی حکیم صادق صاحب نے اتنا بڑا فراڈ کیا، ضعیف حدیث کو ایسا بیان کیا کہ گویا وہ صحیح ہے، استغفر اللہ۔

باپ۔ اسی وجہ سے شیخ جن حفظہ اللہ ہمارے علماء سے ناراض ہیں، اور انھوں نے اس مسئلہ میں خفیہ و خالک اتباع کا ہے، اور نمازیں اب وہ اپنا ہاتھ زیر ناف رکھتے ہیں۔

بیٹا - اباجی، تو ہمارا یہ غلط کہ ہم ائمہ دین لوگ صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں غلط اور نماز پر وہ پیگنڈہ ہوا؟

باپ - جی بیٹا، یہ ہمارا نرا دعویٰ ہی دعویٰ ہے، اور غلط پر وہ پیگنڈہ۔

بیٹا - اباجی، جب یہی واضح اور کھلی حقیقت ہے تو ہمیں اس پر وہ پیگنڈہ پر شرم کیوں نہیں آتی۔

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہوتی ہے۔
اس کی حقیقت سے ایک غیر مقلد عالم نے پردہ اٹھایا

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا۔

بیٹا - اباجی میرے سر میں شدید درد دھڑکا رہا ہے

باپ - ہوا کیا بیٹا؟

بیٹا - اباجی، بیچ بازار میں ہنڈیا پھوٹی، اور لڈو کی جگہ پتھر نکلا۔

اباجی، اب تک ہم کہہ چکے ہیں سمجھایا گیا تھا کہ کتاب و سنت سے یہ ثابت ہے کہ

ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، یہی مذہب حق ہے، اور اسلاف کا اسی پر عمل رہا ہے، صحابہ کے دور میں اسی پر فتویٰ دیا جاتا تھا۔

باپ - بیٹا، یہ بات بالکل صحیح ہے، ہمارے علامہ بحرانی نے اپنی کتاب تنویر الانوار میں اس

مسئلہ کو دو اور دو چار کا طرز عہد کر دیا ہے، کسی حنفی نے آج تک اس کتاب کا جواب
 دیکھنے کی ہمت نہیں کی۔

بیٹا - اباجی علامہ بحرانی جائیں چولے بھاڑیں، ان کی کتاب شریعوں کے پڑھنے کے لائق

ہی نہیں ہے، کوئی حنفی اس کا جواب کیا دے گا، اس وقت بات ہے ان سے بڑے

عالم بیہقی زباں علامہ دوران مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی کی ہے۔

باب۔ کیا ان کی تحقیق طلاق کے مسئلہ میں علامہ بھرائی کی تحقیق سے الگ ہے؟

بیٹا۔ اباجی، بیہقی وقت نے مسئلہ کی حقیقت سے پردہ اٹھایا، اب ہمارا دل ٹھنڈا

ہو گیا، شیخ جن اور شیخ کلو حفظہ اللہ بھی بہت خوش نظر آ رہے ہیں۔

باب۔ بیٹا تم لوگوں کی خوشی کی وجہ کیا ہے؟

بیٹا۔ اباجی، بات یہ ہے کہ ہم کو یہ غم ستا رہا تھا کہ طلاق کے مسئلہ میں سارے اہلسنت

ایک طرف ہیں اور ہم اکیلے تنہا ایک طرف، ہماری وہ عورتیں جن کو ان کے شوہروں نے

تین طلاق دی تھی اور پھر وہ ہمارے علماء کا فتویٰ حاصل کر کے اپنے شوہروں کے نکاح

میں رہ رہی ہیں وہ تمام اہلسنت کے نزدیک حرام کاری میں مبتلا ہیں، شوہر زنا کر رہا،

اور بیوی زنا کر رہی ہے اور بچے حرام پیدا ہو رہے ہیں، شیعوں کے سوا اہلسنت

کا کوئی امام ہمارے ساتھ نہیں ہے، ائمہ اربعہ اور تمام محدثین کے فتویٰ کے مطابق ہم

حرام کام میں مبتلا ہیں، یہ غم ہمیں ستاتا رہتا تھا، اب بیہقی زباں اور علامہ دوران نے

اس حقیقت سے پردہ اٹھا دیا کہ طلاق والا یہ مسئلہ جس پر ہم عمل کر رہے ہیں نہ صحابہ

کے زمانہ کا ہے اور نہ تابعین کے زمانہ کا اور نہ محدثین اور فقہار کے زمانہ کا نہ خیر القرون

میں اس کا وجود تھا یہ سات سو برس بعد کا ابن تیمیہ کے دور کا ایجاد کر رہے ہیں اور ہم اس

بارے میں کتاب وسنت کی نہیں ابن تیمیہ پیروی کرنے والے ہیں، اور انہیں کی تقلید

میں ہم نے تین طلاق کو ایک ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

باب۔ بیٹا یہ تم کیا کہہ رہے ہو، مولانا ابوسعید شرف الدین بھلا ایسا کیسا کہیں گے؟

بیٹا۔ اباجی، دیکھئے یہ فتاویٰ شائع ہوئے ہیں، اس کی جلد دوم کے صفحہ ۷۱ پر بیہقی زباں کا

لکھتے ہیں۔

محدثین کی طرف مجلس واحد میں تین طلاق کو ایک شمار کرنے کی نسبت میں کلام ہے۔

یہ سخت مخالف ہے، اصل بات یہ ہے کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے لیکر سات سو

سال تک سلف صالحین، صحابہ و تابعین و محدثین سے تین طلاق کا ایک مجلس میں
واحد شمار کرنا قرابت نہیں من ادعیٰ فغلیبہ البیان بالبرہان و دودنہ نور الانوار
دینی جو اس کا مدعی ہے وہ دلیل لائے اور وہ دلیل نہیں لاسکتا۔

اور صفحہ ۲۱۹ پر لکھتے ہیں :

(تین طلاق ایک مجلس کی محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہے)

یہ مسلک صحابہ و تابعین تبع تابعین وغیرہ محدثین متقدمین کا نہیں ہے یہ مسلک
سات سال کے بعد کے محدثین کا ہے، جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتویٰ کے پابند ہیں اور
ان کے متقدم ہیں، یہ فتویٰ شیخ الاسلام نے ساتویں صدی کے اخیر یا آٹھویں میں دیا تھا،
اس وقت کے علماء نے انکی سخت مخالفت کی تھی۔

باپ۔ بیٹا۔ یہ یوں ابوسعید شرف الدین معلیٰ اہل حدیث عالم نہیں ہیں، علامہ بکرانی تو ان کے

سلسلے طفلی کتب سے بھی کمتر ہیں، مگر یہ بتلاؤ تم لوگوں کی خوشی کی وجہ کیا ہے؟

بیٹا۔ اباجی، اب ہمارے دلوں سے غم کا بادل چٹھا، اب ہمارا اپنی عورتوں کو زنا کاری کی لعنت
سے بچالیں گے، اور اپنا مسلک بھی اہلسنت کے مسلک کے مطابق بنائیں گے۔

شیخ کلواذہ شیخ جن حفظہما اللہ کل اسی سلسلے کا ایک بیٹھک کرنے والے ہیں۔

باپ۔ بیٹا بیہقی زمان اور علامہ دوراں نے تو تمام علماء اہل حدیث کو جرح بھی کر دیا ہے دیکھئے

دن کا کیا رد عمل سامنے آتا ہے۔

بیٹا۔ اباجی آج جی خوش ہو گیا کہ ہمارے علماء کبھی کبھی سچ بھی بول دیتے ہیں۔

باپ۔ جی بیٹا، ایسا دقتہ بھی کھچے گا ہے پیش آجا۔

بیٹا۔ اباجی مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے علماء کبھی کبھی ہی کیوں سچ بولتے ہیں، ہمیشہ کیوں نہیں

سچ بولتے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

(۱۱) علامہ مصوفی شاہ بیل کی تقریر اور شیخ جن کا زبردست احتجاج

بیٹا - اباجی

باپ - بھائی بیٹا

بیٹا - اباجی صوفی شاہ بیل کو جو تقریر علامہ بکرانی نے رٹوائی تھی اس پر شیخ جن حفظ اللہ نے زبردست احتجاج کیا انسان کی تقریر ادھوری رہ گئی۔

باپ - بیٹا وہ تقریر تو بڑی زبردست تھی، جب وہ اپنی چھت پر رٹ رہے تھے تو میں نے خود سنا تھا مولوں سے بریز تھی۔

بیٹا - اباجی مگر شیخ جن حفظ اللہ تو گرج رہے تھے کہ جو علامہ کے خلاف زبان ہلاتا ہے وہ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کا منکر ہے، علامہ کا مکمل قرآن اور مجمع حدیث میں ہے۔
باپ - بیٹا یہ تو ہمارے مذہب پر زبردست حملہ ہے اور شیخ جن حفظ اللہ نے اگر یہ عمل کیا ہے تو انھوں نے بہت باکیا، اسی مسئلہ کو لیکر قوم نے کتنے خفیہ جواہر کو سلفی بنا دیا ہے۔

بیٹا - اباجی شیخ جن حفظ اللہ کو ان تمام خائفوں کا علم ہے مگر وہ اس تقریر سے سخت برہم تھے، اور صوفی شاہ بیل دم بخود تھے ان کی بات کا کوئی جواب انکے پاس نہیں تھا۔

باپ - شیخ جن حفظ اللہ کا کہنا کیا تھا۔

بیٹا - اباجی شیخ جن کہہ رہے تھے کہ علامہ کا مرتع حکم کتاب اللہ میں ہے، قرآن کے دوسرے پارہ میں ہے۔ فان طلقها فلا تتصل له من بعد حتى تتكبح من دجائغی۔

(۱۱) علامہ ایک شرعی فقہی اصطلاح ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیا اور اس مطلقہ نے کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر لیا پھر اس دوسرے نے بھی اسکو طلاق دیدیا، تو اب اگر پہلا شوہر اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اسی وقت اس سے نکاح کر سکتا ہے جبکہ دوسرے شوہر نے اس عورت سے صحبت بھیج کر کیا ہو۔

میں اگر کسی نے بیوی کو تین طلاق دے دیا تو وہ شوہر کے لئے حلال اسی وقت ہوگی جب اس نے کسی اور سے نکاح کر لیا ہو۔

اور یہاں نکاح سے صرف عقد نکاح مراد نہیں ہے بلکہ نکاح کے بعد دوسرے سے محبت، معیہ، بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے، بخاری شریف جلد ثانی صفحہ ۹۱، میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیا تو اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا، اس دوسرے نے بھی اس کو طلاق دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا یہ عورت پہلے شوہر کیلئے حلال ہے (یعنی وہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے) تو آپؐ نے فرمایا کہ نہیں جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے لطف اندوز نہ ہو لے۔

شیخ جن حفظہ اللہ کا کہنا تھا کہ اب جو حلالہ کو حرام بتلائے وہ کتاب و سنت کا منکر ہے۔

باب - بیٹا شیخ جن کی بات تو بڑی ذہنی ہے، مگر حدیث میں یہ بھی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ حلالہ کرنے اور کرنے والے پر لعنت کرتا ہے، اس کا جواب شیخ جن کے پاس کیا ہوگا۔

بیٹا - اباجی، شیخ کو حفظہ اللہ نے یہ بات اٹھائی تھی تو شیخ جن حفظہ اللہ کا انداز اور بیان ہو گیا، وہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے علماء ہمیشہ عوام کو دھوکہ اور فریب دیتے ہیں حضورؐ نے تو اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو اس ارادہ سے شادی کرے، نہ کہ مطلق حلالہ کو شریعت نے حرام کیا ہے، اور جس شخص کا مقصد شادی سے یہی ہو اس کا یہ فعل تو سب کے نزدیک گناہ اور باعث لعنت ہے، احاف کی کتابوں میں صاف صاف اس کی تصریح ہے۔

باب - بیٹا یہ بات تو ہے، خود ہیہ میں حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے کو حرام لکھا ہے۔

بیٹا - اباجی ہمارے علماء دونوں سے خدا کا خوف اور شریعت کا احترام اور کتاب و سنت

کا اکرام ہاں کل بکل گیا ہے، وہ قرآن و حدیث کی غلط تشریح کر کے کتاب و سنت سے جائزہ مسئلہ کو ناجائز بتلاتے ہیں، اور فقہ حنفی کی کتابوں کی صحیح بات بیان نہیں کرتے۔
یادہ فقہ حنفی اور کتاب و سنت کی صحیح سمجھ ہی سے محروم ہیں؟
باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

امام بخاری کا مایہ ناز حدیثی سرمایہ اور شاگردانِ امام ابو حنیفہ

بیٹا - اجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - آپ نے معلوم کر لیا،

باپ - کون سی بات بیٹا؟

بیٹا - وہی جو شیخ جن حفظ اللہ آپ سے پوچھ رہے تھے کہ بخاری شریف میں امام بخاری کا مایہ ناز حدیثی سرمایہ کیلئے، تو آپ نے کہا تھا کہ مجھے معلوم نہیں، شیخ کلو حفظ اللہ سے پوچھ کر بتلاؤں گا؟

باپ - جی ہاں بیٹا، کل میں ان کے گھر گیا تھا، ان سے میں نے یہ بات پوچھی تو پہلے تو وہ کچھ دیر بیٹھے سوچے ترہے، پھر بڑی دلی زبان سے فرمایا کہ وہ سرمایہ ان کی تلاشیات میں^(۱) یعنی وہ احادیث جن میں امام بخاری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف تین واسطے ہیں۔

بیٹا - یا احادیث امام بخاری کا قابلِ فخر سرمایہ کیوں کہلاتی ہیں؟

باپ - بیٹا، محدثین کے نزدیک حلو سند کی بڑی اہمیت ہے یعنی جو حدیث جتنے کم واسطے سے حضور تک پہنچتی ہے اس کی قیمت اتنی ہی اونچی ہوتی ہے، صحاح ستہ کے

(۱) تلاشیات ان احادیث کو کہا جاتا ہے کہ جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف تین واسطے ہوں۔

معنی میں سے تین واسطوں والی (یعنی ثلاثیات) حدیث سب سے زیادہ بخاری

شریف میں ہیں، یعنی ۲۱ احادیث بخاری شریف میں ایسی ہیں

بیٹا۔ اباجی تو شیخ جن حفظہ اللہ کو اس کا اظہار کرنے میں تردد کیوں ہو رہا تھا، یہ تو امام بخاری کی تصریف تھی۔

باپ۔ بیٹا وہ بات ذرا گہری ہے، بات یہ ہے کہ امام بخاری کا جو یہ تاجل فخر سرایہ ہے جس کی کل تعداد اکیس ہے اس میں سے پندرہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں سے امام بخاری کو ملی ہیں، کئی بنی ابراہیم امام ابو حنیفہ کے خاص شاگرد ہیں صرف ان سے امام بخاری کو گیارہ ثلاثیات حاصل ہوئی ہیں، اور ابو عاصم النبیل بھی امام ابو حنیفہ اور امام زہرہ رحمہما اللہ کے بلاد واسطہ شاگرد ہیں ان سے امام بخاری کو پانچ ثلاثیات ملی ہیں، اس طرح اکیس ثلاثیات میں سے سولہ صرف امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کے واسطہ سے ہیں، بقیہ پانچ دوسرے محدثین کے واسطہ سے ہیں، تو شیخ جن حفظہ اللہ گہرا رہے تھے کہ کہیں میں ان ثلاثیات کا ان سے تفصیل نہ پوچھ دوں، وہ اس تفصیل کو چھپانا چاہتے تھے۔

بیٹا۔ تو اباجی آپ کو یہ تفصیل کہاں سے معلوم ہوئیں۔

باپ۔ بیٹا یہ تفصیل مجھے دیوبند کے ایک مولوی نے بتلائی تھی۔ اس نے بتلایا کہ بخاری شریف میں ان ثلاثیات کو حاشیہ پر نشان لگا کر واضح کر دیا گیا ہے جس کا جی چاہے دیکھ سکتا ہے۔

بیٹا۔ اباجی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام بخاری پر شاگردان امام اعظم کا زبردست احسان ہے۔

باپ۔ جی بیٹا، مگر ہمارے علماء یہی کہتے ہیں کہ احاف کو حدیث سے واسطہ نہیں ہوتا،

بیٹا۔ اباجی، ہمارے علماء کو آفتاب پر دھول ڈالنے میں کیوں مرہ آتا ہے۔

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

ایک خط امام مدبر رحمہ

کتبہ اثریہ کے شائع ہونے والے رسالہ "کیا ابن تیمیہ اہل سنت والجماعت
میں سے ہیں؟" کے بارے میں مشہور صحافی و ادیب جناب اشعر اہم نگری
کا اظہار تاثر ————— (اداسلا)

باسمہ تعالیٰ

ناج الدین اشعر
رام نگو واکرسی

مولانا محترم سلام ورحمۃ

زفرم کا تازہ شمارہ کتاب کی شکل میں ہمدست ہوا۔ ایک ہی سانس میں پڑھ کر
ختم کر دیا۔ بڑی معلومات آفریں اور چشم کشا کتاب ہے۔ امام ابن تیمیہ کے مقام اور مرتبہ کی
دھاک ساری دنیا پر بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے مولانا ابوالکلام آزاد کے تذکرہ اور ان کی کتاب
دعوت و عزیمت میں امام موصوف کی جو شان دیکھی ہے اس کا رعب اور اثر دل پر طاری ہے
اپنے انکی عظمت و تجربہ کے بجائے ادھر دیتے ہیں، موجودہ غیر مقلد طبقہ کی نار و روش اور درپردہ دنیا
کا جواب دینے کیلئے یا انکو جواب کرنے کیلئے آپ کی جتنیں بھتی ہیں، لیکن یہ جان کر لام موصوف
کی قدر یہ کچھ افنا نہ بھی ہوا ہے کہ انھوں نے ان حقائق کو جو ان کا توں تسلیم کیا ہے جو اب روایت
کے مسلک ہی کا جزو ہے، ویسے کہیں نہ کہیں تو امت کے ہر عظیم فرد کے قدم دنگ لگتے ہیں۔
یہ میرا اپنا تاثر ہے۔ آپ نے مجاہد کے ضمن میں جو کچھ لکھا ہے ٹھیک لکھا ہے، ایک
قابل قدر کتاب وجود میں آگئی، جس میں مزید وسعت کی گنجائش تھی، کیونکہ آپ نے اس سلسلے
میں ان کی تمام کتابوں کو ابھی نہیں کھنگالا ہے۔ محدث بنارس اور غالباً ترجمان تو مٹھڑے پر گئے ہیں۔

بقیہ صفحہ پر

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

قرآن کا ایک لقب فرقان بھی ہے

قرآن کا ایک لقب فرقان بھی ہے (یعنی حق و باطل میں جدائی پیدا کرنے والا) جس سے معلوم ہوا کہ قرآن ہمیشہ جوڑتا ہی نہیں ہے بلکہ کہیں جوڑتا ہے اور کہیں توڑتا ہے، جو لوگ حق پر ہوں ان کے ساتھ وصل (جوڑنے) کا حکم ہے اور جو باطل پر ہوں ان کے ساتھ فصل (توڑنے) کا حکم ہے۔

پس یہ سخت غلطی ہے جس میں لوگ آجکل مبتلا ہیں کہ جہاں دو جماعتوں میں اختلاف دیکھتے ہیں دونوں کو مورد ملامت بنانے لگتے ہیں، کہ تم کیسے سلمان ہو کہ آپس میں اختلاف کرتے ہو اور دونوں کو باہم اتفاق پر مجبور کرتے ہیں، جس کا مطلب سما اس کے اور کیا ہے کہ دیندار کو دین چھوڑ کر بدین ہو جانا چاہئے اور صاحب حق، حق چھوڑ کر باطل طریقہ اختیار کر لے اور اس کا غلط ہونا ظاہر ہے بلکہ مقتضائے عقل یہ ہے کہ جب دو جماعتوں یا دو شخصوں میں اختلاف ہو تو اول یہ معلوم کیا جائے کہ حق پر کون ہے اور نامی پر کون، جب حق متعین ہو جائے تو صاحب حق سے کچھ نہ کہا جائے بلکہ اس کا ساتھ دیا جائے اور صاحب باطل کو اس کی مخالفت سے روکا جائے، قرآن میں اس پر ایک جگہ لفظ ہے۔ فَقَاتِلُوا الَّذِينَ تَبَغُّوا حَقَّ تَعَالَىٰ أُولَٰئِكَ الْأَشْرَارُ (یعنی اس جماعت سے قتال کرو جو آمادہ بغاوت ہے تا آنکہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔)

(انوار شرف التفسیر)

مکتبہ اثریہ قاسمی غازی پور سے شائع ہونیوالا دواہتی دینی و علمی مجلہ

جلد ۱۱ — شمارہ ۲



ربیع الاول، ربیع الثانی

۱۴۲۹ھ

سالانہ چندہ — ۷۰ روپے

پاکستان کیلئے

پاکستانی ایک سو پچاس روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ
غیر مالک سے وراثت دار امریکی

مدیر مسئول و مدیر التحریر
محمد ابو بکر غازی پوری

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل ریسید غازی پور یوپی

موبائل نمبر 94534 97685

پین کوڈ 23 3001

محمد اجمل مفتاحی مسو ناتھ بھنجن یوپی انڈیا

فہرست مضامین

۲	دیپ	قدس حضرت یونس کا
۷	"	ایک قابلِ تحسین اقدام
۹	محمد ابو بکر غازی پوری	ایک عالم ربانی کا حادثہ وفات
۱۵	" "	ایک عارفِ راشد کی رحلت
۲۴	" "	مقامِ صیاد
۳۵	" "	احیاءِ العباد
۳۸	" "	دعا قنوت کیلئے ہاتھ اٹھانے کے بعد اس کا دوبارہ باندھنا
۴۲	محمد عبداللہ غازی پوری	بریلوی مذہب پر ایک نظر
۴۹	دوا	مولانا محمد مقدس دین الکاوی کے کچھ ارشادات
۵۳	ظہیر شاہ	خمارِ سلفیت
۵۸	محمد ابو بکر غازی پوری	سفرِ پاکستان

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

قصہ حضرت یونس کا

نحزم کے قارئین نے زحرم کے گزشتہ شمارے میں حضرت مولانا یونس صاحب دامت برکاتہم شیخ اکیڈمیت مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے متعلق میرا ایک سخت اداریہ پڑھا ہوگا۔ یہاں بہت صفائی سے عرض کر دوں کہ گجرات کے کفلیہ مدرسہ کے جلسہ میں حضرت شیخ نے میرے بارے میں جو کچھ کہا تھا اس کا میرے ادب و تعلما کوئی اثر نہ پہلے تھا نہ اب ہے، نہ اداریہ کسی انتقامی جذبہ سے لکھا گیا تھا، اب جو غازی پوری دسیوں سال سے غیر مقلدین سے بچہ آزمائی کر رہا ہے، اور اس نے اس طویل مدت میں اپنے غیر مقلدین کو کم فراؤں سے نظم و نثر میں اتنا کچھ سن لیا ہے کہ اب اس کی ذات پر کسی کا بھی لعن و لعن اس کو متاثر نہیں کرتا، اس سخت و تند اداریہ لکھنے کی جو چیز محرک بنی تھی، وہ حضرت شیخ کا کفلیہ کا ایک مجلس میں بلا کسی تقریب کا ایک بزرگ کا قصہ سناتے ہوئے یہ جملہ تھا، کہ وہ اتنے بڑے بزرگ تھے کہ ابو حنیفہ بھی انکی مجلس میں آتے تو وہ انکو بھی پیش کر دیتے، یعنی دھکا مار کر نکال دیتے، حضرت شیخ کے بارے میں جو اتاریہ بات کا فون میں پہنچ رہی تھی کہ وہ اپنے درس میں فقہ حنفی کا رد کرتے ہیں اور امام اعظم کی شان میں نامناسب کلمات کا استعمال کرتے ہیں، اب جب کہ ان کے اپنے لافوں سے بھی حضرت کا امام اعظم کے بارے میں یہ ناشائستہ جملہ سنا تو یہ میرے لئے ناقابل برداشت تھا، میں تو اس وقت اس مجلس سے اٹھ کر چلا آیا، پھر صبح کے جلسہ میں جو کچھ حضرت شیخ نے فرمایا اس کے اعادہ

کی ضرورت نہیں ہے، گزشتہ زمزم کے شمارہ میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا یونس صاحب کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور انھوں نے بذریعہ فون یہ اطلاع دی کہ جب سے انھوں نے میرا ادارہ پر چاہے وہ اشرف کے حضور رو رہے ہیں گڑ گڑا رہے ہیں اور توبہ و استغفار کر رہے ہیں، اور حضرت نے اپنی وسعت نظر کی مظاہرہ کرتے ہوئے مجھ سے بھی معافی مانگ کر مجھے بے انتہا شرمندہ کیا، حضرت نے اپنی فونی گفتگو پر صاف صاف عرض کیا کہ ان کے دل میں حضرت امام اعظم سے کوئی بیگانی نہیں ہے، البتہ کبھی کبھی تقریباً کچھ جملے امام اعظم کے بارے میں تشبیہ طباہی تلامذہ کے لئے وہ کہہ دیا کرتے ہیں، البتہ مسائل فقہ حنفیہ کے رد و ابطال کے بارے میں حضرت نے کوئی صاف بات نہیں کہی کہ اس بارے میں ان کا رد یہ وہی رہے گا جو سابق میں رہ چکا ہے یا اس کے بارے میں حضرت کچھ سوچیں گے، فیصلہ تو حضرت کو کرنا ہے کہ وہ کریں گے کیا مگر آزادہ اخلاص ان سے ایک بات میں عرض کر دیں گا کہ حضرت جس مسند حدیث پر آپ کو سہارنپور کی درگاہ میں بٹھلایا گیا ہے، وہ حضرت شیخ نور اللہ مرتدہ کی جگہ ہے، وہ صاحب بذل المجہود حضرت سہارنپوری نور اللہ مرتدہ کی جگہ ہے، یہ حضرات اکابر فقہ حنفی کے ترجمان تھے، اور امام اعظم کو اپنا مقتدی اور اپنا امام مانتے تھے اور فقہ میں انھیں کے مقلد تھے، اگر کسی وجہ سے مسائل فقہیہ میں آپ کی تحقیقات ان اکابر کی تحقیقات سے الگ ہو گئی ہیں اور آپ مسلک فقہ حنفی سے تو بکرچکے ہیں جیسا کہ بعض حضرات سے معلوم ہوا ہے تو پھر آپ کی دیانت کا تعاضد یہ ہے کہ ذمہ داران مدرسہ کو آپ اس کی اطلاع دے دیں کہ میرا فقہی مسلک اب تبدیل ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو مجھے میری جگہ پر باقی رکھیں اور چاہیں تو دوسرا کوئی انتظام کر لیں، اگر آپ کی اطلاع کے بعد بھی ذمہ داران مدرسہ آپ کو اس جگہ پر باقی رکھتے ہیں تو آپ ہذا اللہ ہی ہیں، اور آپ کو پورا حق ہے کہ اپنی جدید فقہی تحقیقات کو اپنے درس میں بیان کریں، آپ کی دیانت داری اور دیانت داری کا یہ تعاضد ہے، پھر آپ ہر الزام سے بری ہو لگے اور آپ کے درس میں آپ کی دوسری تقریروں سے جو طلبہ کا ذہن بدل رہا ہے اس کی ساری ذمہ داری حد

مثلاً ہر العلوم کے ذمہ دار علیا پر ہوگی۔

بہر حال مولانا یونس صاحب نے اپنی کوتاہی کا اعتراف کر کے جس دریا دلی کا ثبوت دیا ہے وہ بڑی بات ہے اور بڑے ہی لوگوں سے وہ صادر ہوتی ہے، اور اب مجھے بھی اتنی شرمندگی اور ندامت ہو رہی ہے کہ میں نے حضرت مولانا یونس صاحب شیخ اکھمیث کے بارے میں اپنے مضمون میں سخت بھلے استعمال کئے ہیں، وہ بالکل غیر مناسب اور نامتقول تھے، اور شدت جذبات میں صادر ہوئے تھے، امید ہے کہ مولانا ان سے صرف نظر فرما کر مجھے بھی معاف فرمائیں گے۔

دہا اہل گجرات کے بارے میں آپ کے سخت جملوں کے استعمال کا یعنی گجراتی بڑے غیث ہوتے ہیں، گجراتی محنت ہوتے ہیں، گجراتی بیوقوف قوم ہے، گجراتی بڑے بخیل ہوتے ہیں، تو ان جملوں کا استعمال انتہائی درجہ بھاری شریف کی مبارک تقریب کے موقع پر اس قوم کے بارے میں جس کے آپ یہاں تھے میرا سمجھ سے بالکل باہر تھا، خصوصاً جب کہ یہ جملے بلا استناد و زمان و مکان و شخصیات تھے، یعنی تمام اہل گجرات اور پوری گجراتی قوم کے لئے آپ ان کا استعمال کر رہے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ گجرات کے اکابر علماء جو میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کو سخت تکرہ ہو رہا تھا اسی بنا پر میں نے اپنے اولیہ میں اس ناگواری کا اظہار کیا تھا، اور آپ کے بارے میں میرے قلم سے کچھ سخت جملے نکل گئے تھے، مگر اب میں اپنے ان تمام جملوں کو واپس لیتا ہوں اور ہمارے ان جملوں سے آپ کو جو تکلیف پہنچی ہے تو آپ مجھے معاف فرمادیں، یہ اسلئے عرض کر رہا ہوں کہ آپ کے شاگردوں کے ذریعہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ اہل گجرات کے حق میں ان جملوں کا استعمال بطور محبت کرتے ہیں، اور ان جملوں کے استعمال سے اہل گجرات خوش ہوتے ہیں اور اس کو اہل گجرات سے آپ کے خصوصی تعلق کا منظر جاننے ہیں، جب میرے علم میں یہ بات آگئی ہے تو اب مجھے اہل گجرات کے حق میں ان جملوں کا استعمال پر ذرا بھی تعجب نہیں ہے، اور نہ مجھے اس پر اب کوئی اعتراض ہے، جب اہل گجرات ہی اس سے خوش ہیں تو پھر کسی کو کیا اعتراض، بلکہ ایک صاحب تے تو آپ کے ان جملوں کے استعمال پر باقاعدہ قرآن شریف سے استدلال بھی کیا، انھوں نے مجھ سے فخر فرمایا کہ آپ نے قرآن میں

سورہ حبس دتولی نہیں پڑھی ہے، اور ان کے اس لطیف آفرقانی استدلال پر مجھے غماز سلطنت والے شیخ جن جن حفظہ اللہ یاد آگئے۔ ایک دفعہ انھوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا ہری ہری گھانس چرا کر دو، شاگردوں نے پوچھا حضرت کیوں؟ تو فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں ہے کہ حدیث میں ہے کہ حضور مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم کو کدہ پسند تھا۔

یہی ماہر قرآنیات صاحب جو فون پر تڑپ کر اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہے تھے، میں نے جب ان سے کہا کہ حضرت آپ کیوں خفا ہو رہے ہیں، مولانا یونس صاحب نے حضرت امام اعظم کے بارے میں جو فرمایا تھا، اس سے توبہ کر لی ہے تو انھوں نے بڑی گرجدار آواز میں فرمایا، امام ابو حنیفہ کا ذات ایسا نہیں ہے کہ ان کے بارے میں کچھ کہا جائے تو اس سے توبہ کی جائے، میں آپ سے آکر اس بارے میں گفتگو کر سکتا ہوں، تو میں نے جلدی سے فون بند کر دیا اور کانپ کر رہ گیا کہ

کس شیر کی آمد ہے کہ دن کانپ رہا ہے

بہر حال حضرت مولانا یونس صاحب سے معاملہ صاف ہو چکا ہے، اب ذمہ داری ذمہ داران مدرسہ مظاہر العلوم اور وہاں کی انتظامیہ اور راہنہ شری کی ہے کہ مظاہر العلوم چاہا کر کی یادگار دارالعلوم دیوبند کے بعد دوسری دینی و علمی درسگاہ ہے اس کی سہ شہینت سے امام اعظم اور فقہ حنفی کے خلاف خشت زنی کو برداشت کرتے رہیں گے یا اس کا کچھ مادی بھی ان کے پاس ہے، فیصلہ اب ان کو کرنا ہے۔

ایک قابل تحسین اقدام

اور

قارئین زرمزم سے گزارش

قارئین زرمزم کو یہ معلوم ہے کہ ادارہ زرمزم کے پاس مالی وسائل نہ ہونے کے برابر ہیں زرمزم تنہا تو فیق خداوندی کے بعد مدیر زرمزم کی کاوش و کوشش اور جذبہ خدمت دین حق و دفاع عن السلف و احقاقِ مذہبِ اہلسنت خاطر راہ کی ہر مشکلات کو نظر انداز کرتے ہوئے مسلسل دس سال سے بلا ناخود بلا انقطاع نکل رہا ہے، اس مدت میں کئی دفعہ ایسا محسوس ہوا کہ اہل حق کا یہ سفینہ شاید اپنا سفر جاری نہ کر سکے لیکن خدا تعالیٰ نے غیب سے دستگیری فرمائی اور سفر جاری رہا، ایک دفعہ زرمزم تقریباً پچاس ساٹھ ہزار روپے کے قرض میں دب گیا، اس کی اطلاع جب میرے بعض عزیز شاگردوں کو ہوئی تو انھوں نے ایک بڑی رقم دیکر زرمزم کو اس بوجھ سے نکالا۔

اب صورت پھر کچھ ایسی ہی ہو رہی ہے، بیسہ نہ ہونے کی وجہ سے ادارہ کی کئی اہم کتابیں شائع نہیں ہو پا رہی ہیں، سائن غیر متعادلین، سبیل الرسول پر ایک نظر، آئینہ فیہ مقلدیت، مقام صحابہ کتاب و سنت اور تاریخ کی روشنی میں اور مولانا مودودی، برہنہ مذہب پر ایک نظر، محدثین کی قوت حفظ، تاریخ کی روشنی میں، ان کتابوں کے مصنف کے پاس بھی نسخے نہیں ہیں، احباب کا تعاون ہوتا ہے کہ ان کتابوں کو شائع کر دے، مگر ادارہ کی مالی حالت نے ہمیں مجبور کر رکھا ہے۔ زرمزم کے خریداروں کا چندہ ایک سال آگے تو دو سال اس کا پتہ ہی نہیں چلتا، مجبوراً کئی سو خریداروں کا نام رجسٹر سے کاٹ دینا پڑا۔

ادارہ کی مالی حالت کا جب ہمارے کرم فرما اور دوست دیوبند کے فاضل اور عالم ڈاکٹر منظور احمد صاحب قاسمی بھیمنڈی کو پتہ چلا تو ازراہ کرم ادارہ کی مساعیت کیلئے خود زمزم کے خریداروں کی تعداد بڑھانے کی طرف توجہ فرمائی اور تقریباً ۳۵ خریدار وہ بنا چکے ہیں، اگر یہ جذبہ خیردوسروں میں بھی پیدا ہو جائے تو زمزم کی گاڑی چلتی رہے اور اس کا سفر جاری رہے۔

اگر کوئی صاحب ادارہ زمزم کی کتابوں کو اپنی طرف شائع کرنا چاہیں، کو ادارہ اس کے لئے بھی تیار ہے، کسی بھی کتاب کے ایک ہزار نسخے پر ادارہ کو صرف ڈھائی سو نسخے دیدیں بقیہ ساڑھے سات سو نسخے ان کا ہوگا، وہ چاہے مفت تقسیم کریں چاہے فروخت کریں۔ ادارہ زمزم کو اس پر کچھ اعتراض نہ ہوگا، البتہ شرط یہ ہے کہ وہ کتاب ادارہ اپنی نگرانی میں طبع کرائے گا۔

امید ہے کہ قارئین زمزم میں ایسے اہل خیر ہوں گے جو اس کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ عام قارئین کرام سے زمزم کی اشاعت بڑھانے کی طرف توجہ کرنے کی درخواست ہے، ڈاکٹر منظور احمد صاحب کا قابل تحسین اقدام اس کے لئے نقش راہ ہے۔

فقط

مدیر زمزم

ن ن ن ن ن ن
ن ن ن ن ن ن

ایک عالم ربانی کا حادثہ وفات

میں اپنے رب کو کس زبان سے شکر ادا کروں اور وہ زبان کہاں سے لاؤں وہ قلم کہاں سے مجھے ملے کہ میرے رب کو کیم کی مجھ پر جو بے انتہا بندہ نوازیں ہیں اس کا کچھ بھی ذکر کر سکوں، اللہ نے اس ظالم و جہول کو کیسی کیسی نعمتوں اور کیسی کیسی سعادتوں سے نوازا، میں سوچتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں، ایک بندہ ناہنجار، معاصی اور معاصی سے پر جس کا دامن گناہوں اور سیئات کے چھینٹوں سے آلودہ، اس کے باوجود اس بندہ حقیر و ذلیل پر اللہ کی رحمتوں اور اس کی نوازشوں کی مسلسل بارش۔

اللہ کی ان بے شمار نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت اللہ کے نیک و صالحین بندوں کی زیارت انہی محبت اور انہی دعاؤں کا حاصل ہوتا ہے۔

سال گزشتہ جو میرا پاکستان کا سفر ہوا تھا، تو مجھے ایک دلی کامل اور عالم ربانی سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا، یہ حضرت مولانا سید امین شاہ تھے، جو پاکستان میں حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے قدیم شاگرد تھے، دارالعلوم سے ان کا سن فراغت ۱۳۳۷ھ ہجری تھا۔

حضرت شاہ جی کا گزشتہ ۱۳ شوال ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو انتقال ہو گیا انشاء اللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے بارے میں پاکستان کے اہل علم کی گواہی ہے کہ وہ قطب وقت تھے، صلحاء و علماء کے مجدد تھے، جن کے پاکستان میں سیکڑوں تلامذہ ہزاروں مستفیدین

اور لاکھوں کی تعدادیں حقیقت مند تھیں۔

میں اپنے میزبان مولانا محمد ایاس صاحب گمن اور ان کے مدرسہ کے استاد مولانا محمود اکاروی کے ساتھ دودھرن جا رہا تھا کہ مولانا محمد ایاس نے کہا کہ راستہ میں ایک جگہ مخدوم پور پڑتی ہے، وہاں ایک بزرگ سید امین شاہ صاحب ہیں، جو دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے ہیں اور حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید ہیں، سو سے زائد ان کی عمر ہے، پاکستان میں ان کا وجود باعث برکت سمجھا جاتا ہے، عقیدہ و مسلک کے بارے میں حضرت مدنی کی یادگار ہیں، اس طرف سے جب اہل علم اور اہل دین گزرتے ہیں تو شاہ صاحب سے ملاقات کو اپنی بڑی سعادت سمجھتے ہیں، اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان سے ملنے ہوئے ہم دودھرن چلیں، میں نے ان سے کہا کہ یہ میرے لئے بڑی سعادت کی بات ہوگی، غالباً مولانا محمد ایاس صاحب اور مولانا محمود نے حضرت شاہ صاحب کو پہلے سے اطلاع کر دی ہوگی اور بتلایا ہوگا کہ ہم دو پہر تک مخدوم پور حضرت کی خدمت میں پہنچیں گے، لیکن راستہ میں مختلف پروگرام سے غشتے غلتے مغرب بعد کا وقت ہو گیا، جب ہم مخدوم پور پہنچے تو مغرب کی نماز ہو چکی تھی، ان کے صاحبزادے حضرت مولانا سید محمد معاویہ بڑا بے جین سے ہم سب کا انتظار کر رہے تھے، جب ہم حضرت کے مکان کے قریب کی مسجد میں پہنچے تو مولانا معاویہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت آپ لوگوں کا دو پہر سے انتظار کر رہے ہیں، اور بار بار آپ لوگوں کے بارے میں پوچھ رہے ہیں، دو پہر کا کھانا بھی حضرت نے آپ لوگوں کے لئے تیار کیا تھا اور مجھے بطور خاص حکم دیا تھا کہ ہندوستان سے قلاں صاحب آ رہے ہیں ان کی میزبانی میں تم اپنے ہاتھ سے ایک بکرا ذبح کرو، پھر مولانا معاویہ نے فرمایا کہ کھانا تیار ہے پہلے آپ حضرت کھانا کھالیں، پھر حضرت سے ملاقات کریں، چائے ہم لوگوں نے پہلے کھانے سے فراغت کی، کھانا کیا تھا پورا دسترخوان انواع و اقسام سے سجا تھا، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مولانا معاویہ نے فرمایا کہ اب آپ لوگ حضرت سے ملیں، جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک معمولی سی چار پائی پر خفیف جسم و جثہ کے ایک بزرگ آنکھ کی بینائی سے محرم تشریف فرما ہیں، ہم لوگوں نے ان سے سلام و معاف کیا تو حضرت

نہایت پاٹ دار آواز میں گویا ہوئے کہ میں آپ لوگوں کا بارہ بجے سے انتظار کر رہا ہوں، آپ لوگ فوراً یہاں سے جائیے اور اپنا دوسرا پروگرام دیکھئے ان لوگوں کو بھی انتظار کی تکلیف ہو رہی ہوگی، فوراً جائیے اور پروگرام میں شرکت کیجئے اور ہم لوگوں کو اپنے پاس پانچ منٹ بھی بیٹھے نہیں دیا، کھڑے کھڑے ہم لوگ واپس آنے لگے تو حضرت نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ذرا میری جیب دیکھو اس میں کچھ ہے تو خادم نے ایک جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس میں سے پانچ سو کا نوٹ نکلا تو فرمایا اس کو موفانا کو دو، پھر کہا کہ اور دیکھو اور کچھ ہے تو دوسرے جیب سے سو کا نوٹ نکلا تو فرمایا اس کو مولانا الیاس گھمن کو دو، پھر فرمایا اور دیکھو کچھ اور ہے تو ایک پچاس کا نوٹ نکلا تو کہا اس کو مولانا محمود کو دو، پھر فرمایا اچھا آپ لوگ جائیے جلد ہی جائیے دوسرے پروگرام دالے آپ لوگوں کی انتظار میں پریشان ہو رہے ہوں گے، حضرت کہ اس اداسی نے ہمیں ان کا گردیدہ بنایا، ان کے اندر دالے ایسے ہوتے ہیں کہ دوسروں کی پریشانی ان سے برداشت نہیں ہوتی ہے، جب ہم لوگ گاڑی پر سوار ہونے لگے تو حضرت کے صاحبزادے مولانا معاویہ پلاسٹک کے کورس دبا ہوا ایک کاغذ لے کر آئے اور کہا کہ حضرت نے صبح ہی سے اس کو آپ کے لئے تیار کر کے رکھا تھا، مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو دے دوں، میں نے اس کو دیکھا تو وہ حضرت کی طرف سے حدیث کا اجازت نامہ تھا حضرت سے پہلے سے میری کوئی دید و مشنید نہیں ہوئی تھی مگر بزرگوں کی باتوں کا ہم لوگ اندازہ نہیں کر سکتے، چچا چاہتا ہے کہ حضرت کی طرف سے عطا کردہ اس عنایت نامہ کو یہاں نقل کر دوں، وہ اجازت نامہ یہ ہے :

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

شہادت اجازت حدیث و سند خلعت خلافت سلسلہ عالیہ مدنیہ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ الذین ادقوا عہدہ۔ امانتاً۔

بندہ مکین حزیں سید محمد امین بن سید خلیل الرحمن مرحوم ساکن مخدوم پور

پہوڑا ضلع خانیوال پنجاب پاکستان تحریری طور پر عرض گزار ہے کہ اپنے

مستزہمان فاضل صلیح پاسبان مسلک حق مکمل اہل حق علماء دیوبند بھی الکرم
 مولانا محمد ابوبکر غازی پوری انڈیا حفظہ رب کو اپنے شیخ امیر المؤمنین فی الہدیت
 مولانا السید حسین احمد مدنی قدس سرہ کا طرف سے اجازت حدیث پاک کے تمام
 واسطوں میں اجازت حدیث دیتے ہوئے اپنے مرشد و مربی شیخ العرب والعجم
 مولانا السید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کی روحانی امانت جو بواسطہ شیخ کامل
 کے خلیفہ اعظم مولانا سید پیر خورشید احمد ہمدانی رحمہ اللہ نقالی ساکن تقصیب
 عبد الحکیم حال خانہ نوال سابق ملتان بندہ کے پاس ہے، بندہ سلسلہ عالیہ تہذیب
 خورشیدیہ حشریہ معاہدہ میں مولانا موصوف کو اجازت و خلافت بیعت سلوک
 بھی دیتا ہے تاکہ مقبول و مبارک مدنی سلسلہ عالیہ کے فیوضات اور خورشیدیہ
 سلسلہ کے انوارات مولانا محمد روح الکیں دہلوی بن یک پہونچاتے ہوئے مشائخ
 عظام کی بلند درجات اور ہم سب کیلئے کفارہ سیئات اور موجب حسنات
 و خیرات بنتے رہیں، الا برین امت کثر اللہ سوادہم کی تحقیقات کو حرف آخر
 سمجھتے ہوئے اس کی ایقین و تربیت کرتے رہیں۔ دھوا لہو فی۔

ابن معادیہ سید امین شاہ غفرلہ دلولالیہ۔ ملا محمد مدرسہ
 ہوبیدا مدنیہ جامع مسجد زکریا (دربستہ) مخدوم پور پٹواری تحصیل
 کیرالہ خانہ نوال۔

بعلکم ابن المجیز سید محمد معاویہ امیر شاہ عفی اللہ عنہ

۱۰ - ۵ - ۱۳۲۸ ھ

میں نے مولانا محمد الیاس گمن اور مولانا محمود صاحب سے عرض کیا کہ اجازت حدیث تک
 کی بات تو سمجھیں آتی ہے مگر یہ جو دوسری اجازت ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ میں تصوف
 اور اہل تصوف کا حامی حامی اور ٹوہید توہوں اور ادبیاء اللہ کی محبت و عقیدت کو سراہ
 آخرت سمجھتا ہوں مگر مجھے اس راہ سے علمی طور پر قطعاً مناسبت نہیں ہے، یہ حضرت کیسا

میرے اوپر بار ڈالا ہے تو ان حضرات نے فرمایا کہ حضرت صاحب کشف ہیں، انھوں نے یہ اجازت یوں ہی نہیں دی ہے اس کے پیچھے کچھ راز ہوں گے، بس تم چپ چاپ اس کو اپنی سماعت سمجھ کر قبول کرو، حضرت کا یہ معاملہ بہت خاص لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

جب ہم لوگ حضرت کے پاس سے رخصت ہو کر بہت دور نکل گئے تو حضرت کا فون آیا کہ اس وقت تو دوسروں کی پریشانی کا خیال کر کے میں نے تم کو روانہ کر دیا تھا، اگر موقع ملے تو کسی دن دو ایک گھنٹہ کے لئے آجاؤ اور میرے پاس کچھ دیر رہو، میں نے عرض کیا کہ حضرت اب تو اس سفر میں یہ امکان نہیں ہے، میرے پاس وقت کم ہے اور مجھے کراچی کا سفر کرنا ہے انشاء اللہ دوسرے سفر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

مگراہ کسے معلوم تھا کہ جب میرا دوسرا سفر ہوگا تو حضرت اس دنیا میں نہیں رہیں گے اور ہم ان کے دیدار کو ترس کر رہ جائیں گے۔

حضرت شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائی، آپ کی دینی خدمات کا دائرہ نوٹے سال کی طویل مدت کو محیط ہے، اور عرش شریف ایک سو دس سال ہوئی، تجویدی طہر پر جو جگہ آپ کی تعلیم و تدریس اور ارشاد و ہدایت کیلئے منتخب ہوئی وہ عقیدہ و عمل کے لحاظ سے نہایت قابل توجہ تھی، پورا علاقہ رنجش و بدعت کی تاریکیوں میں گمراہ ہوا تھا، توحید جیسا بنیادی عقیدہ بھی سلامت نہیں تھا، لوگ علماۓ دیوبند کے نام تک سے متعارف نہ تھے، ان نا موافق حالات میں اور اسباب کی نایابی کے باوجود حضرت شاہ صاحب اللہ کا نام لے کر اس بستی میں بیٹھ گئے۔ اور اپنے استاذ حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے حکم ”آپ مژدہ پوندہ مکہ کرمات انجام دیں“ کو بھی جان لگا کر ایسا پورا کر دکھایا کہ وہی بستی جو شرک و بدعات کا آماجگاہ تھی، آج اس بستی میں ہر طرف توحید و سنت کا چراغ روشن ہے، اور آپ کے وجود باسودے یہ بستی اہل علم و معرفت کا مرکز بن گئی۔

حضرت شاہ صاحب کی ایک نمایاں خوبی جو اس دور میں کیا ہے اپنے اساتذہ اور اسلاف پر کمل اعتماد تھا اور انکی دینی تعبیرات پر کامل اطمینان تھا، وہ جہاں نہایت توانف

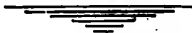
اور بے نفسی و ایثار میں حضرت مدنی کی تصویر تھی، وہاں جی کوئی، اتباع سنت، صبر و استقامت اور زہد و ورع میں بھی ان کا عکس جمیل تھے، گمراہ فرقوں اور تحریکوں کے متعلق کسی دروغ و غیبت کے بغیر کتاب و سنت اور علمائے حق کے موقف کو دو ٹوک انداز میں بیان کرنے کے عادی تھے فرج اللہ درجہ فی علیین و اکرام مثواب فیما بین المقربین و جزاء الحسنین۔

حضرت کے خاندان اور خصوصاً آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سید محمد معاذی مجدد امت برکاتہم اللہ تعالیٰ جبر جمیل عنایت فرمائے اور حضرت کا جو مشن ہے اس کی تکمیل اور توسیع کا یہ حضرات ذریعہ بنیں۔

مجھے مولانا محمود اکاڑی سلمہ نے بذریعہ فون یہ اطلاع دی کہ حضرت کی تدفین کے بعد آپ کی قبر مبارک سے خوشبو آتی رہی اور وہ حضرت کی قبر سے جو مٹی میکرائے تھے ہمیں بھرے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد بھی وہ خوشبو دے رہی ہے، یہ بات حضرت کی کرامت بھی ہے اور ان کے مقبول بارگاہ الہی ہونے کی بین دلیل بھی۔ ایک سو دس سال کی عمر ہونے کے باوجود آپ کا حافظہ اور آپ کا قلب پوری طرح بیدار تھا، آواز اتنی پاٹ دار کہ گویا ہمارے شیخ حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب شیخ اکھیت دارالعلوم دیوبند کی آواز ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے اور عقیدہ و مسلک و مذہب کے بارے میں ان کا مقلد اور ان کا ترجمان بنائے۔

والحمد للہ مولانا و آخراً، وصلى الله على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه الطيبين الطاهرين۔



محمد اجمل مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

ایک عارف باللہ کی رحلت

۲۲ فروری ۲۰۰۷ء بعد مغرب میں گجرات کی مشہور دیندار سگاہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدینی کے مہمان خانہ میں تھا کہ میرے موبائیل کی گھنٹی بجی، میں نے فون کان میں لگایا تو معلوم ہوا کہ فون جدہ سے ہے، اور فون کرنے والے میرے بہت ہی کرم فرما پاکستان کے مشہور عالم دین اور مشہور مصنف و خطیب جدہ میں مقیم مشہور پاکستانی شخصیت صاحبزادہ قاری عبد الباقی دام ظلہ کا ہے، وہ مجھے اطلاع دے رہے تھے کہ پاکستان کے صاحب حریت عارف باللہ عالمی شہرت یافتہ، عربی و اردو کے خطاط، بلند پایہ دیب و شاعر، خانقاہ رائے پور کی یادگار حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ کا ہند پاک میں آخری خلیفہ یعنی شاہ نفیس الحسنی رحمۃ اللہ علیہ نے مقوڑی دیر قبل ہی اس دنیائے فانی سے عالم بقا کی طرف لاہور میں رحلت فرمائی ہے، اور حضرت قاری صاحب کو بھی ابھی ابھی اطلاع ملی ہے اور انھوں نے فوراً مجھے مطلع کیا ہے۔

یہ خبر تھی کہ صاعقہ آسمانی مقوڑی دیر کے لئے ہوش و حواس گم عالم خیال میں حضرت کا مسکراتا چہرہ ٹھہر ٹھہر کر دھیمی آواز میں بات کہنے کا انداز، حضرت کا ہر ایک سے پوری توجہ اور انتہات سے بات کرنا، تواضع اس قدر کہ اپنی عظیم القدر، جلیل الشان اور پورے پاکستان کی سب سے زیادہ مقبول و محبوب شخصیت ہونے کا ذرا احساس نہیں، چہرہ ایسا خوبصورت کہ آدمی دیکھے تو دیکھتا رہ جائے، عقیدہ و مسلک میں اتنے پختہ کہ اس بارے میں ذرا سی بھی چٹک گوارا نہیں

عقیدہ و مسلک میں رواداروں کی رواداری کا آپ کے میان قطعاً گزر نہیں، پورے پاکستان میں آپ کا مرجع خلافت ہونا مسلم للقبوت حقیقت، اہلسنت اور خانیث کا پیکر محکم، پیشانی تسبیح و تحمید، ذکر واذکار اور عبادت کے نور سے منور، ضیافت و مہمانی گویا آپ پر ختم، خیال میں تقویٰ و دیوبند، انہیں باقوں کا تصور رہا، اور محسوس ہو رہا تھا کہ میں حضرت کی مجلس میں بیٹھا ہوں اور حضرت پانی دلوں اذسکر پہنوں اور توجہات قلبی سے دل میں اترتے چلے جا رہے ہیں، میں نے اپنی زندگی میں بہت سے بزرگوں سے ملاقات کی ہے مگر تین شخصیتوں نے مجھے بے حد متاثر کیا، حضرت مولانا احمد پر تاب گدھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قاری مدنی صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ اور پاکستان میں حضرت شاہ نفیس رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت کا تذکرہ میں اپنے کم فرما اور دوست نماذیبیر کتاب کے مصنف مولانا محمد ایلیاس صاحب فیصل آبادی سے مدینہ منورہ میں سنا کرتا تھا، اور انہیں سے معلوم ہوا کہ حضرت فائزناہ میری کتابوں کے ذریعہ سے مجھ سے واقف ہیں اور اپنی دعاؤں میں مجھے یاد کرتے ہیں، انہیں کے ذریعہ حضرت تک اپنا سلام بھی پہنچا تا رہا، پھر دوسری مرتبہ پاکستان ملت میں جانا ہوا، یہ زمانہ نواز شریف کا تھا، اور افغانستان میں ابھی طالبان کی حکومت تھی، میرا قیام حضرت کی قیامگاہ سے بالکل قریب جامعہ مدینہ لاہور میں تھا، جب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت جامعہ سے بالکل قریب رادی روڈ پر رہتے ہیں تو مجھے فوری طور پر ملاقات کا اشتیاق ہوا، اور میں چند ساتھیوں کے ساتھ آپ کی قیامگاہ کی طرف چلا، ابھی جامعہ کے گیٹ سے باہر بھی نہیں ہوا تھا کہ دیکھا ایک طویل القامت پر نور چہرہ والے بزرگ چند لوگوں کے ساتھ جامعہ کے گیٹ میں داخل ہو رہے ہیں، معلوم ہوا کہ یہی حضرت شاہ صاحب ہیں، سلام و معافتی کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ یہاں آئے ہوئے ہیں تو میں آپ سے ملنے ہی کیلئے آ رہا تھا، میں نے کہا کہ حضرت میں تو خود ہی حاضر خدمت ہو رہا تھا، فرمایا نہیں آپ جہاں ہیں میرا فرض ہے کہ میں آپ کے پاس آؤں، اور میرے بہت اصرار کے بعد بھی حضرت اپنی قیامگاہ پر واپس نہیں گئے اور میرے ساتھ اس کمرہ میں تشریف لائے جہاں میرا قیام تھا، حضرت کی اس پہلی ہما دلتے مجھے ملان کا اسیر

بنادیا۔ تقریباً پون گھنٹہ حضرت میرے پاس رہے، پھر انھوں نے فرمایا فجر بعد میرے یہاں غذا چائے پی جاتی ہے، آپ جب تک وہیں گے صبح کی جائے میرے ساتھ بیٹھیں گے، چنانچہ تقریباً پندرہ روز بعد میرے قیام کی مدت تھی میرا معمول یہی تھا کہ فجر کی نماز کے بعد میں حضرت ری کے ساتھ انکی قیامگاہ جاتا اور چائے پیتا، چائے پینے کا تو نام تھا، وہاں باقاعدہ ناشتہ ہوتا، پھر روزانہ یہی تقریباً عصر بعد حضرت کی مجلس میں حاضری ہوتی جہاں لاہور کی ممتاز علمی شخصیت میں بھی موجود ہوتیں، مغرب بعد دوپہار روز کا ناظرہ کر کے حضرت بھی میری قیامگاہ پر تشریف لاتے، جس شب کی صبح میں دہلی میری واپسی تھی حضرت میری قیامگاہ پر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ طالبان کی سرپرستی فرماتے ہیں، اور آپ کا دسین بار اسی سلسلہ میں افغانستان جانا بھی ہوا ہے، وہاں کے حالات کچھ سنادیں، فرمایا کہ خلافت راشدہ کے بعد پہلی مرتبہ دنیائے اسلام میں ایسی حکومت قائم ہوئی ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت طالبان مجاہدین کا نام کان میں پڑتا رہتا ہے مجھے چند ایسے لوگوں سے ملو ایسے جو خود معرکوں میں شریک ہوئے ہوں، تو انھوں نے کہا کہ اگر آپ پہلے کہتے تو میں بہت سے لوگوں سے ملو دیتا پھر ایک آدمی کو بھیج کر چند لاہور کے فوجیوں کو لایا، ابھی آئے ہی تھے کہ کسی صاحب نے ریڈیو لا کر خبر سنائی کہ نواز شریف کی حکومت جاچکی اور مشرف نے فوجی حکومت کا اعلان کر دیا ہے، اب روئے سخن طالبان سے نواز شریف اور جنرل مشرف کی طرف ہو گیا، خیال تھا کہ پاکستان میں حکومت کی تبدیلی سے بڑا ہنگامہ ہوگا، مجھے صبح واپس ہونا تھا، مجھے اپنے سفر کے بارے میں بڑی فکر تھی مگر مجھے مطمئن تھے فرمایا نواز شریف نے علمائے حق پر اتنا ظلم نہ کیا ہے اور پاکستان کے سرکاری خزانہ کو اتنا لوٹا ہے کہ عوام و خواص سب اس سے نالاں ہیں اسلئے کچھ نہیں ہوگا، اور واقعہ ایسا ہی ہوا، جب پانچ بجے صبح میں اپنی قیامگاہ سے دہلی کے لئے روانہ ہوا تو پولو لاہور پر سکون تھا، اور زندگی معمول کی تھی، سڑکوں پر فوج بھی برائے نام تھی۔

اس سفر میں میں نے دیکھا کہ حضرت پوری طرح چاق و چوبند ہیں، پانچوں وقت نماز میں حاضر ہوتے تھے، عصر بعد شاگردوں کو خطاطی کی مشق تھی کراتے تھے، اگرچہ ہاتھیں کچھ

رہتے تھے، مگر کمال یہ تھا کہ ایک مرتبہ قلم اٹھاتے اور پورا حرف اس بے تکلفی سے کاغذ پر نقش کر دیتے کہ آدمی دیکھتا رہ جاتے، یہ اس فن میں ان کے کمال کی انتہا تھی، حضرت نے عربی اور اردو کے مختلف طغورے لکھے ہیں وہ اس فن کے شاہکار ہیں، پاکستان کی بہت سی مساجد کے محرابوں میں اللہ کے ننانوے نام ٹائٹلس پر لکھے ہوئے لگے نظر آئیں گے، جو حسنِ کثابت کا شاہکار ہے، اور اس سے مساجد کی زینت و دہلا ہوا جاتی ہے۔

۱۹۲۰ء کے بعد سال گزشتہ میرا پھر پاکستان کا سفر ہوا، اس دفعہ میرا قیام حضرت کی قیامگاہ سے کچھ دور تھا، اور میرا پروگرام بھی بہت معروف تھا، مگر اس دفعہ بھی حضرت اپنی بیماری اور کمزوری کے باوجود دو دفعہ میری قیامگاہ صفحہ اکاڈمی تشریف لائے، یہ جتنی محنت بھی لاہوریں رہا حضرت کے پاس بعد مغرب حاضر ہوتا، اس سفر میں آپ نے اپنی نئی تعمیر شدہ خانقاہ جولاہور شہر سے بہت دور کھلی جگہ پر ہے، میری دعوت کا اہتمام فرمایا، اس سفر میں آپ نے اپنا شہری مجموعہ ”برگ گل“ عنایت کیا، نیز حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جنگی و سفری حالات جو آپ کے ستر شہین نے اپنے ہاتھ سے لکھے تھے جس کو ذاب محمد وزیر خاں بہادر ذاب ٹونک نے جن کو حضرت سید احمد شہید سے گہری عقیدت تھی جمع کر لیا تھا اور جس کو دتائے سید احمد شہید کا نام دیا گیا، یہ مجموعہ اب تک محفوظ کی شکل میں تھا، حضرت شاہ صاحب نے اس کو اصلی خط میں اس کا فوٹو لے کر نہایت قیمتی کاغذ پر چھپوایا، جس کے صفحات کی مجموعی تعداد دو ہزار چار سو ستر ہے، یہ مجموعہ حضرات شہیدین کے حالات میں لکھی گئی کتابوں میں سب سے معتبر سمجھا جاتا ہے، اندراہ لطف و کرم حضرت نے بطور ہدیہ عنایت کیا، اور اس کے دو نسخے مجھے اور عنایت کیے کہ ایک حضرت مولانا ربیع صاحب ندوی مدظلہ کو اور ایک نسخہ مولانا ارشد مدنی مدظلہ کو پہنچا دوں، جب میں نے حضرت کو اطلاع دی کہ میں نے ان حضرات کو نسخے پہنچا دیئے ہیں تو حضرت نے مجھے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

حضرت شاہ صاحب کو حضرت سید احمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت

سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے غایت درجہ تعلق تھا، ان بزرگوں کا جب تذکرہ کرتے تو آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی، انھوں نے لاہور میں سید احمد بریلوی کے نام پر کتابوں کا ایک مکتبہ بھی قائم کیا تھا جسے شاہ صاحب سے متعلق بعض لوگ چلاتے ہیں لاہور میں یہ مکتبہ اپنی شان کا ایک بڑا عظیم الشان تجارتی مکتبہ ہے، نرالا اسلئے کہ اس میں حضرت سید احمد شہید کے بارے میں غالباً تمام کتابیں لجا تی ہیں۔

اس سفر میں میں نے محسوس کیا کہ حضرت شاہ صاحب پہلے کی نسبت بہت کمزور ہو گئے ہیں غذا بھی بوائے نام رہ گئی ہے، جب سفر سے ہندوستان واپس ہوا تو دوستوں سے فون کے ذریعہ حضرت کی طبیعت کے آثار چڑھاؤ کا پتہ چلتا رہا، ایک دن منہ اکاڑی کے ناٹم مولانا غلام صاحب نے کافون آیا کہ حضرت کی طبیعت بہت خراب چل رہی ہے، اور حضرت باہر فرار ہو رہے ہیں کہ اب میرا آخری وقت ہے پھر معلوم ہوا کہ طبیعت کچھ سنبھل گئی ہے، اور اب ہم فروری کو طلاق علی کر حضرت اس عالم سے انتقال فرما گئے ہیں۔

حضرت کے وصال سے جماعت دیوبند اور علمائے حق کی صف میں بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے، اکابر کی ایک یادگار تھی جو رخصت ہو گئی، زہد و اتقا کی عمارت ڈھ گئی، پاکستان میں دیوبندی عقیدہ و مسلک کی جو پاسبانی کیا کرتا تھا وہ چلا گیا، جماعت دیوبند کے لئے جس کی شخصیت ایک پناہ گاہ تھی، پاکستان میں جماعت اس سے محروم ہو گئی، اہل حق کی سیماں گرنے والا چلا گیا معرفت و طریقت کی دوکان پیمسکی پڑ گئی، ایک عارفِ باطن، شیخِ کامل، عالم ربانی وقت کے جنید و شبلی کی محبت سے ہم محروم ہو گئے، اور سب سے بڑی بات ہے کہ کافغاہ رانچ پور سے وابستہ آخری چشم و چراغ ہم سے رخصت ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، مکان من حلیم خان و یسعی وجہ دہشت ذوالجلال والا کرام۔

حضرت شاہ صاحب کا خاندانی نام الاحسین ہے، نفیس الحسنی قلمی نام تھا، سلسلہ نسب چودہ واسطوں سے سید احمد گیسو دواز (م ۸۲۵ ھ) تک پہنچتا ہے، آپ کی پیدائش ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۵۱ ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء ضلع سیالکوٹ کے ایک

گواؤں گھوڑیالیں ہوتی، اس طرح آپ اس عالم ہست و بود میں ایک طویل سفر کر کے اپنے رب سے جا ملے، ہجری حساب سے آپ کی عمر ۷۷ سال ہوئی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس طرح فن خطاطی میں عالمی شہرت کے مالک تھے اور معرفت و طریقت کی دنیا میں آپ کا نام نامی نہایت روشن تھا، اللہ نے آپ کو ذوق شعری بھی بھر پور عنایت کیا تھا، شروع شروع میں تو آپ کو غزلیات سے زیادہ تعلق رہا مگر پھر طبیعت کا میلان لغت گوئی کی طرف زیادہ رہا، اور جب آپ کا تعلق حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے ہوا تو پھر تو آپ کی نعمتوں کی اثر آفرینی اپنے شباب کو پہنچی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آپ کی نعمتوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

سنہ ۱۹۴۹ء میں آپ نے پہلا غائبانہ سلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میت

میں عرض کیا، جس کے چند بند ملاحظہ ہوں:-

سلام اے شمع روشن، چشمِ خداوند کی بیانی
زمانہ تجھ پر قرباں ہے، فرشتے تیرے شیدائی
تری آمد سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں
خدا دل چھپا اٹھے، بہارِ آئی بسا آئی
ترے در سے کوئی سائل ہی دامن نہیں لوٹا
تری رحمت کے دامن کی ہے لامحدود پہنائی
بالکل ابتدائی زمانہ کے اشعار ہیں، بعد میں اسلہ میں آپ نے جو ترقی کی اس کا اندازہ

کر کے کیلئے ایک دوسرا سلام ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

اپنی محبوب کل جہاں کو، دل و جگر کا سلام پہنچے
نفسِ نفس کا دودھ پہنچے، نظرِ نظر کا سلام پہنچے
بساطِ عالم کی وسوسوں سے جہاں بالاکِ رفعتوں
ملکِ ملک کا درد و اترے، بشرِ بشر کا سلام پہنچے
حضور کی شامِ شامِ مکے، حضور کی راتِ راتِ حلائے
لاکھ لاکھ کے حسیں جلوسِ سحرِ سحر کا سلام پہنچے
زبانِ فطرت ہے اس پر ہائیں، بارگاہِ نبی صادق
شجرِ شجر کا درد و دجائے، حجرِ حجر کا سلام پہنچے
وصلِ رحمت کا بارِ احسان، تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو ایسے حسن کو لبی لبی، نگہِ نگہ کا سلام پہنچے
مراقب بھی ہے ان کا مدد، سرے ہنر کے، انکا سا
خودِ خواجہ میرے قلم کا، میرے ہنر کا سلام پہنچے

یہ التجا ہے کہ روزِ عشرِ گناہ گاروں پہ بھی نظر ہو شفیع امت کو ہم غریبوں کی ختم تر کا سلام پہونچے
 نفیس کی بس دعا ہے، نفیر کی ایٹا ہی ہے سوا طیب میں رہنے والوں کو عمر بھر کا سلام پہونچے
 حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا جیسا کہ معلوم ہوا خانہ الی شجرہ حضرت سید احمد
 گیسو دراز سے ملتا ہے، یہ خاندانی اثر ہی تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فطرت سلیم کی ایسے پرہیزگار
 کی تلاش میں رہی جو ان کو اپنی تربیت میں رکھ کر سلوک و معرفت کے مقامات طے کرائے،
 اللہ نے دست گیری فرمائی اور اپنے وقت کے قطبِ شاہ حضرت سیدنا شاہ عبدالقادر صاحب
 رائے پوری رحمہ اللہ کے در سے ان کو ۱۳۴۴ھ میں جب حضرت رائے پوری کا قیام لاہور میں
 تھا، وابستہ کر دیا، حضرت رائے پوری کی بھرپور توجہ آپ پر رہی اور صرف ایک سال کے عرصہ
 میں آپ نے انکو خلعتِ خلافت سے نواز دیا، ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۱ء تک جب تک حضرت
 رائے پوری باحیات رہے، اپنے شیخ کے قدموں سے وابستہ رہ کر راہِ سلوک کی منزلیں طے
 کرتے رہے تا آنکہ اللہ نے آپ کو وہ مقام عنایت فرمایا کہ بالاتفاق پاکستان میں اپنے شیخ
 کے جانشین تسلیم کر لئے گئے، حضرت شاہ صاحب کو اپنے شیخ سے جو دہا ہائے عقیدت و محبت
 تھی اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، اس کا اندازہ کچھ ان اشعارِ ابدانِ مرثیوں سے
 لگتا ہے جو شاہ صاحب نے اپنے شیخ کی شان میں کہے ہیں۔

حضرت رائے پوری کی وفات پر آپ کے قلم سے متعدد مرثیے نکلے مگر ایک مرثیہ تو غضب
 کا ہے، اس کے چند اشعارِ ملاحظہ ہوں۔

دل ہے پُرخوں آنکھیں پر نورم	اے غمِ جانان! اے غمِ جانم
اتر، دکھن، پورب، کچھم	تجھ سا دیکھا نہ تجھ سا پایا
عشق میں شعلہ، حسن میں شبنم	آہ ترا اندازِ محبت
بیکل بیکل، بے دم بے دم	آہ نفیس زار کی حالت
آہ کے اب کس حال میں ہیں ہم	سینہ بریاں، دیدہ گریاں
یاد ہے تیرا بہیم بہیم	آہ کہ تجھ بن چین نہیں ہے

قلبِ زمانہ ، غوثِ یگانہ
 رشکِ جنید و شبلی و اہم
 فانی فی اللہ ، باقی باللہ
 ختم انھیں پر ، اس کا عالم
 یہ پورا رشتہ بس پڑھنے کے قابل ہے ۔

حضرت شاہ صاحب کو اپنے اکابر دیوبند سے بڑا گہرا اور بڑا عقیدتمندانہ تعلق
 تھا ، اور کیا تعلق تھا اس کا اندازہ ان اشعار سے ہوتا ہے جو آپ نے اکابر کی شان میں
 کہے ہیں ۔ ۱۹۶۱ء میں حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری ہوئی ، اس موقع سے جو
 آپ کے قلم سے اشعار نکلے ہیں ان سے حضرت گنگوہی سے آپ کی غایت درجہ عقیدت کا
 پتہ چلتا ہے ۔ چند شعر ملاحظہ ہوں ۔

ہے یہ کس کی خواب گہ میں ، یہ نفیس کس کا مزار ہے
 کہ نفسِ نفس کو جو ہے سکوں ، تو نظرِ نظر کو قرار ہے
 یہ فردِ گاہِ رشید ہے ، یہ مقامِ فردِ فرید ہے
 یہ مکانِ خلدِ نشان ہے ، یہ کمینِ عرشِ وقار ہے
 جو ابو حنیفہ وقت تھا ، جو کبھی بخاری عصر تھا
 جو جنید و شبلی دہر تھا ، یہ اسی کا خاکِ مزار ہے
 یہ مزارِ بقعہِ قدس ہے ، یہ جہانِ عشق کا طور ہے
 یہاں آفتابِ جمال ہے ، یہ تجلیوں کا دیار ہے
 یہاں قدسیوں کا نزول ہے ، یہ دلیلِ حسنِ قبول ہے
 یہاں سورہ ہے وہ نازیں ، جو نبی کا عاشقِ زار ہے
 وہ کہ تھا مجاہدِ شامی ، مہضیں جس نے الیں فرنگ کی
 اسی صفِ شکن کی یگانہ ہے ، اسی شیر کا یہ کپہار ہے

کوئی نکتہ چیں ہوا کرے ، مگر اے نگاہ کمال ہیں
 ذرا کر کے دیکھ مشاہدہ ، یہاں نور ہے وہاں ناز ہے
 یہی میرا ناز و نیاز ہے ، کہ اسیر زلف و شیعہ ہوں
 اسی سلسلہ کا مرید ہوں ، میرا اس پہ دار و مدار ہے

مضمون کی طوالت مانع ہو رہی ہے ورنہ حضرت اکابر دیوبند کے بارے میں حضرت
 شاہ صاحب کے جو اشار ہیں کچھ اور نقل کرتا ، ان اشار میں حضرات اکابر دیوبند سے آپ کی
 گردیدگی ، شیعہ فتنگی ، عقیدہ تہذیبی ، اور بے پناہ محبت کی سب سے پہلی چمکتی نظر آتی ہے ۔
 دلچسپ کہ پروردگار عالم اپنے اس مقبول بندہ کو اپنی رحمت کے سایہ میں رکھے ، ان کے
 درجات کو بلند فرمائے ، حضرت کے متعلقین کو صبر جمیل عنایت فرمائے ۔

اللہم امطر علیہ شائب رحمتک وانزلہ فردوسک الذی
 اعدتہ لعبادک الصالحین ، ووفقنا لاتباع ہدایہ وصل وسلم
 علی نبینا و مولانا محمد مکملہ اللہ علیہ وسلم ۔

بقیہ صفحہ ۲۴ کا ۔

امریکہ اور آسٹریلیا میں بھی سنی جائے گی ، خیر میں نے تقریر شروع کی اگر مخالف سامنے
 نہ ہو تو میرے لئے تقریر کرنا بڑا دشوار ہوتا ہے مگر خدا خدا کر کے پون گھنٹہ میں نے بیان
 کیا ، اس کے بعد انٹرنیٹ پر سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا ، ایک صاحب نے
 جاپان سے کہا کہ آج آپ کی تقریر سے بہت سے اشکالات حل ہو گئے ، کسی نے کہا کہ آپ
 کی کتابوں سے ہم لوگوں نے استفادہ کیا ہے ، آج ہم نے آپ کی آواز بھی سنی لی ، بہر حال
 اندازہ ہوا کہ اس نے کچھ کام کی بات کی ہوادی ۔ فَلَہُ الْحَمْدُ الْمُنْتَ - (جاری)

مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں

اور مولانا مودودی

عدالت صحابہ کی بحث | میں اس سلسلہ میں ایک مختصر گفتگو اس سے پہلے کر چکا ہوں لیکن یہاں میں ذرا تفصیل سے اس مسئلہ کو واضح کرنا چاہتا ہوں اور بتلانا چاہتا ہوں کہ علما نے امت اور اسلاف صحابہ کو کم کے بارے میں کس قدر حساس تھے اور ان کا مقام ان کی نگاہ میں کتنا بلند تھا وہی علما جو حدیث کے سلسلے میں ایک ایک راوی کی جانچ پڑتال میں بڑی کاوش کیا کرتے تھے، اور اس سلسلہ میں ذرا بھی تساہل کو کام میں نہ لاتے تھے اور بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھا کرتے تھے اور ہر راوی کی تحقیق حال کو وہ اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے اور واقعہ یہ ہے کہ علماء امت کا یہ وہ کارنامہ ہے جس پر امت اسلام کو تاقیامت فخر رہے گا اور اس کی وجہ سے کلامی شریعت انشاء اللہ اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں باقی رہے گی اور دین اسلام کو بقا اور دوام حاصل رہے گا۔

لیکن جب صحابہ کرام کا معاملہ آتا تو یہی علما و راوی حدیث کی بال کی کھان بکالتے ہیں بالاتفاق ان کا یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو جرح و تعدیل کی کسوٹی پر نہیں رکھا جائے گا وہ سب کے سب عادل، ثقہ ہیں، متقی، پرہیزگار ہیں اور ان کا ہر فرد عدالت و تقاہت کے اونچے معیار پر ہے اور .. الصحابہ کلہم عادلہ اصول حدیث کا ایک جماعتی مسئلہ قرار پایا۔

درحقیقت یہ علمائے امت کا صحابہ کے بارے میں اجماعی اقرار ہے اور اس زمانہ میں اس اجماع کا خرق کرنے والا گمراہ کہلائے گا۔

بہر حال اس مسئلہ میں جو تصریحات ہیں وہ پیش خدمت ہیں۔

الاصحاب میں ابن حجر لکھتے ہیں :

سارے صحابہ عادل ہیں | اتفق اہل سنت نے اس بات پر اتفاق کیا ہے

اهل السنة ان الجميع عدول
ولم يخالف في ذلك الا شذوذ
من المبتدعه وقد ذكر الخطيب
في الكفاية فضلا نفيا في ذلك
فقال عدالة الصحابة ثابتة
معلومة بتعديل الله لهم واخباره
عن طهارتهم واختياره لهم -

کہ سارے صحابہ عادل ہیں اور اس کی مخالفت مبتدعہ کے کچھ شاذ لوگوں کے علاوہ کسی اور نے نہیں کی ہے۔ خطیب نے اس بارے میں ایک اچھی فصل اپنی کتاب الکفاۃ میں قائم کی ہے۔ انھوں نے کیا صحابہ کی عدالت معلوم اور متعین چیز ہے اسلئے کہ خود اللہ نے ان کو عادل قرار دیا ہے اور انکی طہارت و پاکیزگی کی خبر دی ہے اور بتلایا ہے کہ اس نے ان کو چنا ہے۔

اس کے بعد خطیب نے متعدد آیات قرآنیہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ صحابہ کی عدالت خود قرآن سے ثابت ہے۔ ان آیات کو آپ اس کتاب کی ابتدا میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اخیر میں بطور خلاصہ کلام کے خطیب فرماتے ہیں۔

وجميع ذلك يقتضى القطع بتعديلهم
ولا يحتاج احد منهم مع تعديل
الله الى تعديل احد من الخلق -

اور ان سب کا یہ تعاضد ہے کہ صحابہ کرام کی تعریف قطعی ہیں اور ان میں کا کوئی بھی اللہ کی تعریف کے بعد کسی مخلوق کی تعریف کا محتاج نہیں ہے۔

اس کے بعد خطیب لکھتے ہیں :

”اگر اللہ اور اس کے رسول سے ان کے بارے میں اس طرح کی آیات و احادیث ثابت اور مروی نہ ہوتیں جب بھی ان کے عام حالات مثلاً ہجرت کرنا، جہاد کرنا، اسلام

کی نفرت و تائید میں جان و مال خرچ کرنا اور دین کے لئے اُبار و بار بار کو قتل کرنا اور ایمان و یقین کی قوت وغیرہ امور ان کی تبدیل و توشیح پر قطعی شہادت ہیں۔ یہ حالات اس کے مقتضی ہیں کہ ان کے بارے میں صاف ستھرا اعتقاد رکھا جائے، ان کے یہ حالات بتاتے ہیں کہ سارے صحابہ بد کے سارے مدعیین سے افضل تھے یہی سارے علماء اور ان کا جن کے قول پر اعتقاد کیا جاتا ہے مذہب

ہے ۴ (الاصباہ ص ۱)

مشہور جناب امام ابن قدامہ فرماتے ہیں :

الذی علیہ سلف الامۃ و جمہور سلف امت کا اور جمہور خلف کا جہد ہے وہ الخلف ان الصحابة رضی اللہ عنہم یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عدالت معلوم ہے۔ معلومۃ عند النعم

اسی کتاب کے حاشیہ میں ہے۔

ان اللہ تعالیٰ اثنی علیہم وکل من اثنی اللہ علیہ فهو عدل و هذا معتقدنا فیہم الا ان یتثبت بطریق القطع ارتکاب واحد الفسق مع علم بہ و ذالک مما لا یتثبت فلا حاجة لہم الی التقدیل۔

اللہ نے انکی تعریف کی ہے اور جس کی اللہ نے تعریف کی وہ عادل ہے، صحابہ کرام کے بارے میں یہی ہمارا عقیدہ ہے الا یہ کہ کسی کے بارے میں قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اس نے علم کے باوجود فسق کا ارتکاب کیا ہے اور یہ وہ بات ہے کہ جو صحابہ کے بارے میں ثابت نہیں اس وجہ سے ان کی تبدیل کی حاجت نہیں۔

(مت ۳)

حدیث اور اصول حدیث کے امام ابن صلیح علوم حدیث میں بیان فرماتے ہیں۔

للمصحابۃ باشرہم خصیصۃ وہی انہ لا یسئل عن عدالة احد منهم بل ذالک امر مفرد غ عنہ لکونہم تمام صحابہ کی ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ ان میں سے کسی کے ثبوت اور متقی ہونے کے بارے میں سوال بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ایک طے شدہ

علی الاطلاق معدلین بنصوص
 الکتاب والسنة واجماع من
 معتد به فی الاجماع من الامة لقوله
 تعالیٰ کنتم خیر امة اخرجت للناس
 قيل اتفق المفسرون علی انه وارد
 فی اصحاب رسول الله صلی الله علیه
 وسلم (علوم الحدیث صفحہ ۲۲۲)
 مسئلہ ہے اور قرآن وحدیث کی نصوص قطعہ
 اور اجماع جن لوگوں کا معتبر ہے ان کے اجماع
 سے ثابت ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا کم بہترین
 امت ہو جو لوگوں کیلئے پیدا کی گئی ہے بعض
 علماء نے فرمایا کہ مفسرین حضرات کا اس پر
 اتفاق ہے کہ یہ آیت صحابہ کی شان میں
 وارد ہوئی ہے۔

بہر حال امت کا اس پر اتفاق عام ہے کہ ہر صحابی عدالت وثقاہت کے معیار کا
 پر تھا، اور کسی صحابی کے بارے میں کوئی ایسی بات ثابت نہیں جس سے ان کے اس مرتبہ میں ادنیٰ
 بھی منسوق پڑے۔

مشاہرات صحابہ میں بھی شریک ہر صحابی عادل ہے | ہو سکتا ہے کہ کسی کو یہ
 شبہ ہو کہ صحابہ کرام کی
 ایک بڑی تعداد نے حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ کے مابین جنگ میں شرکت کی ہے اور ایک
 دوسرے کے خلاف قتل و قاتل کیا ہے، کیا وہ اس قتل و خون ریزی میں شریک ہونے کے بعد
 بھی اپنی اس صفت سابقہ پر رہے اور اس کی وجہ سے ان کی عدالت وثقاہت میں کوئی
 فرق نہیں آیا ؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ صحابہ کرام کی عظمت وقدر میں اس سے کوئی فرق
 نہیں پڑا اور ان کی صفت سابقہ یعنی دین کے سلسلے میں عادل اور ثقہ ہونا وہ اپنی جگہ جو
 کا توں قائم ہے اس وجہ سے کہ بقول خطیب اس جنگ کے بعد بھی ان میں سے کسی ایک سے
 بھی کوئی ایسی بات صادر نہیں ہوئی جس سے ان کی شان مروءت اور صفت عدالت پر
 حروف آئے۔

خطیب کہتے ہیں :

یحب ان ینکونوا علی الاصل الذی
قد مناه من حال العدالة والرفاء
اذ لم یثبت ما یمزیل ذالک
عنہم۔ (الکفایہ صفحہ ۴۹)

یعنی اس جنگ و قتال کے بعد بھی صحابہ کرام
العدالة والرفاء ہونا جو ان کا توں رہا اس وجہ سے
کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی بات ہمارے
میں سے اس صفت کو ختم کر دے۔

امام خودی اپنی کتاب تقریب میں فرماتے ہیں :

الصحابۃ کلہم عدول من لابی
الفتنۃ وغیرہم باجماع من یعد
بہم (تقریب مع التاویب ص ۱)

صحابہ سب کے سب عادل ہیں وہ فتنہ میں
شریک رہے ہوں یا نہ رہے ہوں، اس پر قابل
اعتماد علماء کا اجماع ہے۔

مشاجرات صحابہ کے بارے میں ائمہ کے اقوال

اصل میں مشاجرات صحابہ کے بارے
میں بہت سے لوگ غلط فہمی میں

مبتلا ہیں وہ ان مشاجرات کو بھی اسی گھام سے دیکھتے ہیں اور ان کو بھی انھیں منازعات و اختلافات
اور جنگ و جدال پر قیاس کرتے ہیں جو عام انسانوں کے مابین واقع ہو کرتے ہیں اور ان مشاجرات
میں حصہ لینے والوں کو بھی عام دنیا داروں کی طرح خیال کرتے ہیں جو محض دنیاوی نفع کے لئے
یا شجاعت و بہادری کا کارنامہ دکھلانے کے لئے جنگ میں شرکت کرتے ہیں حالانکہ مشاجرات
صحابہ کا معاملہ عام واقع ہونے والی جنگوں سے بالکل الگ ہے۔ صحابہ کرام جنھوں نے اس
جنگ میں شرکت کی مادی النیۃ تھے ان کی اس میں شرکت محض اللہ کیلئے تھی۔ حضرت علیؑ کی
طرف جو لوگ تھے وہ بھی اور حضرت معاویہؓ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھی سب نے اپنے اپنے
نقطہ نظر سے ایک بات کو حق سمجھا تھا اور اسی حق کی خاطر میدان میں کود پڑے تھے، اور یہ
ان کی اس غیرت اور شانِ ایمان کا تقاضہ تھا جس سے وہ متعسف تھے کہ جب انھوں نے
ایک چیز کو حق سمجھا تو اس کے لئے سینہ سپر ہو گئے اور اس کیلئے جان کی بازی لگا دی۔
کتاب و سنت اور اسلاف کے بیان سے صحابہ کرام کی زندگی کا جو نقشہ ہمارے سامنے آتا
ہے اس کے یہ بات بالکل منافی ہے کہ وہ کسی چیز کو غلط سمجھیں اور پھر اسے وہ کریں اور محض

دنیا کی خاطر یا کسی کی مخالفت برائے مخالفت میں تلوار سونت کر میدان میں کودیں اور ایک دوسرے پر تلوار چلائیں یہ اہل خیر القرون اور خیر امت اور امت وسط کا جن کو بارگاہ الہی اور ربانیت سے خطاب ملے ہے ان کا کام نہیں ہو سکتا، صحابہ کرام سے زیادہ اس بات سے کون واقف تھا کہ مسلمان کا خون اور اس کی عزت و آبرو کی پامالی حرام ہے۔ آنحضرتؐ نے اس بات کو حجۃ الوداع میں خاص طور سے بڑے موثر اور بڑے مبلغ اور بڑے حکیمانہ انداز میں بیان کیا تھا تو کیا آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد ہی صحابہ کرام اپنے اخلاق و کیر کر کے لحاظ سے ایسے ہو جائیں گے کہ اللہ کے رسولؐ کی اس آخری وصیت کو جو حج کے آخری خطبہ میں اشرہٗ حج میں بلند مبارکہ اور اس کی ایک بابرکت جگہ عرہ میں آپؐ فرمائی تھی بھول جائیں گے اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے اس کو حلال سمجھ لیں گے اور آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔ یہ بات عقل و نقل کے بالکل خلاف ہے۔

یہ ضرور ہے کہ ان میں کا ایک ہی فریق حتیٰ پر تھا اور اہلسنت و الجماعت کے فیصلہ کے مطابق یہ حضرت علیؓ کا فریق تھا، لیکن دوسرا فریق جو حضرت معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ کا تھا اس نے بھی اپنے اجتہاد سے کام لے کر اپنے اقدام کو صحیح سمجھا تھا اور اس حق کے احقاق کے لئے وہ شمشیر لے کر میدان میں آگیا تھا نہ حضرت علیؓ کے فریق کے سامنے دنیا تھی نہ ان کے مخالف گروہ کے سامنے دنیا تھی، ہر ایک نے اپنے اجتہاد سے کام لیا اور دین کی خاطر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گیا۔

آپ ان کے اس اقدام کو زیادہ سے زیادہ اجتہادی غلطی کہہ سکتے ہیں، ایک مجتہد کا فیصلہ کبھی صواب ہو تا ہے اور کبھی نا صواب لیکن بہر صورت مایوس ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے۔
للمصیب اجران وللخطی اجور یعنی اجتہاد کرنے والے نے اگر صواب کو پایا تو اس کے لئے دو اجر ہے لیکن اگر اس سے غلطی ہو گئی تو ایک اجر ہے (۱)۔

۱۱ چنانچہ اس نے حق بات اور شرعی حکم معلوم کرنے کیلئے تنہو و نظر سے کام لیا ہے اگرچہ وہ اپنی اس کوشش میں صواب کو نہیں پہنچ سکا لیکن اس پر اللہ کا ایسا انعام ہے کہ اس بقعد و ارادہ اور کوشش پر اسے انعام دیا جائے گا۔

اور متعین علماء جو صحابہ کے حالات سے باخبر تھے ان کا فیصلہ یہی ہے، چنانچہ امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔

واما الحروب التي جرت فكانت لكل طائفة منيعة اعتقدت بقويب نفسها بسببها وكلهم عدو متادون في حروبهم وغيرها ولم يخرج شيء احدا من ذلك من العدل الله لا تفهم مجتهدون اختلافوا في مسائل من محل الاجتما كما يختلف المجتهدون بعدد هم في مسائل من الدماء وغيرها ولا يلزم من ذلك نقض احد منهم (ص ۲۲۷ ج ۲)

جو جنگیں صحابہ کے مابین واقع ہوئیں تو ان میں ہر جماعت کو مشابہ تھا جس کی وجہ سے اس نے اپنے کو حق و صواب پر جانا، یہ سارے صحابہ عادل ہیں اور انھوں نے جو کچھ کیا تاویل سے کیا خواہ اس کا تعلق جنگ سے ہو یا غیر جنگ کے اور کسی چیز نے بھی ان میں سے کسی کو عدالت کے مرتبہ سے نکالا نہیں اسلئے کہ وہ لوگ مجتہد تھے، ان کا اختلاف ان مسائل میں ہوا جو محل اجتہاد تھے جیسا کہ بعد کے مجتہدین کا خون و غیرہ کے مسئلہ میں اختلاف رہا ہے۔ اس سے کسی کی تنقیص لازم نہیں آتی۔

نیز فرماتے ہیں :

”تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان جنگوں کا مقصد وہ معاملات تھے جو ان صحابہ کو براہِ پرست تھے اور ان کے اسی شدتِ اشتباہ کی وجہ سے ان کا اجتہاد بھی الگ الگ رہا، اور وہ لوگ تین جماعتیں تقسیم ہو گئے۔

ایک جماعت نے اپنے اجتہاد سے جانا کہ حق اس جانب ہے اور ان کا مخالفت باغی ہے اسلئے ان کی نفرت و حمایت اس پر واجب ہے تو اس نے ایسا کیا اور اس جماعت کے نزدیک امام کی مسالحت اور باغیوں سے جن کو انھوں نے اپنے اعتقاد سے باغی سمجھا تھا پیچھے رہنا حلال نہیں تھا۔ دوسری قسم کا معاملہ اس کے برخلاف تھا یعنی اس نے اپنے اجتہاد سے

حق کہ دوسری جانب سمجھا اس نے بھی اپنے اہل علم کی مساعدت اور جن کو اس نے باقی سمجھا اس نے قائل کرنا واجب جانا۔

تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جن کے سامنے مسئلہ واضح شکل میں نہیں تھا اور وہ اس باب میں متحیر تھے ان کے لئے طرفین میں سے کسی کو ترجیح ظاہر نہیں ہوئی اسلئے وہ دونوں جماعتوں سے الگ رہے۔ اور یہ الگ رہنا ہی ان کے لئے واجب اور ضروری تھا اسلئے کہ کسی مسلمان کے خلاف قائل پر اقدام جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو یقین ہو کہ اس سے قائل کرنا واجب ہے اور وہ اس کا سختی ہے۔ اگر ان لوگوں کو یعنی تیسری قسم کو یہ معلوم ہو جاتا کہ ان سابق دو فریقوں میں سے کوئی ایک فریق حق پر ہے تو ان کیلئے اس کی نفرت و حمایت سے باز رہنا اور باغیوں سے قائل نہ کرنا جائز نہ ہوتا۔

اسلئے اس تفصیل کے مطابق سارے صحابہ معذور تھے سب کے اندر اضعاف۔ اسی وجہ سے اہل حق کا اتفاق ہے اور ان کا جن کا اجماع معتبر ہے کہ ان سب کی شہادت قبول کی جائے گی اور ان کی روایت مقبول ہوگی اور یہ کہ وہ آج

کمال عدالت میں پہلے جیسے تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (شرح مسلم ص ۳۴۲) مشاجرات صحابہ کے بارے میں یہ ہے وہ معتدل فیصلہ اور عقیدہ جس پر اہلسنت و جماعت

کا اتفاق ہے، امام نووی نے جو فقہ و حدیث کے مسلم الثبوت امام ہیں، جو اپنے کمال علمی و علمی میں افراد زمانہ میں سے تھے جن کی شرح نے عالم اسلام میں قبول عام حاصل کیا اور علمائے زمانہ نے اس پر اعتماد کیا ہے اس مسئلہ کی جو تشریح کی ہے اس سے صحابہ کو اہل حکمت و قدر میں کوئی وجہ بھی پیدا نہیں ہوتا اور مسئلہ اپنی واضح شکل کے ساتھ کھڑکھڑانے آجاتا ہے اور صحابہ کرام کی پوزیشن بھی صاف ہو جاتی ہے۔

امام نووی نے جو بات فرمائی ہے۔ یہی سارے محتاط اہلسنت و جماعت کا فیصلہ ہے اور سب نے اس مسئلہ کو اجتہادی قرار دیا ہے۔

لامعلی قاری شہرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں :

قلت انظار اختلاف الخلاف
ایضا من باب اختلاف فروع
البدین الناشی من اجتہاد کل لایمن
الغرض الدنیوی الصباد عن المحظ
النفی فلا یقاس الملوك بالحدادین۔
(مرقاۃ من حاشیۃ مشکوٰۃ ص ۵۵۲)

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہی ہے کہ خلافت کے سلسلہ
میں اختلاف بھی دین کے انھیں فروعی اختلاف
کی قسم سے ہے جو ہر ایک کے اجتہاد سے
روخا ہوتا ہے نہ یہ کہ اس کا فاشا کوئی دنیوی
غرض اور حفظ نفس تھا۔ بادشاہوں کو ہمارے
پر نہیں قیاس کیا جاسکتا۔

اور شرح السنہ میں ابو منصور بغدادی کا یہ کلام نقل کیا ہے۔
.. جو جنگ صحابہ کے درمیان واقع ہوئی اس کی وجہ یہی کہ ہر جماعت کو شبہ
پیش آیا۔ اس شبہ کی وجہ سے اس نے خود کو برسرِ حق سمجھا۔ سارے صحابہ ان
جنگوں میں تامل کرنے والے تھے اس کی وجہ سے ان میں کاکوئی عدالت سے نہیں
نکلوا سکے کہ سب نے اجتہاد سے کام لیا تھا۔

ان کا اختلاف اس بارے میں بھی ایسا ہی رہا جیسے دوسرے مسائل میں
مجتہدین مختلف ہو جاتے ہیں اس کی وجہ سے کسی کی تقیص لازم نہیں آتی۔
(مرقاۃ حاشیۃ مشکوٰۃ ص ۵۵۳)

ارشاد انھول میں شوکانی نے کیا طبری محدث کا یہ کلام ذکر کیا ہے۔

داما ما وقع بینہم من الحرب
والفتن فثلث الامور مبنیۃ علی
الاجتہاد وکل مجتہد مصیب او
المصیب واحد والمخطی معذور وبل
ما جود حکما قال عثمان بن عبد العزیز
ثلث دما عظمہا لله منها سیدوفنا

صحابہ کے درمیان جو جنگ اور فتنے واقع ہوئے
یہ سب امور مبنیٰ بر اجتہاد تھے اور ہر مجتہد مصیب
ہوتا ہے یا مصیب ایک ہوتا ہے لیکن مخطی
معذور ہوتا ہے بلکہ ماجور ہوتا ہے اور اس بارے
میں بات وہ ہے جو حضرت عمر بن عبد العزیز نے
فرمایا کہ ایسے خون ہیں کہ جن سے اللہ نے ہمارا

فلا تخفیف بها الستنا۔
 لو اردوں کو صاف ستھرا رکھا ہے ہم اس سے
 (ارشاد الفحول ص ۶۶) اپنی زبانوں کو آلودہ نہیں کریں گے۔

عالم ربانی امام شعرانی الیواقیت و الجواهر میں فرماتے ہیں۔
 ”چوالیسواں بحث اس بات کے وجوب کے بیان میں کہ صحابہ کے مابین جو
 اختلافات رونما ہوئے اس سے رکنا واجب ہے اور یہ اعتقاد کہ خدا ضرور
 ہے کہ وہ اس باب میں مایوس ہیں۔

اسلئے کہ ہمارے صحابہ خواہ وہ قنوں میں شریک ہوئے ہوں یا نہ شریک ہوئے
 ہوں باتفاق اہل سنت عادل تھے اور یہ اسلئے ضروری ہے کہ ہم ان کے
 ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور ہم اس کو اجتہاد پر محمول کرتے ہیں یہ سب پیش آمدہ
 امور اجتہادی تھے اور پر محبت مصیب ہوتا ہے یا مصیب ایک ہوتا ہے
 اور مخفی عذر و در را جور ہوتا ہے؟ (الاسالیب البدیعیہ ص ۱۸)

اور اس کے بعد اسی کتاب الیواقیت میں مشہور محدث ابن الانباری کا یہ کلام نقل
 کیا ہے۔

ولیس المراد بعد التهم بنبوت العصاة
 لهم واستحالة المعصية منهم وانما
 المراد قبول رواياتهم لنا احكام ديننا
 من غير تكلف ببحث عن اسباب
 العدالة طلب التزكية ولم يثبت
 لنا الى وقتنا هذا شيء يقدر حفي
 عد التهم فنحن على استصحابها
 ما كانوا عليه في زمن رسول
 الله صلى الله عليه وسلم حتى
 صحابہ کرام کی عدالت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے
 لئے عصمت ثابت ہے اور ان سے معصیت کا
 صدور محال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے ہم سے
 جو دین کے احکام نقل کئے ہیں وہ بغیر کسی تکلف
 اور عدالت کے اسباب کی بحث کے ادباً طلب
 تزکیہ سے قبول کیا جائے گا۔
 ہمارے اس زمانہ تک کوئی ایسی بات ان سے
 صادر نہیں ہوئی جو ان کی عدالت میں تادیر کے
 اسلئے ہم ان کے بارے میں وہی خیال رکھتے ہیں

یثبت خلافہ۔ جس حال پر وہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں تھے الایہ کہ

کوئی بات اس حال کے خلاف ثابت ہو۔

اس کلام میں ذرا آپؐ غور فرمائیں یہ ابن الانباری کسی معمولی شخصیت کا نام نہیں ہے، ابن کا شمار جلیل القدر محدثین میں ہوتا ہے، حدیث کے علاوہ یہ دوسرے فنون میں بھی کامل تھے ادب و تاریخ ان کا خاص موضوع رہا ہے ان کی وفات ۲۸۰ھ میں ہوئی، وہ فرما رہے ہیں کہ آج تک صحابہ کے بارے میں ہیں کوئی ایسی بات معلوم نہ ہو سکی جو ان کی عدالت و ثناء ہٹ کیلئے قاصد بن سکے۔

اب اگر کوئی آج کا محقق یہ دعویٰ کرے کہ ان صاحب کا مطالعہ اتنا وسیع نہیں تھا اور ابن الانباری کے سامنے حقائق واضح شکل میں ظاہر نہیں ہوئے، اس نے خود جو تحقیق کی ہے اور صحابہ کرام کے بارے میں تاریخ کے اوراق کھنگال کر کے جو معلومات مہیا کی ہیں وہی حق ہے، تو درحقیقت وہ اپنی جہالت کا اعلان کر رہا ہے اسے پتہ نہیں کہ یہ ابن الانباری کون ہیں اور علوم دینیہ میں وہ کس مقام و مرتبہ کے آدمی ہیں۔

یہ تاریخی روایتیں اور حکایتیں جو اس نے صحابہ کرام کی معائب و تمایز میں پیش کی ہیں ان سے ابن الانباری اور دوسرے ائمہ دین اور علمائے امت بھی واقف تھے، تاریخ کی کتابیں نئی نہیں ہیں جو ان علماء کے سامنے نہ رہی ہوں لیکن ان علماء و امت نے ان تاریخی روایتوں پر کتاب و سنت کو مقدم کیا ہے اور صحابہ کرام کے بارے میں ان کا فیصلہ تاریخی کی روشنی میں نہیں کتاب و سنت کی روشنی میں ہوتا ہے۔

اعیان العباد یعنی اللہ والے

مسلم بن یسار بصری

عابد و زاہد، مقتدلئے وقت، بصرہ کے رہنے والے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور اپنے والد حضرت یسار رضی اللہ عنہم سے حدیث سنی، امام محمد بن سیرین حضرت قتادہ، حضرت ثابت بن ابی جیسے جلیل القدر علماء و محدثین نے ان سے روایت کی ہے۔

پنے وقت کے بڑے فاضل انسان تھے، فقہائے بصرہ میں ان کا شمار ہوتا ہے، عبادت و زہد میں لگے رہنے کی وجہ سے ان سے روایت کم مروی ہے، اور ان کے شاگردوں کی تعداد مختصر ہے۔

حضرت ابن عون کہتے ہیں کہ اپنے زمانہ میں یہ سب سے بڑھ کر فضل و کمال والے تھے ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا نہیں تھا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ کل ثقتہ، فاضلہا لہما و رعایا میں مسلم بن یسار ثقتہ، فاضل عابد اور پرہیزگار آدمی تھے۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ بصرہ کے پانچ فقہار میں سے یہ ایک تھے۔

مسلم بن یسار انتہائی خشوع اور خضوع سے نماز پڑھتے تھے، بڑے بڑے فقہاء و علماء کو تما ہوتی کہ کاش ان کو بھی مسلم بن یسار جیسی نماز کی کیفیت و خشوع و استغراق

حاصل ہوتا، علماء بن زیاد کہتے ہیں کہ اگر مجھے کسی چیز کی تمنا تھی تو یہی کہ حسن بصری کا علم فقہ و طہر کا ذہب و ورع اور مسلم بن یسار کی نماز مل جاتی، ان کے صاحبزادہ فرماتے ہیں کہ ہمارے والد جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو معلوم ہوتا کہ کوئی کھونٹا ہے جو گاڑ دیا گیا ہے، بدن میں ذرا بھی حرکت نہ ہوتی، خود مسلم بن یسار گھردالوں سے کہتے کہ جب میں نمازیں دہوں تو تم لوگ خوب باتیں کر سکتے ہو، مجھے تم لوگوں کی باتوں کا پتہ نہیں چلتا، نمازیں ان کے استغراق کا عالم یہ تھا کہ یہ نماز پڑھ رہے تھے اور گھر میں آگ لگ گئی، لوگوں نے آگ پر قابو بھی پایا مگر یہ نمازیں ایسے لگے ہوئے تھے کہ ان کو کچھ پتہ نہیں چلا کہ گھر میں کیا حادثہ پیش آیا۔

ان کی کرامت کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے، ان کا منقول تھا کہ یہ ہر سال حج کیا کرتے تھے، اور اپنے خرچ سے حاجیوں کا ایک قافلہ اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک سال حج کا جب موسم آیا تو حج کے لئے روانہ نہیں ہوئے، لوگوں نے سمجھا کہ اس سال شاید حج کا ارادہ نہیں ہے، لیکن جب وقت بالکل قریب آگیا تو انھوں نے ان لوگوں سے جو ان کے ساتھ حج میں جایا کرتے تھے کہا کہ چلو ہم حج کے لئے روانہ ہو رہے ہیں، لوگوں نے کہا کہ اب حج کے زمانہ تک کہ حکومت پہنچنا اور حج کا پانا ممکن نہیں ہے، مگر انھوں نے لوگوں پر زور دیا کہ نہیں حج کے لئے چلنا ہے، بہر حال لوگ تیار ہوئے، بہت زیادہ انگار کرنا لوگوں نے مناسب نہ سمجھا، جب چلتے چلتے رات ہو گئی تو بڑے زور کی آندھی چلی، آندھی کا زور اتنا سخت کہ گرد و غبار کی کثرت کی وجہ سے کوئی ایک دوسرے کو دیکھ نہیں رہا تھا، رات یوں گذر رہی تھی، جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ کہ حکومت کی پہاڑیاں سلسلے میں ہیں اور لوگ مکر پہنچ چکے ہیں، سچے اللہ کا شکر ادا کیا، مگر تعجب سے ہر ایک دوسرے کو دیکھ رہا تھا۔ تو مسلم بن یسار نے کہا کہ تعجب کی کیا بات ہے، یہ سب اللہ کی قدرت سے ہوا۔

مسلم بن یسار کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۵ ص ۲۴)

خالد بن معدان

خالد بن معدان اہل شام کے شیخ تھے، بہت سے صحابہ کرام سے انھوں نے حدیث روایت کی ہے، لیکن زیادہ تر یہ احادیث مرسل ہیں۔

ان کے شاگردوں میں محمد بن ابراہیم التیمی، حسان بن عطیہ، فضیل بن فضال، مشور بن یزید، اسود بن حکیم، بحر بن سعد وغیرہ اجلا و محدثین ہیں۔

خالد بن معدان فرمایا کرتے تھے کہ انھوں نے ستر صحابہ کرام کو پایا ہے، انکی ہیبت کا عالم یہ تھا کہ جس مجلس میں ہوتے تو کسی کی مجال نہیں تھی کہ ان کے سامنے دنیا کا تذکرہ کرے۔ حبیب بن ماریج کہتے ہیں کہ ہم جتنا خالد بن معدان سے ڈرتے تھے کسی اور سے اتنا نہیں ڈرتے تھے۔

شوق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار صحابہ کرام کے شوق کا ان پر انتہائی غلبہ تھا۔ بڑی محبت سے اور عاشقانہ انداز میں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا تذکرہ کرتے تھے اور پھر ہر ایک کا نام لے کر کہتے۔ ہم اصلی و فصلی والیہم یحییٰ قلبی طلال شوقی الیہم فنجعل ربی قبضی الیک حتی یغلبہ النوم۔

یعنی جب حضرت خالد سونے کے لئے بستر پر جاتے تو صحابہ کرام کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے۔ یہی لوگ میری اصل ہیں، اور یہی لوگ میری پہچان ہیں، میرا شوق ان کی طرف دراز ہو چکا ہے۔ اے اللہ غلبہ آپ مجھے اپنے پاس بلا لیں۔ یہی کہتے کہتے سو جاتے تھے۔ حضرت خالد فرماتے تھے کہ اللہ نے ہر شخص کو چار آنکھیں دی ہیں، دو آنکھ سر میں ہے جن سے وہ دنیا کو دیکھتا ہے، اور دو آنکھ دل میں ہے جن سے وہ آخرت کی چیز دیکھتا ہے۔

اور جب اللہ کسی کے ساتھ خیر کا معاملہ کرتا ہے تو فتح عینیہ اللتین فی قلبہ اس کا وہ دونوں آنکھیں کھول دیتا ہے جو اس کے دل میں ہوتی ہیں، تو بندہ ان سے غیب کی ان چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے جن کا اللہ نے بندہ سے وعدہ کیا ہے۔

دعا ر قنوت کیلئے ہاتھ اٹھانے کے بعد اس کا دوبارہ باندھنا

مکرمی حضرت مولانا صاحب السلام علیکم دو مرتبہ اللہ و بركاتہ
 میں کئی روز سے فون لگا رہا تھا لیکن رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا، اب جو زمر کا نیا شمارہ لا
 تو اس سے آپ کا نیا موبائل کا نمبر معلوم ہوا، پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے رمضان اور شمال والا
 زمر نہیں لا برائے کرم اسے بھیج دیں۔
 دوسری عرض یہ ہے کہ ہمارا ایک رشتہ دار غیر مقلدوں کے ایک ادارہ میں کام کرتے
 ہیں، ان سے غیر مقلدوں نے سوال کیا ہے کہ خفیہ جو دتر میں رفع یدین کے بعد دعا ر قنوت پڑھتے
 وقت ہاتھ باندھتے ہیں یہ کون سی حدیث سے ثابت ہے، براہ کرم اس کا جواب بذریعہ خط جلد
 دیں اور مناسب ہو تو زمر میں بھی اس کا جواب شائع کر دیں۔ والسلام

وصیل الرحمن مدرسہ تعلیم الدین ہوا

پوسٹ بک گڈ حد صد حار تھ گجو

نرحم ! آپ کا فون اس وقت آیا تھا جب میں ظہر بعد سو رہا تھا، موبائل کی گھنٹی
 سے نیند کھل، رمضان دشوال والا پرچہ آپ کو دوبارہ بھیجا جا رہا ہے۔

فون پر آپ نے جو سوال کیا تھا اس کے بارے میں عرض ہے کہ کبھی سوال تو ہوتا ہے تحقیق
 کے لئے جیسا کہ آپ نے سوال کیا اور کبھی سوال کا شمار محض شرارت ہوتا ہے جیسا کہ غیر مقلدوں
 نے آپ کے رشتہ داروں سے سوال کیا کہ دعا ر قنوت میں رفع یدین کے بعد ہاتھ باندھنا کس

حدیث سے ثابت ہے؟ یہ محض شرارت کے لئے سوال ہے اور یہ دکھلانا ہے کہ اخاف بلاذیل
فقہی مسائل پر عمل کرتے ہیں۔ غیر مقلدین کی اس قسم کی شرارت کی عام عادت ہے۔ میں نے اس
سوال کو انکی شرارت اسلئے کہا کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ حالتِ قیام میں جب قیام کا بقا مستقل
رکن کی حیثیت سے ہو تو معصی ہاتھ باندھ کر ہی کھڑا ہوتا ہے، دعا و قنوت کے لئے محض ہاتھ اٹھانے
سے وضع سابق بدلی نہیں، جب سابقہ حالت اور وضع بدلی نہیں اور جیسے پہلے معصی حالت
قیام میں تھا ویسے ہی اب بھی حالتِ قیام ہی میں ہے، تو جس طرح ہاتھ باندھ کر پہلے کھڑا تھا
اب بھی وہ اسی طرح کھڑا رہے گا۔

صحابہ کرام نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا جو نقشہ احادیث کی کتابوں میں پیش
کیا ہے، اس میں رفع یدین کے بعد حالتِ قیام میں وضع الیمین علی الشمال یا وضع الذراع علی
الذراع کا لفظ آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نمازیں رفع یدین کے بعد
قیام فرماتے تو اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اس حالت کا
بیان احادیث کی عام کتابوں میں ہے، پس حالتِ قیام میں ہاتھ باندھنا ایک دو حدیث سے نہیں
بلکہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے، اور جو بات احادیث کثیرہ سے ثابت ہو اس کے بارے میں
یہ سوال کرنا کہ وہ کس حدیث سے ثابت ہے محض شرارت ہے، یہ تو اس طرح کا سوال ہوا کہ کوئی
غیر مقلدین سے بچے کہ تم جو نمازیں کھڑے ہو کر کھجلائے ہو یا سر کھجلائے ہو اور پھر سینہ پر ہاتھ باندھ
لیتے ہو کس حدیث سے ثابت ہے؟

آپ حضرات سے ایک بات یہ عرض کرنی ہے کہ آپ لوگ صرف غیر مقلدین ہی کو سوالات
کا موقع نہ دیں۔ ان سے بھی سوالات کرنے کی عادت والیں۔ آپ حضرات اسی موقع پر اور
اسی سلسلے میں غیر مقلدین سے سرادر کر کھجلائے والے سوال کے بعد درج ذیل سوال کر کے ان سے
جواب حاصل کریں۔

(۱) پہلا سوال یہ ہے کہ غیر مقلدین دعا و قنوت میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، ان کا عمل
کس حدیث سے ثابت ہے؟

(۱) دوسرا سوال یہ ہے کہ غیر مقلدین بلا تکبیر کہے ہوئے دعا، قنوت میں پڑھا اٹھاتے ہیں تکبیر کا نہ کہنا کس دلیل سے ثابت ہے؟

(۲) تیسرا سوال یہ ہے کہ غیر مقلدین دعا، قنوت سرّاً پڑھتے ہیں یا جہراً، اگر سرّاً پڑھتے ہیں تو اس کی حدیث پیش کریں، اور اگر جہراً پڑھتے ہیں تو اس کی حدیث پیش کریں؟

(۳) چوتھا سوال یہ کریں کہ فتاویٰ الہمدیث جلد ۳ ص ۲۰۶ میں لکھا ہے کہ دعا، قنوت

رکوع کے بعد پڑھنا مستحب ہے۔ بخاری شریف میں رکوع کے بعد ہے

اگر غیر مقلدین سمجھیں ہیں تو بخاری شریف میں کوئی ایک حدیث بھی ایسی دکھلائیں جس سے علوم ہوتا ہو کہ وتر کی دعا، قنوت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد پڑھا ہو۔

اگر آپ اسی سلسلہ میں غیر مقلدین سے یہ چند سوالات کریں تو ان کی ساری الہمدیثیت ہوا ہو جائے گی، غیر مقلدین کی بیماری ذہنیت کی بات اس سلسلے میں قدم قدم پر نظر آتی ہے، اور یہ کس قدر زہیب سے کام لیتے ہیں تعجب ہوتا ہے، صادق سیالکوٹی نے اپنی مشہور کتاب مصلوۃ الرسول میں یہ ثابت کرنے کے لئے کہ دعا، قنوت رکوع کے بعد ہے ص ۳۵۹ — ۳۶۰ نسائی اور ابو داؤد سے دو حدیثیں ذکر کی ہیں، حالانکہ ان احادیث کا تعلق قنوت نازلہ سے ہے، و تروالی قنوت سے نہیں ہے، بات کہاں کی تھی اور جوڑ کہیں دیا، اسی طرح انھوں نے مسلم شریف کے ایک باب سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ قنوت رکوع کے بعد ہے فرماتے ہیں۔ امام نووی شامی سلم باب استحباب القنوت میں فرماتے ہیں۔ وحمل القنوت بعدا رضع الراس فی الركعة الاخیرة اور قنوت کا محل آخری رکعت میں رکوع سے سرائٹھانے کے بعد ہے۔ (مصلوۃ الرسول ص ۳۶۰ حاشیہ)

میراں بھی انھوں نے دھوکا دیا ہے، اس باب کا تعلق قنوت نازلہ سے ہے وتر کی قنوت سے نہیں ہے، حکیم صاحب نے اس باب کے شروع کی عبارت چھوڑ دی ہے، جس سے انکی خیانت واضح ہو رہی تھی، باب کے شروع کی عبارت یہ ہے۔

باب استحباب القنوت فی جمیع المصلک اذا انزلت بالمسلمین
ناذلة والعیاذ باللہ۔ یعنی قنوت کے مستحب ہونے کا باب تمام نمازیں میں جب

مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو۔ ایسا ثابت شد

غرض اسی مسئلہ قنوت میں غیر مقلدین دھوکا فریب، خیانت، شرارت سب کام لے رہے ہیں، اور بے شرم اتنے ہیں کہ شیشہ کے گھر میں رہتے ہوئے آپنا دیواروں کے قہر ہائے شاہی پر پتھر پھینکتے ہیں۔

اگر اب آپ حضرات سے غیر مقلدین کوئی سوال کریں تو پہلے ان سے ان چاروں مذکورہ سوالات کا جواب احادیثِ صحیحہ و صحیحہ کی روشنی میں حاصل کریں، تب ان کے سوالات کی طرف توجہ فرمائیں۔

الحمد للہ! آپ حضرات کی رہنمائی کے لئے اور غیر مقلدین کے اعترافات و سوالات کا جواب دینے کے لئے ہم جیسے بہت سے لوگ موجود ہیں، مگر غیر مقلدوں کی نخواست یہ ہے کہ انکی جانت میں آپ کے سوالات کا جواب دینے کے لئے نہ ان کا کوئی عالم آگے آئے گا اور نہ جاہل، مگر تجربہ کرنا ہو تو ابھی مذکورہ چاروں سوالات کے جوابات ان سے احادیث کی روشنی میں معلوم کریں۔ چونکہ ان کے عالم و جاہل جواب دینے سے عاجز رہتے ہیں تو انھوں نے اپنی خویر بنائی ہے کہ صرف سوالی کرو، غیر مقلدوں کے اس مکر کو آپ حضرات خوب سمجھ لیں۔

والسلام

محمد ابو بکر غازی پوری

نوٹ :- اس سوال کے جواب مختصراً صاحب سوال کو بذریعہ خط مطلع کر دیا گیا تھا۔
انادہ عام کے لئے اب قدرے بطورے یہ جواب شائع کیا جا رہا ہے۔

بریلوی مذہب پر ایک نظر

دہانی آمین بالجہر کیوں کہتا ہے

محمد رضا خاں سے سوال ہوا کہ دہانی آمین بالجہر کیوں کہتا ہے، اعلیٰ حضرت جواب میں یوں گہرا فحشاں ہوئے۔

ان کا مقصود صرف مسلمانوں کی مخالفت ظاہر کر کے اپنا ایک گروہ جدا قائم کرنا ہے
(احکام شریعت ص ۱۱۵)

فائدہ :- اعلیٰ حضرت کو شاید نہیں معلوم کہ آمین بالجہر صرف دہانی ہی نہیں کہتے
ہیں امت کا ایک بڑا طبقہ اس کا قائل ہے اور ان کے پاس احادیث سے ایسے قوی دلائل
ہیں کہ ان کا جواب دینا اعلیٰ حضرت اور ان کے اذتاب و اتیان کے بس کی بات نہیں ہے اسلئے
اعلیٰ حضرت کے مناسب حال یہی ہے کہ وہ ہر پچھٹے میں ٹانگ نہ اڑائیں اور اپنے مشغولان
یعنی تکفیر مسلم اور تجدید بدعات میں چپ چاپ لگے رہیں۔

حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی، حضرت تھانوی کے بارے میں اعلیٰ حضرت کا تبرا

ان حضرات ثلاثہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ اعلیٰہ قطر از ہیں۔
یہ سب کفار و مرتد ہیں، اور یہ کہ من شک فی کفر لا عدابہ فقد کفر جو ان کے کفر

میں شک کرے وہ بھی کافر نہ کہ ان کو پیشوا و سر تاج اہل سنت چاہنا بلاشبہ جو ایسا جانے
ہرگز صرف بدعتی و بد مذہب نہیں قطعاً کافر و مرتد ہے۔ بلاشبہ اس سے دور بھاگنا اور
اسے اپنے سے دور کرنا، اس سے نفی، اس کی اہانت اس کا رد فرض ہے، اور تو قریح حرام
وہم و اسلام، اس سے سلام کرنا حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کے ساتھ کھانا پینا حرام
اس کے ساتھ شادی بیاہت حرام، اور قربت زمانے خاص اور بیمار پڑے تو اسے پوچھنے
جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازہ میں شرکت اے مسلمانوں کا سا غسل و کفن دینا حرام،
اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا، اس کے جنازہ کی تشا
ہ حرام، اس سے مسلمانوں کے مقابلے میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام، اس کے لئے
دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر ہے۔ (عرفان شریعت ص ۲۳، ۲۴)

فائدہ :- اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ و کفر و تخریج کا ایسا جنون تھا کہ ان کو یہ بھی پتہ
نہیں کہ وہ فتویٰ صادر فرما رہے ہیں تین حضرات کے بارے میں اور عربی من شلت فی کفر
وعدا بہ۔ استمال کر رہے ہیں جب کہ ان کو کفر ہم وعدا ابہم کہنا چاہئے تھا۔
ہمارے ایک دوست نے بابا قلندر واس جاد و خراز نوگرا پیر سے پوچھا کہ اعلیٰ حضرت
تو اس تجارت میں تین بے نیام نظر آ رہے ہیں تو اس نے کہا کہ جی ہاں میں نے شاہ جی ولایت علی
سے سنا ہے کہ اس موقع پر اعلیٰ حضرت پر ایسا جوش سوار تھا کہ ازار بند کے کئی ٹکڑے ہو کر نغصا میں اڑ رہے
تھے اور ان کے چہروں میں وہ ناریت ابھرائی تھی کہ لوگ اپنا ہاتھ تپا رہے تھے اور چہرہ کبھی سوا ہاتھ
لہا ہوا تھا اور کبھی سوا ہاتھ چوڑا اور جوش کا یہ عالم تھا کہ اتفاق سے جو گوزناری تو وہ آواز نہ تھی
کہ لوگوں نے سمجھا کہ امریکہ نے دوبارہ ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا ہے۔
میں نے کہا بیشک اگر اس قدر جوش ایمان نہ ہو تو دیوبندیت کے قلعے مسمار کیسے ہونگے۔

نماز کے بعد مصافحہ بدعت ہے

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا، نماز جمعہ یا عیدین بعد و یا بعد مصلوۃ پنجگانہ مصافحہ کرنا

ارشاد ہوا، جائز ہے۔ نسیم الریاض میں ہے۔ الاصح انھا بدعت مباحة۔

(ملفوظات ص ۱۷۷ ج ۱)

فائدہ :- خیریت ہے کہ اعلیٰ حضرت نے دعویٰ کی دلیل پیش کر دی، البتہ خیانت کی کو عربی عبارت پر کاتر جریہ ہے کہ یعنی صحیح بات یہ ہے کہ وہ ایک جائز بدعت ہے۔ عبارت کاتر جریہ نہ کیا۔ بہر حال اتنا تو معلوم ہو گیا کہ یہ عمل بدعت ہے نہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں تھا، نہ صحابہ و تابعین کے۔ بریلوی حضرات تو اس بدعت کو فرض سے بھی زیادہ مرتبہ دیتے ہیں۔

ہولی کی مٹھائی

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا، کافر جو ہولی دیا والی میں مٹھائی دینا بھٹتے ہیں مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں ؟ ارشاد ہوا۔

اس روز نہ لے، ہاں اگر دوسرے روز دے تو لیلے، نہ یہ سمجھ کر کہ ان خبیثانہ کے ہتھیار کی مٹھائی ہے بلکہ مال موذی نصیب غازی سمجھے۔ (ملفوظات ص ۱۰۳ ج ۱)

فائدہ :- اگر ان مٹھائیوں کو مال موذی نصیب غازی ہی سمجھ کر لینا ہے تو پہلے ہی روز کیوں نہ لے لیتے تھے؟ چاہے یہ سمجھے یا نہ سمجھے کہ یہ ان کے ہتھیار کی مٹھائی ہے مگر ہے تو وہ ہتھیار ہی کی مٹھائی نہ سمجھنے سے حقیقت تو بدلے کی نہیں۔ مال موذی نصیب غازی۔ والا اعلیٰ حضرت کا قاعدہ بریلوی حضرات کیلئے خاص نفع کی چیز ہے۔

دہابہ کی نماز اور مسجد

احمد رضا خاں علیہ ما علیہ سے پوچھا گیا۔

دہابہ کی جماعت چھوڑ کر الگ نماز پڑھ سکتا ہے ؟ ارشاد ہوا۔

ذات کی نماز، نماز ہے، نہ ان کی جماعت، جماعت۔ (ملفوظات ص ۱۰۱ ج ۱)

نیز خانصاحب سے سوال ہوا، دہابہ کی بنائی ہوئی مسجد مسجد ہے یا نہیں ؟

ارشاد ہوا۔ کفار کی مسجد مثل گھر کے ہے۔ (ایضاً ص)

فائدہ :- یعنی وہابیہ چونکہ کافر ہیں اس وجہ سے ان کی بنائی ہوئی مسجد مثل گھر کے ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ گھر میں جہاں چلے پشاب پائینچا نہ کیا جائے اس لئے دیوبندیوں کی مسجد میں بریلوی حضرات بلا تکلف خانصاحب کے اس فتویٰ کی روشنی میں پشاب پائینچا نہ کر سکتے ہیں۔ خانصاحب کے اس فتویٰ نے بریلوی حضرات کے لئے ایک عمدہ بیت اٹھلا دیجویز کر دیا۔ معاذ اللہ من هذا اللفوات یہ ہے خانصاحب کی شریعت۔

وہابی کی اذان

خانصاحب سے پوچھا گیا، وہابی مؤذن کی نماز کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں؟
ارشاد ہوا جس طرح ان کی نماز باطل اسی طرح اذان بھی، ہاں تعظیماً اللہ کے نام پر جل شانہ اور نام اقدس پر درود شریف پڑھے۔ (ایضاً ص)
فائدہ :- کسی تثنیٰ کے بطلان کے لئے پہلے اس کا تحقق ضروری ہے معلوم ہوتا ہے کہ خواں صاحب کے نزدیک وہابیہ کی نماز کا تحقق ہوتا ہے، اگر یہ بات ہے تو پھر خانصاحب بتلائیں کہ کیا کسی کافر کی نماز کے تحقق کے وہ قائل ہیں۔ اگر ہیں تو اعلان کرنا چاہئے اگر نہیں تو پھر یہ ان کی بات غلط کہ وہابیہ کی نماز باطل غالباً خانصاحب کے ذہن سے یہ نکتہ نکل گیا۔

اسمعیل شہید دہلوی زید کی طرح

خانصاحب علیہ اعلیہ سے پوچھا گیا، اسمعیل دہلوی کو کیا سمجھنا چاہئے؟
ارشاد ہوا۔ میرا مسلک یہ ہے کہ وہ زید کی طرح ہے، اگر کوئی کافر کہے تو ہم منہ نہ کریں گے اور خود کہیں گے نہیں البتہ غلام احمد سید احمد رشید احمد، اشرف علی کے کفر میں ہوشیار کرے وہ خود کافر من شک فی کفر وہ عذابہ نقد کفر۔ (ملفوظات ص ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴)

فائدہ :- خانصاحب کا یہ کلام خود ان کو کافر بنا رہا ہے اور تعداد سے بھر رہے

نیز بڑا گول مول کلام ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ خاندھاب کے یہاں کافر ہے یا مومن اگر کافر ہے تو اسے کافر کہنا چاہئے اگر مومن ہے تو اس کے ایمان کا اقرار کرنا چاہئے۔ یہی دلیل ہے تیسری کوئی شکل نہیں۔ اور چونکہ حضرت اسمعیل بھی خاندھاب کے ہیں یہی ہی کی طرح ہیں تو ان کے بارے میں بھی یہی سوال ہے۔ خوب یاد رہے کہ خاں صاحب حضرت اسمعیل شہید کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں، اس پر ان کا فتویٰ ہے۔ یہی ان کا مذہب ہے، یہی ان کے نزدیک درستگی کی بات ہے۔ اس میں ان کے نزدیک سلامتی ہے، اور اس پر ان کا اعتماد ہے۔

حضرت اسماعیل شہید کے ایمان و اسلام کا خاندھاب نے بڑے بڑے پرورد لفظوں میں اقرار و اقرار کیا ہے۔ اسلئے اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حضرت اسمعیل شہید کو خاندھاب مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اس بات کو سمجھ لینے کے بعد اب میں کہتا ہوں کہ خاندھاب اپنے اقرار سے خود کافر ہو گئے، اسلئے کہ سید احمد شہید کے متعلق ان کا اقرار ہے کہ ان کے کفر میں جو شک کرے وہ کافر ہے۔ حضرت اسمعیل شہید ان کے مرید اور خلیفہ تھے ان کو وہ مسلمان ہی نہیں اعلیٰ درجہ کا مسلمان اور ولی اللہ سمجھتے تھے، زندگی بھر ان کے ساتھ رہے اور انھیں کے ساتھ معرکہ بالاکوٹ میں شہید ہوئے اسلئے خاندھاب کے فتویٰ کی رو سے وہ کافر ہوئے، اور خاندھاب اس کافر کو مسلمان سمجھتے ہیں اور یہی ان کا فتویٰ اور مذہب ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ کافر کو مسلمان جانتا کفر ہے، خاندھاب نے اس بات کو خود بار بار کہا ہے، اسلئے خاندھاب اپنے اقرار سے خود کافر ہو گئے کہ انھوں نے ایک کافر کو مسلمان کہا۔

دیکھا آپ نے اللہ کے دلیوں کے ساتھ گستاخی کا یہ ثمرہ ہے کہ الٹا پھندا خود خاندھاب کی گردن میں لٹک گیا۔

اللہ میاں کہنا جائز نہیں

خاں صاحب سے پوچھا گیا، اللہ میاں کہنا جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوا،
 ”زبان اردو میں لفظ میاں کے تین معنی ہیں، ان میں سے دو ایسے ہیں جن سے شانِ اُلُوہیت پاک اور منور ہے، اور ایک کا صدق ہو سکتا ہے، تو جب لفظ دو خبیث معنوں اور ایک اچھے

معنی میں مشترک مٹھرا اور شرع میں وارد نہیں تو ذات باری پر اس کا اطلاق ممنوع ہوگا۔
 اس کے ایک معنی حوالہ اللہ بیشک ہوا ہے، اور دوسرے معنی شوہر، تیسرے معنی
 زنا کا دلال، کزانی اور زانیہ میں متوسط ہو۔ (ملفوظات ج ۱ ص ۱۱۳)

فائدہ :- یہ نکتہ پہلی دفعہ خانصاحب نے حل کیا کہ اللہ میاں کہنا جائز نہیں،
 اسلئے کہ اس کے دو معنی خراب ہیں اور ایک معنی اچھا اور جب کوئی لفظ اچھے اور خراب معنی
 میں مشترک ہو تو اس کا اطلاق اللہ کی ذات پر درست نہیں، نیز شرع میں یہ لفظ وارد بھی
 نہیں ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میاں لفظ اردو ہے شریعت میں یہ وارد کہاں سے ہوگا کیا
 قرآن و حدیث اردو میں ہے کہ خانصاحب اس لفظ اردو کو شریعت میں تلاش کر رہے ہیں؟
 نیز پروردگار، خدا کا رسا ز وغیرہ بھی اللہ کے لئے ناجائز ہونا چاہئے اسلئے کہ ان الفاظ کا
 ذکر بھی شریعت میں نہیں ہوا ہے، نیز لفظ مولیٰ کے بھی اچھے اور بُرے معنی ہیں مثلاً مولیٰ کے
 معنی غلام بھی آتا ہے اور آقا بھی اسلئے یہ اس کا استعمال بھی اللہ کیلئے درست نہ ہونا چاہئے
 حالانکہ اعلیٰ حضرت اس کا استعمال بلا تکلف اللہ کے لئے کرتے ہیں۔ اگر بریلوی حضرات یہ کہیں کہ
 مولیٰ کا لفظ اس لئے اللہ کے لئے جائز ہے کہ یہ لفظ شریعت میں وارد ہوا ہے تو عرض ہے کہ
 پھر آخر اس قاعدہ کے بیان کی کیا ضرورت تھی کہ جو لفظ اچھے اور بُرے معنی اس استعمال ہوا اس
 کا اعلان اللہ کی ذات پر نہ کرنا چاہئے۔ اعلیٰ حضرت نے صرف یہی کیوں نہ فرمایا کہ اللہ کیلئے وہی
 لفظ استعمال ہوگا جو شریعت میں وارد ہوا ہو۔ یا پھر اعلیٰ حضرت کو پورا قاعدہ بیان کرنا چاہئے
 تھا کہ جو لفظ اچھے اور بُرے معنی میں مشترک ہو اس کا استعمال اللہ کے لئے اس وقت جائز
 نہیں جب کہ کسی قرینہ سے اس کا وہ معنی متعین نہ ہو جو شان باری کی مناسب ہے۔ اور اگر
 قرینہ سے اس کا تعین ہو جائے تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ قاعدہ تو پورا یہ ہے
 مگر اعلیٰ حضرت نے آدھا ہی قاعدہ بیان کیا آدھا چھوڑ دیا۔

اب یہی کہتا ہوں کہ اللہ کے ساتھ جب "میاں" کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو خود لفظ
 اللہ کے ساتھ اس کا اقران یہ زبردست قرینہ ہے کہ یہاں میاں کے معنی صرف مولیٰ اور آقا کے

ہیں کسی اولیٰ دہر کے مسلمان کے قلب میں دوسرے اور تیسرے معنی کا وہ ہم بھی نہیں گذرتا۔
 یہ تو محض اعلیٰ حضرت کی ذہنیت ہے اور ان کی داعی انتہی ہے کہ وہ دور کی کٹھی لاتے ہیں۔
 نیز یہ کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت اپنے صاحبزادہ حامد و رضا کو حامد میاں کہہ کر خطاب کرتے
 تھے۔ انھوں نے اپنی کتابوں میں بھی ان کو حامد میاں لکھا ہے۔ میں اعلیٰ حضرت سے پوچھتا ہوں کہ
 بقول آپس کے میاں کے تین معنی ہیں، مولیٰ، شوہر، اور زانی اور زانیہ کے امین متوسط یعنی دلالی
 کرنے والا، ظاہرات ہے کہ یہاں میاں سے مراد مولیٰ اور آقا تو ہو نہیں سکتا اسلئے کہ صاحبزادہ
 محترم اعلیٰ حضرت کے آقا اور مولیٰ ہوں یہ خود اعلیٰ حضرت کو گوارا کیوں کر ہو۔ اس کے معنی یہاں شوہر
 کے بھی نہیں اسلئے کہ حامد میاں اعلیٰ حضرت کے شوہر نہیں ہیں بلکہ ان کے صاحبزادہ ہیں تو اب
 متعین ہو گیا کہ ”میاں“ کے معنی یہاں زانی اور زانیہ کے امین متوسط یعنی دلالی کرنے والا
 ہے۔ یہ اگرچہ ہمارے لئے نیا انکشاف ہے کہ اعلیٰ حضرت کے خاندان میں یہ پیشہ بھی ہوتا رہا ہے
 مگر ہے یہ انکشاف۔ ”بڑا دلچسپ“

کمالاتِ خداوندی سب رسول کو حاصل ہیں

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں! .. بلاشبہ جتنے فضائل و کمالات خزانہِ تقدس میں ہیں سب حضور
 اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے، اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ویتیم نعمتہ علیہ اللہ اپنی
 تمام نعمتیں تم پر پوری کرے گا۔ (ملفوظات ج ۲ ص ۴۲)
 خاندان کا۔ یعنی یہاں اعلیٰ حضرت نے رسول کو سارے کمالات میں اللہ کے برابر ہی کر دیا، خیر یہ تو
 اعلیٰ حضرت کا وہ شرکیہ کلام ہے جس کے لئے اللہ نے فرشتہ مہرور رکھا ہے، مگر تعجب تو ہے
 اعلیٰ حضرت کی اس جرات پر کہ وہ بلا تکلف قرآن کے ترجمہ میں تحریف کرتے ہیں، قرآن کی اس
 آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے، اور اللہ پوری کرے گا اپنی نعمت کو تیرے اور پادار اعلیٰ حضرت ترجمہ فرماتا ہے
 ہیں کہ اللہ اپنی تمام نعمتیں تم پر پوری کرے گا، کوئی اعلیٰ حضرت سے پوچھے کہ یہ تمام نعمتیں قرآن کی اس
 آیت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟

محمد اجمل مفتاحی

ارشادات

مولانا محمد صفدر امین اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ

ارشادات

فرمایا - مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں۔ خلافِ دلیل، بے دلیل، بادل۔
خلافِ دلیل مسئلہ کو ماننا الحاد ہے، بے دلیل مسئلہ کو ماننا بدعت ہے، بادل مسئلہ کو بلا مطالبہ
دلیل مان لینا تقلید ہے، اگر اچھی بات میں تقلید ہو تو اچھی ہے اور بُری بات میں تقلید ہو تو
بُری ہے۔

فرمایا - اللہ نے صحابہ کے ساتھ تقویٰ کو اس طرح لازم کر دیا جیسے سورج کو روشنی
اور آگ کو گرمی لازم ہے۔ جیسے سورج کا روشنی کے بغیر اور آگ کا گرمی کے بغیر تصور نہیں ہو سکتا
ایسے ہی صحابہ کا تقویٰ کے بغیر تصور نہیں ہو سکتا اسلئے فرمایا **حِبِّمُ الْيَمَانَ وَزِينَا**
فِي قُلُوبِكُمْ وَكِرَاهِ الْيُكْمِ الْكُفْرِ الْفُسُوقِ وَالْعِصْيَانِ پس جیسے معدہ مکھی کو ہضم نہیں کر سکتا
ایسے ہی صحابہ کے قلوب کفر و فسق کو بھی قبول نہیں کر سکتے۔

فرمایا - کسی بھی دعویٰ کے لئے ثبوتِ دلیل کافی نہیں ہے، دیکھو جزئیات سے
تادیانی وفاتِ مسیح اور اجرائے نبوت پر استدلال کرتے ہیں ان آیات کی صحت و ثبوت میں ذرہ
بہرہ بھی شک نہیں مگر جو مراد انھوں نے بیان کی اس کے باطل ہونے میں بھی ذرہ برابر شک نہیں
صحتِ ثبوت کے ساتھ صحتِ مراد اور رفعِ تعارض بھی ضروری ہے، جب تک تینوں امر کی
تحقیق نہ ہو تقریب نام نہیں ہوتی۔

فرمایا - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد **شَفَا الْعِي السُّوَالِ رَجُوعُ سَلَسَلِ**

نہ معلوم کر سکے اس کو دوسرے سے پوچھ کر شفا حاصل کرنی چاہئے (آپ کا یہ ارشاد جو اس کلم
 میں سے ہے، جس طرح بیمار کو حصول شفا کے لئے علاج کی ضرورت ہے، اب دنیا میں طب کی
 کتابیں بھی ہیں پناہی بھی ہیں ماہر طبیب بھی ہیں، مریض نہ تو براہ راست علاج کے لئے ہسپتالوں
 کی طرف رجوع کرتا ہے نہ پناہیوں سے علاج کرتا ہے بلکہ ماہر طبیب سے فتح لیتا ہے خواہ وہ
 طب کی کتاب مریض کو ملے یا نہ ملے اس نسخہ کے لئے وہ کسی پناہی کی تصدیق یا تردید کی بالکل ضرورت
 محسوس نہیں کرتا، یہی صحیح طریقہ علاج ہے اسی طرح دینی پیادوں کی طبیب نقیہا رہیں پناہی
 محدثین ہیں، حدیث کی کتابیں مثل کتب طب ہیں اور کتب فقہ مثل نسخہ ہیں، اسلئے ہر فقہاء
 کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في
 الدين وليندروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون۔ (ترجمہ)
 پس کیوں نہیں کوچ کرتی (جہاد کیلئے) ہر قبیلہ میں سے ایک جماعت۔ یعنی جہاد کیلئے سارے
 کوچ نہ کریں تاکہ وہ (یعنی وہ صحابہ کرام حضور کی خدمت میں رہیں، دینی فقہ حاصل کریں اور
 تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف لوٹ کر آئیں دینی میدان جہاد سے) تاکہ نہ بھی
 خلاف شرع سے۔ رجوع بھی اپنی قوم و علاقہ کے طبیب ہی کی طرف (عموماً) کیا جاتا ہے۔
 اس کی ہمارت بھی مسلم اور علاج بھی سہل اکھول۔

فرمایا۔ ہمارا نام کافروں کے مقابلے میں مسلمان ہے۔ ہوسماکم السلامین
 اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا، اہل بدعت کے مقابلے میں اہل سنت ہیں، اور اجتہادی مسائل
 میں شافعی (مثلاً) کے مقابلے میں حنفی ہیں، اور عیسائیوں (مثلاً) کے مقابلے میں محمدی ہیں، اہل
 سنت سے بنیاد کر کے کسی نے اپنا نام اہل قرآن رکھ لیا کسی نے اہل حدیث، کوئی احمدی بنا اور
 کوئی محمدی۔

فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ہدایت ہیں (سوانحاً مندرجاً)
 صحابہ کرام خیر ہدایت ہیں (اصحابی کالنجوم) امام ابوحنیفہ امام اعظم چراغ ہدایت ہیں، حضور
 کا ارشاد ہے لو کان الدین عند الثریا لذهب به ما جل من اهل فارس۔

یعنی اگر دین ثریا پر بھی ہوتا تو اس کو فاذس کا ایک آدمی حاصل کر ہی لیتا۔ یہ حدیث بخاری کتاب القصر، ترمذی میں تین جگہ اور ابو نعیم کی کتاب میں سولہ صحابہ سے منقول ہے، اور اس کا مصداق حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ ہیں، کیونکہ فاذس میں علم شریعت میں آپ سے زیادہ کوئی ماہر نہیں۔

فسرمایا۔ کہ حضرت امام اعظم کی پیدائش شہر میں ہوئی اور صحابہ کا دور ۳۰ سالہ تک رہا تو آپ نے بحالت شعور ۲۵ سال تک صحابہ کرام کا زمانہ پایا، اس مدت میں یقیناً آپ نے ان کے عمل کا مشاہدہ کیا ہوگا۔ تو امام اعظم کو صحابہ کرام کے عمل کا مشاہدہ بھی تھا، اور آپ تابعی ہیں اسلئے آپ کی سند بھی عالی ہے یعنی تین چار واسطوں سے آپ حضور تک پہنچ جاتے ہیں، ائمہ دین میں سے یہ خصوصیت کسی اور کو حاصل نہیں رہی ہے۔ اسلئے احاف بڑے خوش نصیب ہیں کہ ان کو تعامل صحابہ اور علو سند والی نفع ملی ہے۔

فسرمایا۔ محض سند کی مثال گھڑی کی ہے، ایک آدمی کے پاس گھڑی ہے اور وہ کمرہ کے اندر بند ہے تو اس کے سامنے گھڑی تو ہے مگر سورج کی رویت اور اس کا اس کو مشاہدہ نہیں ہے تو وہ غلطی کھا سکتا ہے کہ گھڑی غلط ہو اور وہ گھڑی کے مطابق رات دن کا فیصلہ کر رہا ہے، عین ممکن ہے کہ سورج غروب ہو چکا ہو اور یہ گھڑی ابھی عصر ہی کا وقت بتا رہی ہے لیکن جو آدمی سورج کا مشاہدہ کر رہا ہے وہ غلطی نہیں کھا سکتا پس چونکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام کے تعامل اور اپنے زمانہ کے تابعین کے تعامل کا مشاہدہ بھی کیا تھا اسلئے نفع حنفی کی بنیاد بہت ٹھوس ہے اس میں غلطی کا امکان کم ہے۔

فسرمایا۔ آج کل لوگ اسلامی نظام کے حوالہ سے صرف قرآن و سنت کے نفاذ کا

مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ یہ مطالبہ نہ صرف دھوکا بلکہ انتہائی خطرناک بھی ہے، کیونکہ ایسا مطالبہ کرنے والا اجماع امت اور قیاس مجتہد کے دلیل شرعی ہونے کا منکر ہے جب کہ ان کے بغیر اسلامی نظام کی اصلی حقیقی صورت پیش کرنا ناممکن ہے۔ اگلے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیاس شرعی کا منکر بدعتی ہے اسے عدالت شرعیہ کا قاضی بنانا ناجائز

نہیں ہے ۔

فسرمایا ۔ کہ فقہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ کسی کو قرآن و سنت پر جھوٹ نہیں بولنے دیتی بلکہ ان کے لئے ایک مضبوط قلعہ اور حصار کا کام دیتا ہے اس حصار کو توڑے بغیر کوئی فرد قرآن و حدیث پر جھوٹ نہیں بول سکتا، یہی وجہ ہے کہ دینی معاملات میں من مانی کرنے کیلئے ہر باطل گروہ پہلے اس حصار کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے ۔

فسرمایا ۔ بعض تو قرآن و حدیث کے الفاظ کے اندر ہی تغیر و تبدل کے ترکیب ہو جاتے ہیں لیکن اکثر فقہ قرآن و حدیث کے الفاظ کے بجائے ان کے مفہوم کے اندر تبدیلی پیدا کر کے گراہی پھیلاتے ہیں، اسی سے بچنے کیلئے خدا نے تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ساتھ صحابہ کرام کا نمونہ دیا ہے، اگر یہ نمونہ پوری طرح انسان کے پیش نظر رہے تو گراہی کا قریب آنا ممکن ہی نہیں ۔

فسرمایا ۔ جو شخص یہ کہے کہ میں صحابہ کرام کو معیار حق اور ان کے افعال و اقوال کو حجت نہیں مانتا وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مفہوم کے اندر تغیر کا ارادہ رکھتا ہے اور جو کہے میں سنت رسول اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حجت تسلیم نہیں کرتا وہ قرآن پاک کے مفہوم میں تبدیلی کرنے کا مذہم پروگرام رکھتا ہے ۔

محمد اجمل مفتاحی

لکھ شیرازی

خمار سلفیت

شیخ کلہ حفظہ اللہ کی سلفیت بنیاری اور غیر تقلیدیت کے تویہ

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی - خمار سلفیت حفظہ اللہ کی وہ کتاب جس کا ہماری جماعت میں بڑا چرچا تھا اس کتاب کا شیخ کلہ حفظہ اللہ پر اٹا اثر ہوا، اور اس کے مطالعہ نے ان کو سلفیت سے بنیاد بنا دیا، بلکہ اب تو وہ بالکل اباحت کی راہ پر چل پڑے، قرآن مجید اور احادیث سب کے ہاتھ چھڑا لیا۔

باپ - بیٹا، یہ خمار سلفیت حفظہ اللہ کون بزرگ ہیں، یہ نام تو پہلی مرتبہ ہمارے کان میں پڑ رہا ہے۔

بیٹا - اباجی خمار سلفیت محمد یحییٰ گوندوی سے بدل ہے۔

باپ - تمہارا انہی علم بہت کمزور ہے، بدل اور تبدیل منہ ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، تم نے تبدیل منہ کا ذکر نہیں کیا اور بدل کا ذکر کر دیا۔

بیٹا - اباجی، آپ نے تقلیدی علم حاصل کیا ہے، اب زمانہ تجدد کا ہے، تقلید کی ہر زون

مبتوض ہے، آدمی کو مجتہد ہونا چاہئے، بدل اور تبدیل منہ میں حاصل ہو سکتا ہے۔
 جیسے جب ہم کہتے ہیں امیر المؤمنین فی الحدیث تو اس سے مراد امام بخاری ہوتے
 ہیں، چاہے امام بخاری کا کلام میں ذکر ہو یا نہ ہو۔

باپ - بیٹا - ابوالحسن محمد یحییٰ گوندوی تو بخاری جماعت کے بڑے محقق عالم ہیں، انکی کتاب
 متعلدین ائمہ کی عدالتیں، مشہور زمانہ کتاب ہے، رد تعلید میں اس کتاب سے
 بہتر کوئی کتاب نہیں۔

بیٹا - اباجی - اس کتاب کو پڑھ کر شیخ کو حفظ اللہ میں سلفیت بیزاری پیدا ہو گئی ہے،
 جواب دین بیزاری میں بدل گئی، اس کتاب کے مطالعہ کا ان پر اثر یہ ہوا کہ انھوں نے
 قرآن وحدیث دونوں سے ہاتھ جھاڑ لیا ہے۔

باپ - بیٹا، کیا ہوا؟

بیٹا - اباجی، یہ کتاب جب ان کے پاس پہنچی تو جب اس کو اسٹاپا تو ان کی نگاہ ۱۵۱ میں
 اس آیت پر پڑی۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ جس کا ترجمہ خمار سلفیت حفظ اللہ
 نے یہ کیا ہے۔ "بلا علم فتوقا دینا جائز نہیں ہے"۔ اس ترجمہ کو پڑھ کر شیخ کو حفظ اللہ کو
 چوکا گیا، انھوں نے قرآن کریم کے سارے تراجم دیکھ ڈالے، مولانا امرتسری کا ترجمہ دیکھا
 مولانا ابوالکلام آزاد کا ترجمہ دیکھا، مولانا جو ناگدھی کا ترجمہ دیکھا، تفسیر کی موٹی موٹی
 کتابیں دیکھیں، ان کو قرآن کے کسی عالم کے ترجمہ میں اور تفسیر کی کتاب میں یہ ترجمہ نہیں ملا۔
 پھر انھوں نے اس کتاب میں یہ لکھا دیکھا۔ انہ لا یجوز الفتویٰ بالتقلید، یعنی
 تقلید سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، اس کلام بلین کو پڑھ کر انھوں نے فتاویٰ نذیریہ کی
 جلدیں دیکھیں تو اس میں جگہ جگہ فقہائے احناف کی کتابوں کے حوالے سے فتویٰ دیا گیا
 تھا، فتاویٰ ثنائیہ میں بھی یہی تماشا تھا اور ائمہ حدیث حضرات کی فتاویٰ کی دوسری
 کتابوں میں جگہ جگہ ہایہ، شامی، مالکیری وغیرہ کا ذکر کثرت سے تھا، تو اب ان کا سر
 چوکا گیا کہ میں صاحب جیسا محدث بھی حمام میں بستلا ہوا رہا ہے، پھر ان کو مسئلہ میں

علامہ ابن حزم کا یہ قول منقول ملا، التقليد حرام ولا یحل لاحد ان یاخذ
قول احد غیر رسول اللہ، یعنی تقلید حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے علاوہ کسی کا قول اختیار کرنا جائز نہیں ہے، تو انھوں نے اپنے جی میں کہا کہ جتنے
شرح حدیث اور مفسرین قرآن اور ادویاء اللہ گزرے ہیں ان میں مانا تو نے فی حد
مقلد تھے، اگر تقلید حرام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کا قول اختیار
کرنا جائز نہیں ہے تو امت محمدیہ کی اتنی بڑی جماعت نے اس حرام کار تکاب کیوں کیا
خود بخاری شریف میں امام بخاری جگہ جگہ غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال نقل
کرتے ہیں، اور ان سے وہ حجت پکڑتے ہیں، امام بخاری اس حرام میں کیوں مبتلا ہوئے
پھر انھوں نے خیال کیا کہ بخاری شریف کو مرجع الکتاب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے یہ بات
نہ خدا کی ہے، نہ رسول کی، یہ امت کی بات ہے، اور ہم امت کی اس بات پر ایمان
لائے ہوئے ہیں، ہمارا یہ ایمان حقیقتاً نہیں تقلید ہے، غرض خمار سلفیت حفظہ اللہ
کی اس کتاب کو پڑھ کر شیخ کلہو حفظہ اللہ قرآن و حدیث سب سے دست بردار ہو گئے
اب ان کا مشغلہ آسمان کی طرف دیکھنا ہے اور حد کثی میں اپنا وقت گزارنا ہے۔

باپ۔ بیٹا، ہمارے علماء کو بہت سنبھل کر منہ سے بات نکالنی چاہئے، جماعت کا اثر نقصان
ہو رہا ہے اہم لوگ جماعت سے کنارہ کشی اختیار کر رہے ہیں۔

بیٹا، ابھی کہیں ایسا تو نہیں ہے، ہمارے حفظہ اللہ لوگ جیسا موقع ہو ویسی باتیں کرتے
ہیں، میں کہیں چٹ اور کہیں پیٹ، کہیں ادھر کی اور کہیں ادھر کی۔

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔
خمار سلفیت حفظہ اللہ کی تحقیق جدید پر شیخ کلہو حفظہ اللہ
کی برہمی

بیٹا۔ ابھی

باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ ابھی، آج میں خمار سلفیت حفظہ اللہ کی جدید کتاب، مقلدین علماء کی عدالت میں، کا

مطالعہ کر رہا تھا، نئی نیابتیں معلوم ہو رہی تھیں، عجیب عجیب حقیقات سے دل دماغ روشن ہو رہا تھا، پر نئی حقیقت پر طبیعت پھٹک جایا کرتی تھی، مگر عجیب بات یہ ہے کہ شیخ کو حفظِ اُتھر کو ان کا نام ہی سن کر بخار چڑھ جاتا ہے اور وہ ان کے بارے میں قول بکنا شروع کر دیتے ہیں۔

باپ - بیا، یہ کتاب اپنے موضوع پر بڑی محقق کتاب ہے، شیخ جگنو حفظِ اُتھر نے اس کے چار کو بیس نسخے خرید کر دوسن پودہ کے اہلحدیثوں میں مفت تقسیم کر چکے ہیں، اچھا تبادلو کہ اس کتاب کی کون سی بات شیخ کو حفظِ اُتھر کو ناگوار گزری ہے۔

بیٹا - باتیں تو بہت سی ہیں مگر ایک بات پر شیخ کو حفظِ اُتھر کا سنہ زیادہ لکھا ہوا ہے، شیخ خوارسلفیت حفظِ اُتھر کو جاہل تک کہہ ڈالا تھا، فضیلہ شیخ خوارسلفیت حفظِ اُتھر نے اس کتاب میں لکھا ہے۔

- یہ تقلیدی نسبتیں صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہیں تھیں بلکہ تمام لوگ مسلمان تھے، کتاب وسنت پر عمل کرنے میں نجات سمجھتے تھے۔ ۱۲۳ھ

باپ - بیٹا۔ یہ تو بڑا انمول کلام ہے، شیخ کو کیا کہہ رہے تھے؟

بیٹا - اباجی، شیخ کو حفظِ اُتھر کا کہنا تھا کہ اس مختصر سی عبارت میں مصنف کا جہل آئینہ بن کر چمکا ہے۔ اسلئے کہ اس کلام کا حاصل یہ نکلا کہ اس کے نزدیک تقلید اور اسلام میں منافات ہے، جو مسلمان ہو گا وہ مقلد نہیں ہو گا اور جو مقلد ہو گا وہ مسلمان نہیں ہو گا، اور اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس کے نزدیک مقلد کتاب وسنت پر عمل کرنے میں نجات نہیں سمجھتا شیخ کو کا کہنا یہ ہے کہ عرو در سلفیت میں یہ مباحظ دنیا کے تمام مسلمان وغیر مقلدین کے سوا اسلام سے خارج قرار دے رہے ہیں۔

باپ - بیٹا میں تو ظاہر نظر رہا اس بات کو بڑی جا انداز سمجھتا تھا، مگر شیخ کو حفظِ اُتھر کو بالکل صحیح ہے، اگر شیخ خوارسلفیت حفظِ اُتھر کی بات کو صحیح ان لیا جائے تو بڑے بڑے فقہاء و محدثین اور اولیاء اللہ کے مسلمان ہونے پر سوالیہ نشان قائم ہو جائے گا، اور

غیر مقلدین کے چند نقوش قدسیہ کے سوا دنیا کے سارے مسلمان اسلام سے غصب
ہو جائیں گے۔

بیٹا۔ اباجی، ہمارے بزرگوں کو عام مسلمانوں کو مشرک بنانے میں اور اسلام سے خارج قرار
دینے میں کوئی خاص نطف آتا ہے کیا؟
باپ۔ بہتہ نہیں بیٹا۔

بقیہ ص ۳۷۷۔

کھانچے کہ جب ان کے پاس انگوڑ کا خوشہ لایا جاتا تو ایک ایک دانہ کھاتے اور ہر دانے
پر اللہ کا ذکر کرتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ کھاتے رہنا اور اللہ کی حمد کرنا خاموش رہ کر کھانے
سے بہتر ہے۔

فرماتے تھے کہ جو شخص حق کی مخالفت کر کے تعریفیں حاصل کرتا ہے اللہ ان تعریفوں
کو اس کے لئے ندمت بنا دیتا ہے، اور جو حق کے بارے میں ملامتوں کی پردہ نہیں کرتا، اللہ
ان ملامتوں کو اس کیلئے باعثِ تعریف بنا دیتا ہے۔

خالد بن معدان کی عبادت و ریاضت اور خدا کی یاد اور اس کی حمد و ثنا کی شان کیا تھی
تو اس کا ذکر سلمہ بن شعیب سے سنیں، سلمہ فرماتے ہیں کہ خالد بن معدان قرآن کے علاوہ چالیس
ہزار مرتبہ روزانہ تسبیح پڑھا کرتے تھے، جب ان کی وفات ہوئی تو جب غسل کے لئے انکو کھایا
تو ان کی انگلی مسلسل حرکت کر رہی تھی جیسے کہ وہ تسبیح گن رہے ہوں۔
ان کی وفات سنہ ۱۰۳ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۲)

سفر پاکستان

۲۶ مئی سینچر کے روز سے مجھے مولانا گھمن کے ساتھ سفر کرنا تھا، اور اب میرے آئندہ کے پروگرام کے وہی ذمہ دار تھے، مجھے پروگرام کی ترتیب معلوم نہیں تھی، بس جہاں مولانا لیجاتے وہاں جاتا، پاکستان کے مدارس اور علمی حلقوں میں میرے پاکستان پہنچنے کی اطلاع ہو چکی تھی، اس وجہ سے مختلف مدارس اور علمی حلقوں سے کثرت سے دعوت مل رہی تھی، میرا پاکستان میں قیام مختصر تھا، اس وجہ سے ان سب کی دعوت کو قبول کرنا مشکل تھا، اب مولانا گھمن فیصلہ کرتے کہ کہاں جانا مفید ہوگا اور اس کے مطابق دعوت دینے والوں کو اطلاع کر دی جاتی اس کے باوجود بھی ایک ایک روز میں کئی کئی پروگرام ہوتے اور کہیں پر بھی رات کے قیام کے سوا آدھ گھنٹہ یا گھنٹہ دو گھنٹہ سے زیادہ وقت دینا مشکل ہو رہا تھا، مولانا گھمن مختصر سے وقت میں زیادہ سے زیادہ پروگرام دکھا، اور زیادہ تر جگہوں پر وہ خود بھی ہر پروگرام میں شریک رہے۔

آج کی پہلی منزل مدرسہ مفتاح العلوم سرگودھا تھی، مدرسہ کے ہتم حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب لاہور آکر ملاقات کر گئے تھے، جب ہم لوگ سرگودھا پہنچے تو مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ اور اطراف و جوار میں سے آئے ہوئے علماء کو رام سراپا انتظار تھے، پہلے تھوڑی دیر طلبہ میں بیان ہوا اور بخاری شریف کا مختصر ادرس ہوا، اور پھر عمومی بیان ہوا۔

ہیں پر حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب سے ملاقات نہ ہوئی، یہ تو شہرہ سے تقریباً ساڑھے چار سو کیلو میٹر کا فاصلہ طے کر کے اپنے صاحبزادے مولانا محمد قاسم کے ساتھ چند گھنٹوں کے لئے ملاقات کے لئے آئے تھے، مولانا بڑے معروف آدمی ہیں، لکھنے پڑھنے کا ہر وقت مشغول رہتا ہے، اس کے زائد کتابوں کے مصنف ہیں، ماشاء اللہ بڑے تیز و طرار ہیں، محکمہ اور بیت علیہ تکلف، تصنع و ریاسے پاک، محبت کرنے والے انسان ہیں، ان کی اس کرم فرمائی سے میں بہت متاثر ہوا۔

اس نشست میں مولانا حقانی صاحب کا بھی بیان ہوا، یہ بیان ایسا ہی تھا جیسا کہ پاکستانی مجاہدین علماء کا ہوتا ہے، دلوں انگیز، نغروں والا، بیان سے انداز ہوا کہ مولانا حقانی صاحب صرف صاحبِ قلم ہی نہیں ہیں صاحبِ بیان بھی ہیں۔

بیان کے بعد کھانا ہوا، کھانے میں متعدد علماء، کرام شریک تھے، جن کے نام یاد رہ گئے ہیں وہ یہ ہیں۔ مولانا عبد القیوم حقانی اور ان کے صاحبزادہ محمد قاسم کے علاوہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب سابق امیر جمعیت علماء اسلام، قادیان، اکرام سراجی، مفتی عبدالقدوس ترمذی، قادیان، قیام الدین صاحب، مولانا اشرف علی صاحب، مولانا عبد الغفور حقانی صاحب وغیرہ بہت سے اہل علم و اہل صدق و صفا کا مجمع تھا، خود مولانا مفتی طاہر صاحب اپنی ذات سے ایک انجن ہیں، بڑے باخبر و بہادری آدمی ہیں، نوجوان تندرست و توانا، چست و ہمہ دم حرکت، اپنے مدرسہ کو انھوں نے خوب ترقی دے رکھی ہے، اور تعلیم کا معیار بھی بہت اچھا ہے۔

پاکستان کے مدرسہ میں یہ بات عام طور پر محسوس ہوتی کہ وہاں تعلیم کا معیار ہندوستان کی بہ نسبت بہت اچھا ہے، غالباً درس نظامی کی پابندی کی یہ برکت ہے، اور میرا خیال ہے جب تک اس نہاب کی ان مدارس میں پابندی رہے گی اور جدیدیت کا چھوت نہیں لگے گی۔ تعلیم کا یہ معیار باقی رہے گا، لیکن خدا نخواستہ اگر وہاں بھی جدیدیت کی مدارس میں پورا چل گئی تو ان کا حال بھی ہمارے ہندوستانی مدارس کی طرح ہو جائے گا۔

حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب میرے لئے اپنے ساتھ کتابوں کا ایک بڑا مجموعہ

لئے تھے جس میں زیادہ انھیں کی تعینفات تھیں، چونکہ میرے ساتھ کتابیں زیادہ تھیں اس وجہ سے ان کتابوں کو اپنے ساتھ لانا میرے لئے ایک مسئلہ تھا، تو میرے اس تردد کو دیکھ کر اس مجلس میں ایک صاحب نے کہا کہ یہ کتابیں آپ میرے حوالہ کر دیں میرے آدمی دہلی آتے جاتے رہتے ہیں وہ دہلی میں آپ جہاں کہیں پہنچا دیں گے، میں نے کہا اس سے بہتر اور کیا ہو گا۔ چنانچہ میں نے یہ کتابیں ان کے حوالہ کر دیں اور ان سے کہا کہ دہلی میں جمعیت علماء کے دفتر میں یہ کتابیں آپ پہنچا دیں، اب یہ اتفاق ہی ہے کہ وہ کتابیں اب تک دہلی نہیں پہنچیں اگر یہ کتابیں انھیں کے پاس رہ گئیں اور میں ان سے محروم رہا تو مجھے اس کا سخت لالہ رکھ گا۔ ہم لوگوں کا اصل سرسرایہ کتابیں ہی ہوتی ہیں، یہی کتابیں ہیں جن سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور ہم ان سے لکھنے پڑھنے کا کام لیتے ہیں اور بزرگوں کے علوم سے اپنی علمی و دینی زندگی کو تروتازہ رکھتے ہیں۔

یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا، ایک لڑکا جو بالکل فوجان تھا، شکل و صورت بھی اس کی کوئی مولیٰ نہ تھی، لباس بھی اس کا بہت معمولی تھا، معمولی سی شہرت اور پینٹوں پہنے ہوئے تھا، ایک معمولی سا لفاظ میری طرف بڑھا کر کہ چلا گیا، میں نے سمجھا شاید دعایا تعویذ وغیرہ کیلئے کوئی پرزہ اس نے لکھا ہو گا، اس نے لفاظ بڑھا کر اتنا موقع نہیں دیا کہ میں اس سے کچھ پوچھوں اس نے لفاظ بڑھایا اور فوراً چلا گیا، میں نے بھی بلا لفاظ کھولے جیب میں رکھ لیا، بعد میں مجھے جب اس لفاظ کا خیال آیا اور میں نے اسے کھولا تو اس میں پانچ ہزار پاکستانی روپے کا ایک نوٹ نظر آیا، میں اس نوٹ کے اخلاص سے اتنا متاثر ہوا کہ مجھے اس کا تذکرہ یہاں کرنا پڑ رہا ہے، ہم یہاں سے عصر سے پہلے نکلے اور شام تک محمد الیاس گھمن کے قائم کردہ مرکز اہلسنت سرگودھا آگئے، جہاں عصر کی نماز ادا کی گئی اور کچھ ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوئے، مرکز کے وسیع اور کشادہ صحن میں خنک ہوائیں چل رہی تھیں برا سمرانگیز منظر تھا، صحن میں چار پائیا بھی ہوئی تھیں، میں انھیں میں سے ایک پر لیٹ گیا، دوسری چار پائیوں پر مرکز کے طلبہ و اساتذہ بیٹھ گئے اور علمی و دینی گفتگو کی یہ مجلس مغرب تک اور پھر مغرب کے بعد تک چلی رہی، یہیں

مولانا محمود اکاڑ دی سے تعارف ذرا خاص مقدمات کا ہوا جن کا تذکرہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔

یہ مرکز مولانا محمد الیاس گھمن نے قائم کیا ہے، اس کا مقصد ماہر اساتذہ کی نگرانی میں مدرسوں کے بااستعداد

مرکز اہل سنت سرگودھا

فائزین کو باطل فرقوں سے مناظرہ اور ان کے اعتراضوں کا جواب دینے کے لئے تیار کرنا ہے اس کی عمارت بڑی شان و شوکت والی نہیں ہے مگر جو کام ہو رہا ہے وہ بڑے بڑے مدارس کے کاموں سے بڑا کام ہے، مدرسین عام طور پر اپنے فن کے ماہر ہیں، بعضوں کے حافظہ اور انکی معلومات دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی حالانکہ ان کی عمریں ابھی جوانی بلکہ جوانی کی حدوں والی ہیں، مگر ان کا علم اتنا گہرا اور پختہ ہے کہ انھیں دیکھ کر رشک آتا ہے، اور اپنی صلاحیت و قابلیت کی بے حیثیتی کا اندازہ ہوتا ہے، طلبہ بھی ماشاء اللہ اپنے مقصد میں جی جان سے لگے ہوئے نظر آتے۔

مولانا محمد الیاس کا مقصد طلبہ کی تعداد کا بڑھانا اور عمارتوں کا بنوانا نہیں ہے اس مرکز کے قیام سے ان کا اصل مقصد ایسے افراد کا پیدا کرنا ہے جو فتنوں کا تعاقب کر سکیں، پاکستان میں سلفیت، مسیحیت، قادیانیت اور بریلویت کا فتنہ عام ہے، ان فتنوں کا مقابلہ یہاں کے اساتذہ اور طلبہ کرتے ہیں، اس مرکز کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس وقت جہاں ان فتنوں کا زور ہے اور ان سے مقابلہ آرائی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے لوگ اسی مرکز سے رابطہ قائم کرتے ہیں، حالانکہ پاکستان میں بڑے بڑے دینی و علمی مراکز ہیں مگر فتنوں کے تعاقب کے لئے لوگوں کی نگاہیں اسی مرکز کی طرف اٹھتی ہیں۔

اس مرکز کا کتب خانہ بھی قابل رشک ہے، اس میں فقہ وحدیث کی کتابوں کے اہم مراجع موجود ہیں، ان کے علاوہ اس مرکز کے موضوع کے مطابقی موافق و مخالف اہل علم کی بیشتر کتابیں موجود ہیں، مولانا گھمن اس کتب خانہ کو مزید وسعت دینے کا پروگرام بناتے ہوئے ہیں، میر تقی میراں ایک روز اور دو شب رہا، اور بلاشبہ اللہ عرض کرنا ہوں کہ یہاں مجھے بڑا طلبی سکون ملا۔ اساتذہ اور طلبہ کی محبت اور ان کی خدمت مجھے رہ رہ کر یاد آتی ہے، اور یہ احساس

پختہ ہوا کہ دین کا لام اللہ جن سے چاہیں لے لیں، اس کے لئے عمر اور غلام ہری ٹیپ ٹاپ کی کوئی قید نہیں ہے۔

ہمارے دینی مراکز اور مشاہیر علماء کا یہ مزاج بن گیا ہے کہ وہ مقابلہ آرائی اور اسلام نام کے جو باطل فرقے ہیں ان کے رد و ابطال سے گریزاں رہتے ہیں اور ان کی دعوت صلح کل کی ہوتی ہے۔ ہر ایک سے رواداری برتنے کو وقت حاضر کی وہ ضرورت سمجھتے ہیں، جب کہ باطل فرقے مسلسل اپنی دعوت کو فروغ دینے میں لگے ہوئے ہیں، اور جب مولانا محمد الیاس گھمن مہیا کوئی باغیرت و باحمیت ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اترتا ہے تو وہ اس کی حوصلہ افزائی کیا کرتے یہ کام ان کی نظر میں کھٹکتا ہے، اور وہ اس کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے، میرا یہ تجربہ ہندوستان میں بھی ہے اور یہی شکایت مولانا محمد الیاس گھمن کو پاکستان میں بھی ہے کہ اکابر علماء حق ان کے اس کام کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، اور نہ پاکستان کے جو بڑے بڑے دینی مراکز ہیں ان سے اس مرکز اور یہاں کے کام کرنے والوں کو کوئی تعاون ملتا ہے۔ ایسے میں اگر آدمی کم حوصلہ ہو تو وہ میدان چھوڑ دیتا ہے، مگر الحمد للہ مولانا محمد الیاس گھمن خوب سمجھتے ہیں کہ ان اکابر اور ان مراکز کا یہ گریز کس وجہ سے ہے، اس لئے ان کو کسی کی موافقت و مخالفت کا قطعاً پرواہ نہیں ہے، وہ اپنا کام پوری تندہی سے انجام دے رہے ہیں، اور اگر کچھ لوگ ان کے کام کو اہمیت نہیں دیتے تو پاکستان میں ایک بہت بڑا حلقہ ایسا بھی ہے جو مولانا محمد الیاس گھمن اور ان کے اس مرکز کی اہمیت کو سمجھتا ہے، اور مولانا گھمن کا دورہ شب و روز جاری رہتا ہے اور دور دراز مقامات سے لوگ اس مرکز سے برابر رابطہ قائم کئے رہتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر یہاں کے اساتذہ و علماء کو بلا تے ہیں، خود مولانا محمد الیاس گھمن بہترین مناظر ہیں اور اپنے وجود سے مناظر اہل سنت مولانا محمد صفدر امین اکاڑی رحمہ اللہ کی یاد دلاتے رہتے ہیں۔ اور حضرت مولانا مرحوم کے کام کو نہ صرف سنبھالے ہوئے ہیں بلکہ اس کو پاکستان میں بخوبی انجام دے رہے ہیں۔

مولانا محمد امین صفدر اکاڑی کا نام آگیا تو بتلا دوں کہ مولانا مرحوم سے میری

لانات اس سے پہلے والے سفر پاکستان میں ہوئی تھی انشاء اللہ کیا سادگی تھی، اور ان کا علم کیا وسیع اور گہرا تھا، مجسم تو اضع تھے، اور ان کی مناظرانہ شان تھی کہ ہر باطل فرقہ ان کے نام سے ٹھہراتا تھا۔

انہیں اتنا بڑا اہل حق کا مناظر اور اہل سنت کا وکیل اپنوں ہی کے ہاتھوں بے وقعت بھی رہا کہ پاکستان کے جفا دہی علماء اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے، اس وجہ سے کہ وہ شان و شوکت والا نہیں تھا، اس کے جسم پر معمولی لباس ہوتا تھا، اس کے پاس گاڑی موٹر نہیں تھی، اس کا گھر عالی شان محل نہیں تھا، وہ سائیکلو پر پھیرا کرتا تھا، وہ ٹھہر ڈکلاس اور عالم بیسوں میں سفر کرتا تھا، اس کا جیب پیسوں سے خالی ہوا کرتا تھا اور اس کے فقر و فاقہ کا یہ عالم تھا کہ اس کو اپنا نہایت قیمتی کتب خانہ اپنی بچی کی شادی کے لئے صرف بیس ہزار پاکستانی روپے میں بیچا پڑا، اس سفر میں مجھے جب یہ معلوم ہوا تو مجھے ایسا صدمہ ہوا کہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا جب کہ دوسروں کی بات تو چھوڑیے جس پاکستان کے مدرسہ میں وہ درس تھا اس کے ہستم کا دربار کسی گورنر ہاؤس کا سماں پیش کرتا ہے، اس کا ہستم کڑوروں میں کھلتا ہے، اور خود مولانا محمد صفدر امین کے قریبی رشتہ داروں میں ایسے لوگ تھے جو ہر سال عمرہ اور حج کے لئے لاکھوں کا سرمایہ خرچ کرتے ہیں، مگر ان کی بے حسی کا یہ عالم کہ ایک مرد بچا ہد کی دستگیری و اعانت اس کی بچی کی شادی کے لئے نہ ہو سکی جو مجاہد عالم دین پورے پاکستان میں اہل حق کی اُبرو تھا، اور اس کو اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اپنی زندگی بھر کا جمع کردہ علمی سرمایہ اور نہایت قیمتی کتب خانہ صرف بیس ہزار میں بیچ دینا پڑا، اور پھر وہ کتب خانہ خریدنے والے نے کہاں چھپا دکھا ہے اس کا پتہ نہیں چل رہا ہے، اس طرح ایک بہت بڑا علمی سرمایہ ضائع ہو گیا۔ انشاء اللہ انا ایہ راجعون۔

میں ہندوستان سے جب پاکستان کے سفر پر روانہ ہو رہا تھا اسی وقت یہ نیت تھی کہ اگر مجھے موقع ملا تو میں مولانا صفدر امین اکاڑی رحمۃ اللہ علیہ کے گھاؤں اکاڑہ جاؤں گا اور گھوڑالوں سے تعزیت کروں گا، اور مولانا کے مزار پر بھی حاضری دوں گا، مولانا محمد ایسا

گھمن کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اکاڑہ کا بھی پروگرام بنایا اور مجھے مولانا کے گھر اور ان کی مزار پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، شہر خوشان میں مولانا کی کچی قبر اس دنیا کی بے ثباتی کو یاد دلانے ہی تھی اور جب ناتھ پڑھ کے لوٹا تو ہم زبان پر یہ شعر تھا۔
 زمیں کھا گئی آسمان کیسے کیسے ۔

مولانا صفدر صاحب کے بڑے بھائی پرونیسرافضل سے بھی ملاقات ہوئی اور ملتان میں مولانا کے چھوٹے بھائی مولانا انوار سے بھی ملاقات ہوئی، ان حضرات سے مل کر طبیعت کو کوئی خوشی نہیں ہوئی، مولانا صفدر امین والی بات کسی میں نہیں تھی، اور جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ پرونیسرافضل مالی حیثیت سے ایسے تھے کہ اگر کچی کی شادی کے لئے بطور قرض بیس ہزار کی رقم دے سکتے تھے تو مولانا کا کتب خانہ اس میں ہزار کی رقم میں خرید سکتے تھے اور اس طرح کتابوں کا عظیم سرمایہ ان کے پاس محفوظ ہو سکتا تھا، تو مجھے اور بھی تکلیف ہوئی، یہ پڑھے لکھے لوگ اب تک یہی نہیں سمجھ سکے ہیں کہ جہیز اور عہرہ پر عہرہ کرنے سے کہیں افضل کسی غریب مسلمان کی ضروری موقع پر اعانت کوئی ہے اور اگر وہ مسلمان اپنا عزیز اور قریب ہے تو ان کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

مولانا محمد ایسا گھمن نے مرکز اہل سنت میں قیام کے دوسرے روز فرمایا کہ آج آپ کو انٹرنیٹ پر تقریر کرنی ہے، اور آپ

انٹرنیٹ پر خطاب

کی یہ تقریر دنیا کے متعدد اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں سنی جائے گی، میں نے آج شب دس بجے اس تقریر کا وقت انٹرنیٹ پر نشر کروایا ہے، میرے لئے انٹرنیٹ پر تقریر کرنے کا یہ پہلا موقع تھا، ایک وفد برطانیہ کے سفر کے موقع پر وہاں کے مسلمانوں نے بھی اس کا موقع فراہم کیا تھا، مگر میں نے معذرت کر دی تھی، یہاں مولانا گھمن اور یہاں کے محبت کرنے والے اساتذہ کے اصرار سے میں آمادہ ہو گیا، وقت مقررہ پر انٹرنیٹ کھول گیا تو تقریر کے آغاز سے پہلے کمپیوٹر پر پھول نظر آئے تو لوگوں نے بتلایا کہ یہ لوگ آپ کی تقریر سننے والے ہیں وہ آپ کا استقبال کر رہے ہیں، اور آپ کا یہ تقریر خطیبی ممالک کے علاوہ لندن، جاپان

مکتبہ اشرفیہ غازی پور سے شائع ہونے والا دواہمی دینی و علمی مجلہ

جلد ۱۱ — شمارہ ۳



جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ
۱۴۲۹ھ

سالانہ چندہ — ۷۰ روپے

پاکستان کیلئے

پاکستانی ایک سو پچاس روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ
غیر مالکیت سے پیش کارامی



مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابو بکر غازی پوری



مکتبہ اشرفیہ قاسمی منزل سید غازی پور۔ یوپی

موبائل نمبر: 9453497685

23 3001

پن کوڈ

فہرست مضامین

۳	مدیر	(اداریہ) جمعیت کے بحران کا ذمہ دار کون؟
	محمد ابو بکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۲۸	" "	مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں
۳۴	محمد عبداللہ قاسمی غازی پوری	بریلوی مذہب پر ایک نظر
۴۲	محمد ابو بکر غازی پوری	احیان العباد
۵۰	" "	امام ابو حنیفہؒ کی فہم و ذکاوت کا ایک واقعہ
۵۲	" "	سلفی تحقیق کا ایک نمونہ
۵۶	" "	چند ضخیم تفسیروں کا ذکر
۵۸	" "	حکایات و واقعات
۵۹	طاہر شیرازی	نما رسلیت

جمیعت کے بحران کا ذمہ دار کون

جمیعت علماء ہند جو ہندوستان میں واحد مسلمانوں کی ایسی تنظیم ہے جو مسلمانوں کے ملی، دینی و قومی مسائل سے نمٹا کرتی ہے، اور جس کا ماضی بڑا تابناک رہا ہے، اور جس کی آواز ایوان حکومت کو لرزادینے والی ہوتی ہے، آجکل یہ جماعت شدید بحران سے گزر رہی ہے۔ مولانا رشد مدنی سابق عبوری صدر اور مجلس عاملہ جمیعت علماء ہند کے درمیان اختلاف بڑی شدت اختیار کر چکا ہے۔ حضرت فدائے ملت مولانا اسعد صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات کے بعد سے ہی جمیعت علماء ہند کی قیادت و سربراہی کے مسئلہ پر حضرت مولانا رشد مدنی اور ارکان عاملہ کی اکثریت اور بطور خصوص ناظم عمومی حضرت مولانا محمود مدنی کے درمیان اختلاف ظاہر ہو چکا تھا۔ بظاہر کوئی بات ایسی نہیں تھی کہ اختلاف ہوتا، حضرت مولانا رشد مدنی حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادہ ہیں، حضرت مولانا محمود صاحب حضرت شیخ الاسلام کے پوتا اور حضرت فدائے ملت کے جگمگوشہ ہیں، حضرت شیخ الاسلام کا جب انتقال ہوا تو مولانا رشد صاحب ہوں یا اس خاندان کے دوسرے افراد پر سب غور و سال تھے، اور انکی پرورش، شادی بیاہ، دیکھ بھال، حضرت فدائے ملت نور اللہ مرقدہ نے جس طرح کی، وہ اپنی مثال آپ ہے، اپنی اولاد سے زیادہ شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کی اولاد کو چاہا۔ اولاد سب کی سب حضرت فدائے ملت کی دوسری ماں سے تھی، لہذا

یہ اولاد حضرت فدائے ملت کی حقیقی بھائی بہن نہیں تھے، مگر حضرت فدائے ملت نے حقیقی بھائی بہنوں سے زیادہ ان کا خیال رکھا اور ان کی ضرورت کے متکفل رہے، اس کا اعتراف اس خاندان کے ہر فرد کو ہے۔

حضرت فدائے ملت نور اللہ مرقدہ کے ان احساناتِ عظیمہ کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت فدائے ملت کے انتقال کے بعد مولانا ارشد مدنی جواب اس خاندان کے سب سے بڑے اور بزرگ فرد ہیں، حضرت فدائے ملت کی اولاد کے لئے سایہ رحمت بن جائے، ان کے سر پر محبت کا ہاتھ رکھتے اور ان کا معاملہ بھی حضرت فدائے ملت کی اولاد کے ساتھ ہی ہوتا جو فدائے ملت کا ان کے ساتھ تھا، مگر انھوں نے نہ ہو سکا اور جمعیت کی قیادت کون کرے، حضرت فدائے ملت کی جگہ پر کون رہے، جمعیت کا پورا کنٹرول کس کے ہاتھ میں ہو اس کو لے کر چچا بھتیجے ٹکرائے اور جب جمعیت نے مجلس منظمہ اور مجلس عالمہ کے بعض اراکین کے خصوصاً آہستہ دارالعلوم حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب کے حکم کی تعمیل میں فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے حضرت مولانا ارشد مدنی کی صدارت کو قبول کر لیا بلکہ از خود اس کا اعلان کیا اور اراکانِ عالمہ سے ان اراکین کے فیصلہ کے علی الرغم جو حضرت مولانا ارشد مدنی کے مزاج سے واقف تھے کہ حضرت کا مزاج کسی تنظیم کو چلانے والا اور سب کو ساتھ لے کر چلنے والا نہیں ہے، حضرت مولانا محمود مدنی نے مولانا ارشد مدنی کی صدارت کو قبول کیا اور ان کے ساتھ کام کرنے پر اپنے کو راضی کر لیا، لیکن مولانا نے روزِ اول ہی سے غالباً یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی صدارت کو اس دائرہ تک محدود نہیں رکھیں گے جو جمعیتِ علماء کے حدود کی سابقہ روایات رہی ہیں بلکہ وہ اپنے دائرہ اختیار سے ہر موقع پر تجاوز کریں گے اور ان تمام لوگوں کا آہستہ آہستہ صفایا کریں گے جو مولانا ارشد مدنی کو مولانا کے کل اور شیخِ اکل فی اکل ماننے کو تیار نہ ہوں گے، خواہ ان لوگوں کا تعلق جمعیت کے ادنیٰ ملازمین کا ہو یا اعلیٰ ملازمین کا ہو، یا مرکزِ جمعیت کی درکنگ کیٹی کے ممبران اور مدعوین خصوصاً کا ہو، یا صوبائی جمعیتوں کے صدور و نگہار اور ان صوبائی جمعیتوں کے ممبران کا ہو، اپنی خواہشات

اور جیسے ہوئے جذبات کو پورا کرنے کے لئے وہ جمعہ کا دستور کا نام لے لے کر دستور کی دفعات جس طرح چاہیں گے پامال کریں گے۔ اب دستور وہی ہوگا جو مولانا کریں گے، اور ہر وہ کام جو مولانا کے مزاج، انکی خواہش اور ان کی اسنگوں کے خلاف ہوگا وہ غیر مستوری ہوگا، چنانچہ مولانا نے عہدہ مہداریت قبول کرنے کے معاہدہ ہی جمعہ کے تین ملازمین کو جنگی خدمات کا اعتراف جمعہ سے وابستہ ان تمام افراد کو ہے جو مولانا ارشد مدنی کی جی حضور کی کو اپنی سادست نہیں سمجھتے ہیں، ان میں بعض وہ تھے جن پر ذرائع ملت کبے انتہا اعتماد تھا، اور انھوں نے عرصہ دراز تک حضرت ذرائع ملت کی مہداریت کے زمانہ میں نہایت اخلاص سے جماعت کی خدمت کی تھی، ان دو میں سے ایک نام مولانا معز الدین کا ہے اور دوسرا نام مولانا حکیم الدین کا ہے۔

جماعت کو ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو انگریزی اور اردو دونوں کا اچھا واقف تھا اور تحریری صلاحیت والا ہو، جماعت کے تحت مختلف پروگرام کا سلسلہ شروع تھا۔ انگریزی میں قدم قدم پر خط و کتابت کی ضرورت تھی مگر کوئی ایسا آدمی جو عالم فاضل بھی ہو اور انگریزی دان بھی ہو لی نہیں رہا تھا، مولانا محمود نے تلاش و جستجو کے بعد مولانا نیاز احمد فاروقی کو پایا، یہ ایک بڑی ملازمت پر تھے، مگر جماعت کے کام کو اہم سمجھتے ہوئے انھوں نے مولانا محمود مدنی کی پیشکش کو سالبہ تنخواہ سے کم تنخواہ پر ہی قبول کر لیا، حضرت ذرائع ملت کے زمانہ ہی میں ان کا تقرر ہوا تھا، اور ان کے ذریعہ جو کام انجام پارہا تھا اگر اس کو تفصیل سے ذکر کیا جائے تو کافی وقت درکار ہوگا، حضرت ذرائع ملت نور اللہ مرقدہ کو کبھی ان سے کوئی شکایت نہیں ہوئی، مگر مولانا ارشد مدنی کی مہداریت قبول کرنے کی پہلی مشرط میں جن تین افراد کے نمائندے کا نام تھا ان میں سے ایک مولانا نیاز احمد فاروقی صاحب بھی ہیں، کیوں؟ اسلئے کہ یہ بھی مولانا محمود مدنی کے مقصد علیہ ہیں اور ان سے محبت کرنے والے اور جماعت کیلئے مولانا ارشد مدنی صاحب کے مقابلہ میں مولانا محمود صاحب کو زیادہ مفید سمجھنے والوں میں ہیں، اور یہ وہ قصود ہے کہ مولانا ارشد اس کو گوارا نہیں کر سکتے، مولانا ارشد مدنی صرف اس کو گوارا

کرتے ہیں جو اپنا خمیر اور اپنی تسک کو مولانا ارشد صاحب کا خادم بنا دے۔

حضرت مولانا ارشد مدنی نے جمعیت کی صدارت قبول کرنے کے لئے جمعیت کی ملازمت سے ان تینوں کے اخراج کو شرط رکھا تھا۔ مولانا محمود مدنی نے حالات کے پیش نظر کے غلغلہ مزید نہ بڑھے اس شرط کو قبول کیا بلکہ جس رات میں مولانا ارشد مدنی نے یہ فیصلہ سنایا تھا اسی رات کو ان سے کہہ دیا تھا کہ آپ لوگ دفتر چھوڑ دیں۔

حضرت ندائے ملت کے انتقال کے بعد یہ مولانا ارشد مدنی کی صدارت کا پہلا دن تھا اس سے لوگوں نے سمجھ لیا تھا کہ مولانا ارشد مدنی کی صدارت کس طرح کی ہوگی۔

پھر دو سال کے عرصہ میں مولانا ارشد مدنی جس طرح جمعیت کے دستور و روایات کو پامال کرتے رہے ہیں اس سے تمام ممبرانِ عالمہ اور جمعیت کے ہمدردان اور اس سے تعلق رکھنے والے پریشان تھے، اپنے اختیارات سے تجاوز کر کے حضرت مولانا ارشد مدنی ناظم عمومی کے اختیارات میں دخل اندازی اور مختلف طریقوں سے ان کو پریشانی میں مبتلا کرنا جس کی وجہ سے ناظم عمومی کو اس دوران کے عرصہ میں مجلسِ عالمہ سے بار بار درخواست کرنی پڑی کہ جمعیت کے نظامت عمومی سے میرا استعفا قبول کیا جائے جسے عالمہ نے منظور نہیں کیا کہ اگر مولانا محمود مدنی نے جماعت سے اپنے کو الگ کر لیا تو پھر ان کا بدل بظاہر ممکن نہ ہوگا، اور جمعیت کا سارا عمل منجمد ہو جائے گا۔

حضرت ندائے ملت مولانا سید اسعد مدنی کے دور صدارت میں تقریباً بارہ سال مولانا محمود مدنی نے نظامت عمومی کے فرائض کو جس عمدگی سے انجام دیا ہے اس کا اعتراف جماعت سے وابستہ ہر فرد کہے، اس بارہ سال کے عرصہ میں جمعیت نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں اور جمعیت کا نام حکومتی سطح سے ملکہ عوام تک میں جس طرح روشن ہوا ہے اکی مثال جمعیت کی تاریخ میں نہیں ملتی، اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمات کو اس طرح قبول کیا کہ ہر عام و خاص کی زبان پر جمعیت کا نام اور اس کے ساتھ مولانا محمود مدنی کا نام آنے لگا، مولانا ارشد مدنی کو مولانا محمود مدنی کی یہ مقبولیت کانٹے کی طرح کھٹکنے لگی اور اپنے عہدہ صدار

کے زعم میں انھوں نے مولانا محمود مدنی کے کام اور ان کے اختیارات میں دخل دینا شروع کیا، ان کے ذہن میں معلوم نہیں یہ بات کہاں سے گھسی گئی کہ جمعیت کا صدر مطلق انسان ہوا کرتا ہے جو پہلے کہے اس سے کسی کو باز پرس کرنے کا کوئی حق نہیں، دو سال تک جمعیت کو مولانا ارشد مدنی نے عملاً مطلق کر کے رکھ دیا جو جماعت اپنی خدمات کی ایک شاندار تاریخ رکھتی تھی اس کے چراغ کی کو بجھنے لگی۔

اس افسوسناک صورت حال کو ختم کرنے کے لئے اور ناظم اور صدر اپنے اپنے حدود میں رہ کر کام کریں، جماعت کے بعض ذمہ داروں نے مولانا ارشد مدنی اور مولانا محمود مدنی کے درمیان ایک معاہدہ کر لیا، وہ معاہدہ باقاعدہ تحریریں آیا جس پر فریقین نے دستخط کئے، جن لوگوں نے معاہدہ کر لیا تھا، انھوں نے دستخط کئے، اور اب محسوس ہوا کہ ناظم عمومی اور صدر صاحب کا اختلاف ختم ہوا، اب یہ دونوں حضرات اس تحریری معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے اپنے اپنے فرائض انجام دیں گے، مگر چند مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ مجلس عاملہ کے چند لوگوں کی ایک الگ میٹنگ کر کے جو قطعاً خلاف ضابطہ اور غیر دستوری تھی، جس کا اطلاع نہ ناظم عمومی کو تھی اور نہ مجلس عاملہ کے ان چند لوگوں کے علاوہ دوسرے اراکین کو، مولانا ارشد مدنی نے اس معاہدہ کو کالعدم قرار دیدیا، اور کہا کہ یہ معاہدہ ان کے اختیارات کو سلب کرتا ہے، وہ اسے تسلیم نہیں کرتے، مجلس عاملہ کے لوگ حیران کہ مولانا ارشد مدنی نے یہ کیا کیا، ان کو بار بار سمجھایا گیا کہ مولانا یہ معاہدہ تو آپ کی رضامندی اور جن کو آپ نے اس معاہدہ کو تحریر میں لانے کے لئے اپنی طرف سے منظور کیا ان کی رضامندی اور انکی دستخط سے طے پایا تھا، خدا کے لئے اس غیر اخلاقی جرم کا آپ اریکاب نہ کریں، اور اس معاہدہ کی روشنی میں اپنی صدارت کی ذمہ داری کو نبھائیں، مگر چونکہ یہ معاہدہ ان کی خواہشات کی سکھیل میں اڑے آ رہا تھا، اور ناظم عمومی کو آزادانہ طریقہ پر اپنے اختیارات کے استعمال کا حق دے رہا تھا، اس لئے مولانا نے شریعت کا لحاظ کیا نہ عام انسانی اخلاق کا، اور اس کو انتہائی بے ددی سے رد کر دیا، اور اس کا ذرا لحاظ نہ کیا کہ ان کا یہ عمل پھر اختلاف کو جنم دے گا، جو لوگ

معاہدہ کرانے والے اور معاہدہ کی تحریر مرتب کرنے والے تھے وہ بھی مولانا کے اقدم سے حیران تھے بعض حضرات نے تو مولانا ارشد مدنی کو اس بارے میں ایک سخت خط بھی لکھا، مگر مولانا ارشد نے تو فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ دہی کریں گے جو ان کو سچی چاہے گا یا ان کا حلقہ یا راں جو ان کو مشورہ دے گا، مولانا ارشد مدنی کے اس اقدام سے اختلاف کا خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی رہی، اس درمیان مولانا ارشد مدنی نے جمعیت کے ایالات کو کمزور کرنے کی تگ و دو جاری رکھی، جس سے جمعیت کا مالی نظام بے حد کمزور ہو گیا، اور ملازمین کی تنخواہوں کو دینے کے لئے بھی ناظم عمومی مولانا محمود مدنی کو بہت پریشان ہونا پڑا اور آج تک یہ پریشانی ختم نہیں ہوئی، افریقہ اور لندن سے جمعیت علماء کے ہمدرد اور بھی خواہوں کے ذریعہ اچھی امداد ہو جایا کرتی تھی، مولانا ارشد مدنی نے ان کو جھوٹی اطلاعات فراہم کر کے یہ امداد روکادی، حتیٰ کہ مولانا محمود مدنی پر غبن اور مالیات میں خود برد کا بھی الزام لگایا گیا، مولانا محمود نے لوگوں کے سامنے اور خصوصاً ارکان عالمہ کے سامنے صحیح صورت حال آجائے اصرار کیا کہ مجلس ایک کمیشن مقرر کرے جو حساب و کتاب کی جانچ کرے اور ماحول کو جھوٹا نہ کہے اور سچا کون خود دہر و محمود کر دے یا کوئی اور، مگر عجیب بات ہے کہ مولانا محمود مدنی کے اس مطالبہ کو مولانا ارشد مدنی اور ان سے متعلق وہ لوگ جو مجلس عالمہ کے ممبر ہیں کسی طرح قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو رہے تھے، اور ہر دفعہ مولانا محمود مدنی پر مجلس عالمہ میں اعتماد کا اظہار بھی کر رہے تھے۔ یہ قہر مجلس عالمہ میں کئی دفعہ پیش آیا مگر مولانا ارشد مدنی اور ان کے حامی ممبران کمیشن مقرر کرنا کر کے حساب و کتاب کی جانچ کر کے کسی طرح تیار نہیں ہو رہے تھے، جب ایک دفعہ مولانا محمود مدنی نے دھمکی دی کہ اگر آپ کمیشن نہیں مقرر کریں گے تو میں استعفا دیتا ہوں اور کام نہیں کروں گا، مجلس عالمہ کے بعض بزرگ ممبران نے بھی مولانا ارشد صاحب پر زور دیا کہ کمیشن مقرر کئے جانے پر اور حساب کی جانچ پر آپ کو اعتراض کیوں ہے، بہر حال بہت ہی روکدھ کے بعد مولانا ارشد صاحب کمیشن مقرر کرنے پر تیار ہوئے مگر یہ مسئلہ لگاوی کہ اس میں فلاں صاحب بھی ہوں گے، اور ان فلاں صاحب کا

نام اسی لئے ان چار نفری کمیشن کمیٹی میں رکھا تا کہ کیشن اپنا کام چمک نہ کر سکے، چنانچہ یہی ہوا سال بھر گزر جانے کے بعد بھی کمیشن نے کچھ نہیں کیا اور حساب و کتاب کی جانچ نہ ہو سکی اور یہی مولانا ارشد صاحب کا مقصود تھا۔

حالات کی سچائی آن والے اسی طرح چل رہے تھے کہ دوسرے ٹرم کے لئے صدارت کے انتخاب کا وقت آ گیا۔ مرکزی صدر کا انتخاب صوبائی جمعیتیں کرتی ہیں۔ صوبائی جمعیتوں کے انتخابات کا مرکزی صدر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور نہ صوبہ کے معاملات میں مرکزی صدر کا کوئی کردار ہوتا ہے، مگر مولانا ارشد صاحب نے یہاں بھی اپنی سابقہ روایات کے مطابق جگہ جگہ دخل اندازی شروع کی، اور ان کے ساتھ کثیر تعداد ان لوگوں کی شامل ہو گئی جو ہمیشہ سے جمعیت کے دشمن تھے، اور جو ذلے ملت رحمتہ اللہ علیہ کو ان کی زندگی میں گالیاں دیا کرتے تھے، ایسے

لوگوں کی بڑی تعداد مولانا ارشد مدنی کے ساتھ آج بھی لگی ہوئی ہے، مولانا ارشد نے صوبائی انتخابات کے بارے میں جس پستی کا مظاہرہ کیا اگر اس کو بیان کیا جائے تو وہ مستقل ایک مضمون چاہتا ہے، بہر حال مولانا ارشد مدنی کی ساری تنگ و دو بیکار گئی اور بیشتر صوبوں میں ان کا آدمی ناکام ہو گیا، خصوصاً صوبہ یوپی جس میں مولانا ارشد مدنی اپنی پوری طاقت

لگا دی تھی، اس میں وہ بری طرح ہار گئے، صوبوں میں بری طرح ان کی شکست نے مولانا ارشد مدنی کو جو اس باختہ کر دیا اور اب وہ اس بات پر آگئے کہ ہم ان انتخابات کو تسلیم نہیں کریں گے حالانکہ ان انتخابات کی مجلس عاملہ نے جو انھیں کی صدارت میں ہوئی تھی تصدیق کی تھی اور اس

پر کامل اطمینان کا اظہار کیا تھا، اور جن جگہوں پر مولانا ارشد صاحب کو کچھ اختلاف تھا بحث و تحقیق کے بعد مولانا ارشد صاحب نے اس پر اپنا اطمینان ظاہر کیا تھا، مگر اپنی بات

سے پلٹ جانا اور اس کے لئے سچ اور جھوٹ کا سپہارا لینا مولانا ارشد مدنی کی قدیم روایت رہی ہے، مولانا ارشد مدنی کا تعلق جس خاندان سے ہے اس کے تقدس کا تقاضا تھا کہ مولانا

ارشد مدنی اسلامی اخلاق و آداب کا پورا لحاظ رکھتے مگر مجھے یہ بات انتہائی انصاف کے ساتھ کہنی پڑ رہی ہے کہ قسمیں کھا کھا کر اور دائرہ، بائس، تائس کی دھڑ لگا کر بلا تکلف غلط

بیانی اور دفعہ گویا سے کام لینے میں اللہ کے نام کی حرمت کو پامال کرنے میں مولانا ارشد مدنی کو ذرا بھی تکلف نہیں ہوتا ہے، مجلس عالم میں ہم نے یہ منظر بار بار دیکھا ہے، اور بسا اوقات مجلس عالم کے سامنے مولانا کو بڑی سبکی اٹھانی پڑی۔

بہر حال کہ یہ رہا تھا کہ مولانا ارشد مدنی کو جب صوبوں میں کامیابی نہیں ملی تو انھوں نے آریار کی جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور دستور کو پاؤں سے روندتے ہوئے بعض صوبوں کی منتخب جمعیوں کا انتخاب کا اہم قرار دینے کی گنگ وود شروع کی جس میں صوبہ لوئی کا بھی انتخاب تھا، اور جب مجلس عالم نے ان کا اعتراض غیر معقول قرار دے کر ان صوبوں کے انتخابات کی تصدیق کر دی تو اب مولانا کو اپنی ناکامیابی کا احساس شدت سے ہوا اور انکو محسوس ہوا کہ اگر مجلس عالم اپنے موجودہ ڈھانچے کے ساتھ رہی تو ان کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوگی تو ایک معمولی سی بات کا سہارا لے کر مولانا نے جمیہ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا آغاز کر دیا، یہ اس خط سے معلوم ہو جائے گا کہ مولانا کو جنگ کا آغاز کرنے کے لئے ایک بہانہ چاہئے تھا جو ۲۱ فروری کی مجلس عالم میں ان کو مل گیا، مولانا محمود کے نام مولانا ارشد مدنی کا خط ملاحظہ فرمائیے۔

غزیم محمود سلمہ، جنرل سکریٹری جمیہ علماء ہند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے ہر طرح خیریت ہو، کل جو صورت درگنگ کیٹی میں پیش آئی وہ میرے لئے بالخصوص بہت تکلیف دہ ہے، حاجی ہارون صاحب کا ایک درگنگ کیٹی عالم دین میر کو آد مولوی حبیب الرحمن، کہہ کر خطاب کرنا قابل مذمت ہے۔

اسی طرح قاری محمد عثمان صاحب کا آپسے باہر ہونا اور روکنے کے باوجود نہ رکنے تکلیف

دہ چیز ہے جو خود نائب ہتم دار العلوم کی حیثیت سے ان کے لئے نامناسب ہے، کچھ دوسرے مدعو حضرات بھی گفتگو کرتے ہوئے مراتب کا فرق نہیں کرتے، یہ نامناسب صورت ہر عمر کو سہا دینے والی ہے، یا تو ان کی جیسی کہیں اور یا اپنی ٹوپی اٹھالو اٹیں، اسلئے میں مدعوین خصوصی (جن کا ذکر دستوریں کہیں بھی نہیں ہے اور میں نے ہی ان کو نامزد کیا تھا) کو ضم کرنا پو

اب درنگ کیٹی میں صرف ارکان عالمہ کو دعوت نامہ بھیجا جائے۔ والسلام

(دستخط)

۶۲۰۰۸ / ۲ / ۲۹

۲۸ فروری کی یہ دہی مجلس عالمہ تھی جس میں مولانا ارشد مدنی اردان کے بعض اہم نوامبران کچھ ریاستوں کے انتخابات کو جو بالکل آئینی اور دستوریت سے رد کرنے پر مصر تھے، اس بحث میں دوران گفتگو کچھ تیز تیزی بھی بعض ممبران کے درمیان ہوئی، اور یہ تو مولانا ارشد جب سے نامزد دہر ہوئے تھے ہر مجلس عالمہ میں ہوا کرتی تھی، لیکن اس دفعہ چونکہ مولانا کو باقاعدہ جنگ کا آغاز کرنا تھا اس وجہ سے اس آپسی گفتگو کو ہمانہ بنا کر مولانا ارشد نے تمام مدعوین خصوصی کی چشمی کر دی، اور لطف کی بات یہ ہے کہ مولانا ارشد مدنی اس خط میں بھی اپنی پرانی عادت یعنی جھوٹ بولنے کی عادت سے باز نہیں رہے، معلوم نہیں اس اللہ کے بندہ کو جھوٹ بولنے میں کتنا مزہ ملتا ہے اور کیسی لذت انھیں حاصل ہوتی ہے، اپنے خط میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان مدعوین خصوصی کو میں نے نامزد کیا تھا، یہ بالکل صریح جھوٹ ہے، یہ تمام مدعوین خصوصی مولانا اسعد مدنی نور اللہ مرتدہ کے زمانہ سے چلے آ رہے ہیں۔ ان مدعوین خصوصی میں سے ایک مدعو بھی مولانا ارشد مدنی کا نامزد کردہ نہیں ہے۔ اور بعض مدعو حضرات تو ان لوگوں میں سے ہیں جو جمعیت کے لئے ریٹھ کی ٹہری کی حیثیت رکھتے ہیں جن پر حضرت مولانا اسعد مدنی نور اللہ مرتدہ کو بھرپور اعتماد تھا، اور جمعیت کے میدان عمل میں ان کی خدمات کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ بہر حال یہ تمام خدام جمعیت کو مولانا ارشد مدنی نے دو آدمی کی آپسی تکرار کے نتیجے میں مجلس عالمہ سے نکال باہر کر دیا۔ صورت حال بڑی سنگین تھی اور اس سے مولانا ارشد مدنی کی نیت کا صاف اندازہ لگ رہا تھا کہ وہ جمعیت پر اپنا پورا تسلط جمانے کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔

مولانا ارشد صاحب کا یہ کہنا تو درست ہے کہ ان کا دستور یہ کہیں ذکر نہیں ہے مگر جمعیت کی یہ پرانی روایات وہی ہے کہ مجلس عالمہ میں مدعوین خصوصی کی ایک صحتہ پر تعداد ہمیشہ سے رہی ہے۔ اردان کی رائے کا اتنا ہی وزن ہوتا تھا جتنا کہ کسی رکن عالمہ کا، جمعیت کا کاروائی رجسٹر

گولا ہے کہ جو عین خصوصاً کا وجود حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب کے زمانہ صدارت ہی سے پہلے ہے، مولانا ارشد مدنی نے جمعیت کی اس روایت قدیمہ کو بڑی بے دردی سے پال کر لے کر اس کی قسم کھائی۔ یہ صورت حال بڑی سنگین تھی، اس لئے مولانا محمود مدنی کو ہر سال کو ایک مجلس عالمہ بلانی پڑی تاکہ اس صورت حال سے نمٹنے کی کوئی راہ نکالی جائے، چنانچہ یہ میٹنگ ہوئی اور ایجنڈا کے بموجب اس ٹنگ میں مولانا کے اس اقدام کی مذمت کی گئی اور چند ایک کو چھوڑ کر تمام مجلس عالمہ نے مولانا کی اس کاروائی پر سخت ناگواری کا اظہار کیا اور اسی مجلس عالمہ نے طے کیا کہ مولانا ارشد مدنی کی جمن کی صدارت ابھی مستقل بھی نہیں ہے، وہ عبوری صدر چل رہے ہیں اور انہوں نے نئے ٹرم کا ابھی چارج بھی نہیں لیا ہے ان کے مسلسل غیر دستوری عمل اور خلاف ضابطہ کاروائیوں اور جمعیت کو اپنی پوس کا نشانہ بنانے کے قابل مذمت عمل کی وجہ سے ان کو صدارت کے عہدہ سے برطرف کر دیا جائے، جب اس ایجنڈا پر بحث شروع ہوئی تو مولانا ارشد مدنی اور ان کے ساتھ اس مجلس عالمہ میں شریک پانچ اور صاحبان، مولانا عبد العظیم فاروقی، مولانا حبیب الرحمن قاسمی، مولانا عبد الباقی پرتاب گدھی، حسین احمد قادری اور ایک صاحب اور مجلس سے واک آؤٹ کرتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے، اور یہ اعلان کیا کہ میں اس مجلس عالمہ کو ختم کرتا ہوں، اور دوسری مجلس عالمہ بنانے جا رہا ہوں۔

مجلس عالمہ نے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ کے خلیفہ اور مجاز اور بزرگ عالم دین حضرت مولانا ازہر صاحب رانچی کو صدر مجلس بنایا اور بالاتفاق پوری مجلس عالمہ نے عبوری دور کے لئے مولانا قاری عثمان صاحب نائب ہتم دارالعلوم دیوبند کو صدر منتخب کیا، اور مجلس عالمہ کی کاروائی کی تعینات کے لئے ۲۶ مارچ کو مجلس منتظمہ بلائے کا فیصلہ کیا گیا، دہلی کے تمام اردو اخبارات نے مولانا ارشد مدنی کی جمعیت کی صدارت سے برطرف کئے جانے کا خبر کو اپنی شاہ سونہی بنایا، قومی آواز کی سونہی تھی ”مولانا ارشد مدنی برطرف جمعیت علماء پھر تقسیم“

قومی آواز، مارچ ششہ، یو، این، آئی کے حوالہ سے یہ خبر شائع کی۔

جدید جہد آزادی میں قائدانہ کردار ادا کرنے والی جمیۃ علماء ہند آج اس وقت تقسیم ہو گئی جب جماعت کی مجلس عالمہ نے صدر مولانا ارشد مدنی کو ان کے جہد سے برطرف کر دیا، دوسری جانب ارشد مدنی نے خود کو جہد پر برقرار رہنے کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے نئی مجلس عالمہ تشکیل دے دی ہے۔

میں سا پارٹی صدر دفتر پر مجلس عالمہ کی ہنگامی شنگ میں مولانا ارشد مدنی کے واک آؤٹ کے بعد ان کے خلاف تحریک عدم اعتماد کی پیش کی گئی جسے شنگ میں موجود ۳۷ اراکین عالمہ مدعوین میں سے ۲۲ نے منظور کرتے ہوئے قاری محمد عثمان (نائب ہتم دارالعلوم دیوبند) کو نیا عبوری صدر منتخب کر دیا، تنظیم کے جنرل سکریٹری مولانا سید محمود مدنی نے یہاں ایک پریس کانفرنس میں یہ اعلان کیا جس میں تقریباً دس ممبران عالمہ اور مدعوین خصوصی موجود تھے۔ قاری محمد عثمان جو کہ مجلس عالمہ کی مدعو خصوصی ہیں ان کی تقرری کی تصدیق کے لئے ۳۷ مارچ کو مجلس منتظر کا ایک اجلاس طلب کیا گیا ہے۔ فروری ۶۷ء میں تنظیم کے رہنما مولانا سید اسعد مدنی کے انتقال کے بعد جماعت کی باگ ڈور سنبھالنے والے مولانا سید ارشد مدنی اور مولانا سید محمود مدنی کے درمیان جاری رس کشی اور انتشاری کیفیت کو ختم کرنے کے لئے ایک شنگ ۲۸ فروری کو ہوئی تھی، لیکن وہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکی، کیونکہ عالمہ کی شنگ کے اگلے روز ہی مولانا سید ارشد مدنی نے نہ صرف کرناٹک کے تنظیمی انتخاب کو کالعدم قرار دے دیا بلکہ عالمہ کے ۲۰ خصوصی مدعوین کو بیک جنبش قلم ہٹا دیا، جس کے بعد مجلس عالمہ کے سات اراکین خصوصی ہنگامی شنگ بلائی گئی۔

تنظیم کے صدر دفتر مسجد عبدالنبی میں کشیدہ ماحول میں آج عالمہ کی شنگ شروع ہوئی اور مولانا سید ارشد مدنی کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش ہوئی، قوعہ اپنے رفق و ساتھ واک آؤٹ کر گئے، واک آؤٹ کے بعد اراکین نے خلیفہ شیخ الاسلام مولانا ازہر صدر جمیۃ علماء دیوبند و جہاد کھنڈ و ہتم مدوہ حسینہ رانچی کو مجلس کا صدر منتخب کیا اور شنگ میں

سید ارشد مدنی کو جمعیت علماء ہند کی صدارت سے برطرف کر کے انکی جگہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد عثمان کو عبوری صدر منتخب کیا۔

مولانا سید محمود مدنی نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ مولانا سید ارشد مدنی قدم قدم پر دستوری اعدا میں ملنے کی طریقے سے کام کر رہے تھے، اس ضمن میں انھوں نے اندھا کرنا ملک اور اتر پردیش کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مولانا ارشد مدنی مرکزی مشاہدین کی موجودگی میں دستوری طور پر ہوئے انتخابات کو کالعدم کر کے جماعت میں انتشار پیدا کر دیا تھا اور جماعت میں متوازی نظام قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

اس کے بعد اخبار میں مجلس عالمہ میں شہکار حضرات کے نام ہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مجلس عالمہ نے پہلے حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے گزارش کی حضرت آپ صدارت قبول کر لیں، اس سے انتشار ارشدیہ جس گڑبگڑ بہت حد تک ختم ہو جائے گا، مگر مہتمم صاحب اس پر راضی نہیں ہوئے اور وہ بار بار یہی کہتے رہے کہ اگر میں نے صدارت قبول کی تو یہ جس گڑبگڑ سے دیوبند مستقل ہو جائے گا اور دارالعلوم میں فساد برپا ہوگا، یعنی حضرت مہتمم صاحب کو مولانا ارشد مدنی کی برطرفی سے اختلاف نہیں تھا، پوری مجلس عالمہ حضرت مہتمم صاحب نے ایک دفعہ بھی نہیں کہا کہ آپ حضرات کا یہ فیصلہ غیر دستوری ہے، چونکہ حضرت مہتمم صاحب کو مولانا ارشد مدنی کے مزاج کا خوب تجربہ ہے، ان کو اس کا اندیشہ تھا کہ اگر انھوں نے صدارت قبول کی تو مولانا ارشد مدنی دارالعلوم دیوبند میں بھی ہنگامہ کریں گے، اس وجہ سے وہ حقیقہً صدارت قبول کرنے سے منع کرتے رہے تھے اور وہ چاہ رہے تھے کہ غیر جانب دار ہیں، یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب کے بار بار اعلان کے باوجود کہ وہ غیر جانب دار ہیں، مولانا ارشد مدنی مولانا مرغوب الرحمن صاحب کو اپنی نئی مجلس عالمہ کا ممبر تصور کر رہے ہیں، اور یہی نہیں بلکہ انھوں نے دہلی ہائی کورٹ میں جو مولانا محمود مدنی اور قاری عثمان صاحب کے خلاف مقدمہ دائر کیا ہے اس میں اپنی نئی مجلس عالمہ میں جن ارکان کا نام داخل کیا ہے اس میں پہلا نام حضرت مہتمم صاحب کا ہے۔ اس لئے حضرت

مہتمم صاحب کو اخبار کے ذریعہ کئی بار یہ اعلان کرنا پڑا جو فریق میرے نام کا اپنے حق میں استعمال کر رہا ہے اس کا یہ عمل ان کے لئے انتہائی تکلیف دہ ہے۔

مولانا ارشد مدنی نے اپنی برطرفی کے بعد ۲۶ مارچ کے اجلاسِ مشفقہ کو روکنے کیلئے جمیں کی طرف کی تجویز کو پاس نہ ہوتا تھا کہ ایک بہت بڑی تعداد کو مسجد عبدالنبی میں جمع کر لیا اور صورِ محال کو اتنی دھماکہ خیز بنا دیا کہ جمعیت کے کیاؤنڈ میں پولیس کا انتظام کرنا پڑا، اس کے باوجود بھی ہر وقت خطرہ تھا کہ کب نہ ہنگامہ ہو جائے، ایک طرف مولانا محمود مدنی کے لوگ تھے تو دوسری طرف مولانا ارشد مدنی کے لوگ تھے اور مولانا ارشد مدنی نے طے کر لیا تھا کہ وہ مجلسِ مشفقہ نہ ہونے دیں گے، اس کے لئے انھوں نے ایک طرف مسجد عبدالنبی میں بہت بڑی تعداد جمع کی تو دوسری طرف پہلے مکھنڈ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا کہ کورٹ مجلسِ مشفقہ کے انعقاد پر پابندی لگائے، مگر یہاں مولانا ارشد کو منہ کی کھانی پڑی اور کورٹ نے ان کے خلاف فیصلہ دیا تو انھوں نے ۱۹ مارچ کو دہلی ہائی کورٹ میں مقدمہ داخل کیا جس کی سماعت ۲۴ مارچ کو ہوئی تھی، مگر ارشد مدنی نے اپنے وکیل کے ذریعہ اس کی تاریخ ۲۴ مارچ پر پیل تک بڑھوا دی۔

اور ان فوس میں ہے کہ یہ مقدمہ اس وقت دائر کیا گیا جب کہ بعض بزرگوں کی کوشش سے حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب کو اس جھگڑا کا نمازا کرنے کے لئے ثالث مقرر کیا گیا اور ان کی ثالثی کا خیر مقدم کرتے ہوئے مولانا محمود اور مولانا قاری عثمان صاحبان نے مجلسِ عالم کو اپنے اپنے عہدے سے استعفا پیش کر دیا، مولانا مرغوب الرحمن صاحب کی ثالثی کو مولانا ارشد نے بھی زبانی طور پر اور اخبارات کے ذریعہ تسلیم کیا، مگر مولانا ارشد صاحب کی نیت میں بہر حال فتور تھا کہ وہ ثالث کا فیصلہ اسی وقت قبول کریں گے جب وہ فیصلہ ان کے حق میں ہوگا۔ مولانا ارشد مدنی جج دہلی ہائی کورٹ میں مقدمہ نائل کیا تو اخبارات نے سسختی لگائی، پولی کے بعد اب جمیۃ کا معاملہ دہلی ہائی کورٹ میں۔ فریقین کی مفاہمت پر پانی پھر سکتا ہے، مقدمہ کی اگلی سماعت کی تاریخ ۲۴ مارچ پر پیل کو۔

یہ سرنی ہمارا سماج، اخبار کی تھی، اور اس کے نیچے جو خبر تھی اس کا کچھ حصہ یہ ہے:
نئی دہلی ۲۴ مارچ، سماج نیوز بورڈ۔

جمیۃ علماء ہند میں بحرانی کیفیت بدستور جاری ہے، مولانا سید ارشد الدین
گردپ کی جانب سے گزشتہ ۱۹ مارچ کو دہلی ہائی کورٹ میں دائر مقدمہ کی آج سماعت
نہیں ہوئی اور آئندہ سماعت کی تاریخ ۲۴ مارچ طے ہو کر دی گئی۔

یاد رہے کہ اس گردپ نے گزشتہ ہفتہ مکھنڈ کی ایک سول عدالت میں بھی اس طرح
کا ایک مقدمہ دائر کیا تھا جس میں انھیں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

مکھنڈ کی سول عدالت میں شکست کے بعد دہلی ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کیا گیا
ہے۔۔۔۔۔ جمیۃ کو بچانے کے خاطر ایک فریق کی جانب سے اخلاق طور پر استغناء
دیا جا چکا ہے، جب کہ فریق ثانی کی جانب سے ثالث کی ہدایات کی کوئی اہمیت معلوم نہیں
ہوتی اسلئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ امیر الہند اور سرگودہ شخصیات کی جانب سے مفاد پرستی
کی کوشش رائیگاں جاسکتی ہے۔

اخبار راشٹریہ سہارکے مدیر عزیز برنی نے اپنی خصوصیت فری میں یہ تبصرہ کیا۔

اس سمت میں (یعنی مفاد پرستی کی سمت میں) سب سے بڑی رکاوٹ ہے تو اس
تازہ کا عدالت تک پہنچا ہے یقیناً اس کی تائید نہیں کی جاسکتی، کم از کم یہی صورت حال
کو اتنے نازک مڑ پر نہیں سمجھنا چاہئے تھا کہ اس مسئلہ کو لے کر عدالت سے رجوع کیا جاتا وہ
میں جب کہ فریقین نے قابلِ فخر قابلِ تعظیم مولانا مرغوب الرحمن صاحب کو اپنا حکم منتخب کیا ہو
اور انھیں ان کی عدالت سے ان کا فیصلہ نہ آیا ہو۔ (راشٹریہ سہار ۲۹ مارچ)

ایک طرف مولانا محمود ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں

امیر الہند کا ہر فیصلہ مجھے منظور ہے۔ مولانا محمود مدنی

دیوبند ۲ مارچ سماج نیوز سرورس

امیر الہند مولانا مرغوب الرحمن جو فیصلہ کر رہے ہیں منظور ہے، جمیۃ علماء ہند کے

جنرل سکریٹری کے استعفیٰ کے بعد مولانا محمود مدنی دیوبند میں پہلی بار آئے، انھوں نے اخبار
 نوریوں سے بات چیت کے دوران کہا کہ جمیعتہ علماء ہند تنازع کو ختم کرنے کے لئے مولانا مرغوب
 الرحمن نے جو تحریر پیش کی تھی اس کے مطابق ہم نے امیر الہند سے عرض کیا ہے کہ جس کو چاہیں
 کیٹھی میں شامل کریں کیونکہ ہم مولانا مرغوب الرحمن کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں اس لئے ہم کیٹھی کے
 کے لئے اپنی طرف سے کوئی نام نہیں پیش کریں گے۔

مولانا محمود مدنی نے مزید کہا کہ جس کو حاکم مان لیا جاتا ہے اس کو پورا اختیار ہے کہ جو
 چاہے فیصلہ دے۔

اور دوسری طرف مولانا ارشد مدنی ہیں کہ وہ آج تک لیت و دلت سے کام لے رہے
 ہیں، تا آنکہ مولانا مرغوب الرحمن صاحب کو اخبار میں بیان دینا پڑا کہ :

”فریقین کی غیر مشروط تحریری یقین دہانی ضروری، جمیعتہ علماء کے تنازع کے حل کی
 سمت پیش رفت نہیں، مرغوب الرحمن۔ یہ سرخی تھی جو اسٹریٹ سپہانے لگائی ہے۔
 اب خبر پڑھے۔“

”سہارا پور، ۲۷ مارچ۔ جمیعتہ علماء ہند کے موجودہ تنازع کے حل کے لئے اور جمیعتہ
 کو انتشار سے بچانے کے لئے جاری اپنی کوششوں کی بابت مولانا مرغوب الرحمن ہتھم دارالعلوم
 دیوبند نے نمائندہ اسٹریٹ سپہارا کے ساتھ آج ایک خاص ملاقات میں کہا کہ انکی خواہش اور
 کوشش ہے کہ دونوں فریقین مسئلہ کے حل کے لئے غیر مشروط تحریری طور پر یہ یقین دہانی
 کرائیں کہ جو بھی وہ فیصلہ دیں گے وہ دونوں کو قابل قبول ہوگا۔
 انھوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ مولانا محمود مدنی کی طرف سے ان کو اس

بات کی یقین دہانی تحریری طور پر کرائی جا چکی ہے۔“

جمیعتہ کا تفتیشی کون سی کیو ٹے لگایا تو آنے والا وقت ہی بتائے گا، مگر ہمیں اس کا افسوس
 ہے کہ مولانا ارشد مدنی کے غیر دستوری و غیر اخلاقی جماعتی مفاد کے خلاف اقدامات سے جمیعتہ کو
 زبردست نقصان پہنچا ہے، اور وہ اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے بہت نیچی

سلج پر آگئے ہیں، اور انھوں نے جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، اب آخر میں ذرا آپ ان سوالات کو بھی پڑھ لیں جو اخبارات کے ذریعہ مولانا ارشد مدنی سے منظر کے پاس راکین کے قریب لوگوں نے سوال کیا تھا، اور جن کا جواب مولانا ارشد مدنی کی طرف سے آج تک نہیں دیا جاسکا۔

۲۶ رابع کے ہمارا سماج اخبار کے ذریعہ مولانا ارشد مدنی سے مندرجہ ذیل سوالات

کئے گئے۔ سہیہ ہے۔

”مولانا ارشد مدنی جواب دیں، ملت اسلامیہ جواب چاہتی ہے۔“

(۱) جمیۃ علماء ہند کے تفسیر امر ضیہ کی ابتداء کس نے کی؟

(۲) ۲۳ رابع کو آپ جمیۃ کا تحفظ کس سے کرنا چاہتے تھے۔ الف) لاگو کیسے۔

(ب) آر، ایس، ایس (ج) یا غڈہ غاصر سے۔ (مولانا ارشد نے اس تاریخ میں مسجد

عبدالباقی میں بڑی بھاری بھر پور جمع کی تھی اور جمیۃ کے دناتر پر قبضہ کا پروگرام بنایا تھا۔)

(۳) جمیۃ علماء ہند کے تفسیر میں آپ نے دارالعلوم کو کیوں گھسیٹا (مولانا ارشد نے

چند باہری لوگوں کے ذریعہ دارالعلوم میں حکامہ کرنا چاہا تھا، اور مولانا تاروی

عثمان صاحب نائب مہتمم کے خلاف نعرے لگوائے تھے۔

(۴) مولانا اسجد مدنی کے اسکول میں وہ طلبہ جن کا دارالعلوم سے کوئی تعلق نہیں تھا

ان کو بل کر اور یہ کذب بیانی کر کے کہ آپ کو مولانا محمود مدنی نے دلی میں ریغال بنا

رکھا ہے، کیوں بھڑکایا۔

(۵) دارالعلوم کے طلبہ کو یہ نعرہ آپ نے کیوں دیا کہ دارالعلوم کو عثمان نہیں ارشد

چاہئے۔

(۶) جمیۃ اور دارالعلوم کے علماء کو امریکہ کا ایجنٹ بنا کر آپ ملت کو کیا بیٹا دینا چاہتے

ہیں۔ مولانا ارشد مدنی نے اپنی جمیۃ کا جن صاحب کو ناظم تسلیم و ترقی بنایا ہے

مفتی اشفاق اعظمی انھوں نے اخبار میں یہ خبر شائع کرائی تھی کہ مولانا تاروی عثمان اور

جمیۃ کے چند ممبران صہیونی طاقت کے اشارے پر کام کر رہے ہیں اور یہ لوگ امریکہ کے ایجنٹ ہیں)

(۷) احمد رضا خاں کی سوانح پر مشتمل نمبر کا اجراء کر کے آپ نے مسلک دارالعلوم کو کیوں داغدار کیا؟ (رائٹر یہ سہارا نے بریلویوں کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں پر نمبر شائع کیا تھا اور کلکتہ کے مسلم پرسنل لا بورڈ میں مولانا ارشد کے ہاتھ سے اس کا اجراء ہوا تھا۔)

(۸) آپ جمیۃ کی رقوم و دفتریں کیوں نہیں جمع کرتے اور جمیۃ کے دفتر میں توڑ پھوڑ مچا کر آپ نے ریکارڈ کو خورد برد کیوں کیا اور ضروری ریکارڈ کو آپ نے غائب کیوں کیا؟ (مولانا نے یہ کارنامہ بھی اپنے لوگوں سے انجام دلوا یا تھا۔)

(۹) جمیۃ اور تبلیغی جماعت کے عمر بھر کے دشمن اور عمر بھر فدائے ملت کو گالیاں دینے والا شخص سلامت اللہ کو عالمہ کا ممبر بنا کر آپ جمیۃ کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟ (۱۰) آپ جمیۃ میں اتحاد چاہتے ہیں یا انتشار، اگر اتحاد چاہتے ہیں تو آپ الگ کیوں نہیں ہو جاتے۔

جاری کردہ۔ اراکین مجلس منتظمہ و ہمدان جمیۃ علماء ہند»

ان سوالات میں تین باتیں بہت اہم ہیں، ایک تو یہ کہ مولانا ارشد مدنی صاحب نے جمیۃ کے نام پر وہ رقبے جو ان کے ذریعہ سے آئی تھیں، اس پورے دو سال کے عرصہ میں مولانا نے ان کو دفتر میں جمع نہیں کر دیا، ان میں بعض رقوم بہت بڑی ہیں جن کا تذکرہ ایک دفعہ مولانا نے مجلس عالمہ میں خود بھی کیا تھا، ان تمام رقوم پر جو جمیۃ کی امانت ہیں مولانا نے قبضہ کر رکھا ہے۔

دوسری بات جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ مولانا کی نام نہاد جمیۃ کے بعض ارکان کا ذمہ داران دارالعلوم دیوبند کے بعض حضرات کے بارے میں یہ جو ٹاپا پروپیگنڈہ کر رہے امریکہ گئے تھے اور یہ صہیونی اور امریکی ایجنٹ ہیں اور ان کے نام کے ساتھ اس خبر کی اشاعت کرنا آج کا یہ جو ٹاپا معلوم نہیں کل کے دن کیا گل کھلائے گئے، اور دیوبند اور جماعت دیوبند کے جو ہندوستان بھر میں

پہلے دشمن ہیں اس اعلان سے وہ کتنا فائدہ اٹھائیں گے، اور دیوبندی جماعت اور دارالعلوم دیوبند اس جھوٹ سے دنیا بھر میں کتنا بدنام ہوگا، اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ حضرت تاج الدین عثمان صاحب اور مولانا محمود مدنی کی مخالفت میں یہ لوگ مولانا ارشد مدنی کی رہنمائی اور قیادت میں اتنی پستی تک پہنچے جاسیے کہ اس کا اندازہ نہیں تھا، حضرت تاج الدین عثمان صاحب دامت برکاتہم جو دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث کے علاوہ دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم بھی ہیں ان کا نام لے کر یہ جھوٹا پروپیگنڈہ ہر فرزند ان دارالعلوم کے سرکوشدم سے جھکا دینے والا ہے۔ تیسری بات جو ان سوالات بہت زیادہ قابل توجہ ہے وہ حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب کے ہاتھوں اعلیٰ حضرت بریلوی احمد خاں نمبر ۱ مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس منعقدہ کلکتہ میں اجراء کا معاملہ ہے۔ حضرت مولانا ارشد مدنی دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث بھی ہیں اور ان کے ناظم تعلیمات بھی ہیں۔

اس اعلیٰ حضرت نمبر میں اکابر دیوبند کے بارے میں کیا کچھ نہ ہوگا سب جانتے ہیں مگر مولانا ارشد کو اس کی پرواہ نہیں ہوئی اور یہ بھی ان کو یاد نہیں رہا کہ ان کے والد محترم حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب الشہاب الثاقب میں اعلیٰ حضرت خاں صاحب بریلوی کے بارے میں کیا لکھا ہے، جنہ اعلیٰ حضرت کی ذات شریف کا عہودن ہیں علماء دیوبند کو کافر کہنا اور گالی دینا رہا ہے، ان اعلیٰ حضرت کے بارے میں شائع ہونے والا اعلیٰ حضرت نمبر کا اجراء بندہ بھی مولانا ارشد مدنی کے ہاتھ سے، شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

اتنا کچھ لکھا جا چکا تھا کہ یکم اپریل منگل شنبہ ۶۷ کے واسطے یہ سہارا کے پہلے ہی تیج پر حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند کا ایک اعلان پڑھنے کو ملا اور اسی کے نغزل میں مولانا محمود مدنی کا بھی ایک اعلان ہے، حضرت مہتمم صاحب کے بارے میں جو خبر ہے اس کی سرخی ہے ”دارالعلوم دیوبند سے استعفا کی خبر ہے“ ”ہائی کورٹ میں دائر مقدمہ سے بھی انہار لا تعلقی“ ”مرغوب الرحمن۔“

خبر کا کچھ حصہ یہ ہے: مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا مرغوب الرحمن نے ہندی اور اردو کے

بعض اخبارات میں دارالعلوم دیوبند سے اپنے استغفار کی خبر کو سرائیکز اور بے بنیاد بتایا ہے
..... انھوں نے کہا کہ نجی ضرورت سے وہ کچھ دن کے لئے مجبور وہ اپنے گھر آئے
تھے، جس کو فتنہ پرواز لوگوں نے اس کو استغفار قرار دیا۔

قارئین! فرم نے سمجھ لیا ہو گا کہ یہ فتنہ پرواز لوگ کون ہیں، جہاں یہ مولانا ارشد کا
گروپ ہے، جو دیوبند میں فساد پھیلنے کی پوری تیاری کر چکا ہے۔

مہتمم صاحب آگے مزید فرماتے ہیں: ” انھوں نے مزید کہا کہ دارالعلوم دیوبند سے
میرے استغفار دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، انھوں نے اس بات پر تشویش ظاہر
کی کہ کچھ شریعت لوگ جمعیت کے تاذع میں دارالعلوم کو بھی لوٹ کر ناچلے رہے ہیں۔ لیکن انکی
یہ کوشش کامیاب نہیں ہوگی۔“

مہتمم صاحب نے صاف کر دیا کہ مولانا ارشد مدنی گروپ چاہتا کیا ہے، چونکہ حضرت
مہتمم صاحب نے اس کی خواہش کے مطابق تلافی کا کارواں کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔
اسلئے اب دارالعلوم دیوبند کو یہ گروپ اپنی شریعتی کامرکز بنانا چاہتا ہے، اللہ ان شریعتیوں
سے دارالعلوم کی حفاظت فرمائے۔

آگے اسی خبر میں ہے۔

۔ دریں اثناء یو این آئی کی اطلاع کے مطابق مولانا محمد کو دہلی ہائی کورٹ میں دائر مقدمہ
سے لاتعلقی ظاہر کی ہے، اور کہا ہے کہ مجھے نہ اس نئی مجلس عالم کی رکنیت کی اطلاع ہے اور نہ ہی
مجھے اس میں شرکت کا کوئی دعوت نامہ موصول ہوا ہے، انھوں نے کہا کہ ایک فرقہ نے (یعنی
ارشد گروپ نے) دہلی ہائی کورٹ میں جو مقدمہ دائر کیا ہے اس نے نئی مجلس عالم میں میرا تمام سہم و
میں لگایا ہے، مجھے نہ اس عالم کی رکنیت کی اطلاع تھی اور نہ اس شنگ میں شرکت کا کوئی دعوت
موصول ہوا ہے، اسی لئے میں اپنی جانبداری کے موقف کے تحفظ کے لئے اس سے بے تعلق ہونے کا
اعلان کرتا ہوں۔“

حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے اس بیان نے واضح کر دیا

کہ مولانا ارشد مدنی جھوٹ فریب، دھوکہ و جعل سازی میں کتنے آگے بڑھ چکے ہیں، اور وہ آئندہ کیا کرنے والے ہیں اس کا اندازہ لگانا کسی بھی ہوش کے لئے مشکل نہیں ہے۔

اسی خبر کے ساتھ ایک دوسری خبر مولانا محمود مدنی کے متعلق ہے، اس کا عنوان ہے۔
۹۰ سالہ تنظیم کو تباہ کرنے کی متواتر کوشش جاری۔
خبر کا کچھ حصہ یہ ہے۔

”مولانا سید محمود مدنی نے کہا ہے کہ جمعیت میں حالیہ انتشار ختم کرنے کے لئے انھوں نے تلافی کے لئے غیر مشروط طریقہ پر تمام ممکنہ اقدامات کئے، لیکن دوسری طرف سے اس ۹۰ سالہ تنظیم کو تباہ کرنے کی متواتر کوشش ہو رہی ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے مصالحتی عمل کو بلاچون و چرا قبول کیا یہاں تک کہ میں نے جنرل سکریٹری کے عہدہ سے خود کو الگ کر لیا اور ۲۶ مارچ کی مجلس منتظر کی شنگ بھی موخر کر دی تاکہ امیر الہند مولانا مرغوب الرحمن مکمل آزادی اور غیر جانبداری کے ساتھ اپنا فیصلہ صادر کر سکیں۔

مولانا محمود مدنی نے مولانا ارشد مدنی پر من مانی کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ۔
متوازی جمعیت کی مجلس عاملہ کے دو اجلاس دفتر کے احاطہ میں ہو چکے ہیں، اور کئی تیسری بار

شنگ ہو رہی ہے۔

مولانا محمود نے کہا کہ مولانا ارشد مدنی مولانا مرغوب الرحمن صاحب کو حکم ملتے ہوئے بھی پہلے لکھنؤ میں مقدمہ دائر کیا، پھر دہلی ہائی کورٹ میں اور اب اطلاع ہے کہ تیسرا مقدمہ کس میں اور بھی کرنے والے ہیں۔

مولانا محمود مدنی نے ۲۶ مارچ کی موخر شدہ مجلس منتظمہ کا اجلاس ۵ اپریل کو دہلی میں بلانے کا فیصلہ کیا ہے، جس کے لئے مولانا مرغوب الرحمن صاحب نے تحریری طور پر اجازت دے دی ہے۔“

بہر حال ایک طرف مولانا محمود مدنی ہیں جو مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کو حکم مان کر قدم قدم پر ان سے تعاون کر رہے ہیں تاکہ ایسی مصالحت کے ذریعہ کوئی

پائیدار مل اس خلفشار و انتشار کا نکل آنے اور جماعت کا اتحاد قائم رہے، اور دوسری طرف مولانا راشد مدنی ہیں، جو حضرت ہتم صاحب کو حکم اور انکی نالشی کو تسلیم کر لینے کے باوجود نہ ان کو غیر شرعاً تحریر دے رہے ہیں کہ وہ ان کے فیصلہ کو بلا چین چرا تسلیم کریں گے اور نہ وہ حضرت ہتم صاحب کے سامنے کسی اور طرح کا کوئی تعاون کر رہے بلکہ ہندوستان کے مختلف مہلوں کو انتخابات کو رد کر کے جگہ جگہ ویدک کشتی تشکیل دے رہے ہیں۔ ایسے میں مولانا محمود صاحب کے لئے اس کے سوا چارہ کیا ہے کہ مولانا راشد مدنی پر عدم اعتماد کی جو تجویز ۶ مارچ کو مجلس عالمی منظور ہوئی ہے اس کی توثیق منظمہ سے کرائیں جو جمعیت کی سب بانی بادی ہے۔

اس وقت پوری جماعت دیوبند کے لوگوں سے زہم کی یہ استدعا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور مددیں کر لیں کہ جو جمعیت علماء ہند کا یہ فتنہ اور انتشار دارالعلوم دیوبند میں نہ پہنچنے جس کی تیاری بڑے خفیہ طریقہ پر مولانا محمود مدنی مخالف کر چکا ہے۔ واللہ ہوا المستعان۔ ابھی یہ حصہ کتاب کے حوالہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ سارا پرل شہزاد کے راشٹر یہ سہارا کے پہلے ہی صفحہ پر پسرخانی پڑھنے کوئی :

”مفاہمت اور مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں رہی“

مولانا سید راشد مدنی کی ہمدردت میں مجلس عالمہ کی منگ میں شرکاء کا اظہار خیال اس سہ سخی سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ خبر میں کیا ہو گا اور کس بات کی خبر دی گئی ہو گی، لیجئے

خبر کا حصہ پڑھ لیں :

”مجلس عالمہ کی منگ میں جس میں جمعیت کے موجودہ بحران کا جائزہ لیا گیا اور مختلف مہلوں پر غور و خوض کیا گیا، اس بات پر دکھ اور حیرت کا اظہار کیا گیا کہ امیر الہند اور دارالعلوم دیوبند کے ہتم مولانا مرغوب الرحمن نے نام نہاد مجلس منظمہ کا اجلاس بلانے کے لئے مولانا محمود مدنی کو اجازت دے دی ہے، مصالحتی کوششوں کا جائزہ لیتے ہوئے مجلس عالمہ نے کہا کہ مفاہمت اور مصالحت کی گنجائش مجلس منظمہ کے اجلاس کی اجازت کے بعد باقی نہیں رہ جاتی ہے، محض صدر مولانا راشد مدنی اس کی نام نہاد فیروستوری مجلس عالمہ نے یہ اعلان کر کے کوئی نیا دھاک نہیں کی ہے۔ اپنی پش

خود کو تو پہلے ہی سے اندازہ تھا کہ یہ بندگانِ حق و صفا ہیں کہ کسی معاہدے کو شش کو خواہ جماعت کا امیر البند اس میں حکم اور ثالث ادا کر رہا ہو یہ حضرات قبول نہیں کریں گے، ان کے نزدیک انصاف، دستور، معاہدہ، ثالثی کا صرف اس وقت یہ معنی ہے کہ مولانا ارشد مدنی کو جلیقہ ظالم کا صدر مان لیا جائے، انصاف کی یہی ایک بات ہے، بقید سراسر ظلم اور غیر دستور و غیر آئینی اقدام۔

ومن غرۃ الشیطان فلا سبیل لصوفیہ عن عناقہ وتمرہ الا
ان یشاء اللہ بفضلہ وکرہہ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ، وصل
وسلم علی نبینا المصطفیٰ الذی قال،، عن عبد الرحمن بن سمرہ
قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لا تسأل الامارۃ فانک
ان اعطیتہا عن مسئلۃ وکلت الیہا وان اعطیتہا عن غیر مسئلۃ
اعنت علیہا۔ یعنی حضرت عبدالرحمن بن سمرہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا عہدہ اور حکومت مت طلب کرو اس لئے کہ اگر تمہیں انگ کر کے حکومت اور
عہدہ ملا تو اللہ کی طرف سے تمہاری کوئی مدد نہیں ہوگی تم کو تمہارے عہدہ کے ساتھ تنہا چھوڑ دیا
جائے گا اور اگر یہ چیز یعنی عہدہ اور حکومت بلا طلب اور بلا سوال ملے تو اللہ کی طرف سے تمہاری
مدد ہوگی یعنی تو فیق خداوندی تمہاری دستگیری کرے گی۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث پاک کی روشنی میں مجھے یہ کہنے میں ڈر بھی تکلف نہیں ہے کہ مولانا ارشد
مدنی جمعیت کی صدارت کیلئے جس طرح بے چین ہیں، اور وہ اسے جائز اور ناجائز پر قیمت پر حاصل
کرنے کیلئے کوشش کیا جا چکے ہیں، یہ صدارت کی طلب ان کیلئے بڑی ہنس کی پڑ جائیگی اور اگر خدا نخواستہ
وہ صدر بن بھی گئے تو انکی یہ صدارت نہایت منحوس ہوگی، جہاں غم و پرکشتہ کو کوئی نشانہ نہ ہوگا، اور
جمعیت کی شاندار تاریخ کالے کالے داغوں اور سیاہ سیاہ دھبوں میں گم ہو جائے گی۔

عبدالوہاب غازی پوری

مجلہ اشاعتی مفتی

محمد ابو بکر غازی پوری

نبوی ہدایت

(۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نجات کیا ہے؟ یعنی نجات کا ذریعہ کون سی چیز ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنی زبان کو تم اپنے قابوس رکھو، اور زیادہ تر اپنے گھریں رہو، یعنی لوگوں سے زیادہ میل جول و خلا ملانہ رکھو، اور اپنی گناہوں پر روتے رہو۔

(ترمذی)

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ہیں، صحابہ کرام کو آخرت کی فکر ہر وقت رہا کرتی تھی۔ انھیں معلوم تھا کہ آخرت کا معاملہ کچھ آسان نہیں ہے، وہاں ایک ایک عمل اور ایک ایک ذرہ کا حساب دینا ہوگا۔ تو صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان اعمال کی بابت دریافت کیا کرتے تھے جن کے کرنے سے خدا کی خوشنودی حاصل ہو اور وہ اعمال اللہ کے غضب اور آخرت کے عذاب سے نجات دلانے والے ہوں۔ چنانچہ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی نجات کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے بتلایا کہ اگر آدمی تین باتوں کا خیال رکھے تو وہ آخرت کے عذاب سے نجات پائے گا۔ آپ نے پہلی بات تو یہ فرمائی کہ آدمی کو اپنے غصہ پر کنٹرول رکھنا چاہئے، غصہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان میں جو آتش مادہ ہے جو ش میں اور بال میں اُجاٹ ہے، اس وقت انسان بے قابو ہو جاتا ہے، اور اس کی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے، ایسے موقع پر انسان کیا کر دالے کچھ کہا نہیں جاسکتا، تو آپ نے فرمایا کہ اگر غصہ پیدا ہو تو

فصد پر کنٹرول کرو تا کہ تم سے خلاف شرع کوئی حرکت سرزد نہ ہو۔

دوسری بات آپ نے یہ فرمائی کہ لوگوں سے زیادہ ملنا چھوڑ دو، گھر میں زیادہ رہو لوگوں سے احتیاط کی کثرت بہت سے عیوب کو جنم دیتی ہے۔ آدم کم انکم قیبت جیسے عرض میں انسان مبتلا ہو جاتا ہے، اور یہ اتنا برا گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان کے بہت سے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ گھر میں زیادہ رہنے کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو انسان اپنے کام میں لگا رہے گا، مثلاً لکھنا پڑھنا ہے، ذکر و اذکار ہے، قرآن کی تلاوت ہے، نوافل کی ادائیگی ہے، یا وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہوگا، جس سے ان کی دلجوئی ہوگی، اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہوگی، گھر کا ماحول پیار و محبت کا ہوگا، اور بچوں کی صحیح تربیت ہوگی، اور تیسری بات آپ نے یہ فرمائی کہ اگر گناہ ہو جائے تو آدمی کو اس پر ندامت ہو، اور وہ اس ردے اور اللہ سے معافی مانگے، اس سے اس کی گناہ الگ معاف ہوگی اور اس کی اس ندامت پر اللہ کی رحمت ٹوٹ کر کے برسے گی جس سے اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو روحانی امراض کے بہترین معالج اور آخرت کے معالجات سے سب سے زیادہ واقف کار تھے، آخرت کے عذاب سے امت کی نجات کی جوارہ دکھائی ہے وہی حقیقی راہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تینوں فرمودہ باتیں بظاہر بہت آسان معلوم ہوتی ہیں مگر ان کا کرنا اور ان کو عمل میں لانا اتنا آسان نہیں ہے، ہاں جو آدمی آہستہ آہستہ اپنے آپ کو اس کا عادی بناتا ہے اور اہلئے روحانی نے جو ان امراض کا نسخہ تجویز کیا ہے اس کو برتنا ہے تو ان تینوں پر عمل کرنا کچھ مشکل نہیں رہتا۔

(۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ملک یمن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت چاہی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا یمن میں تمہارا کوئی ہے، اس نے کہا کہ میرے والدین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم ان کی اجازت سے آئے ہو، تو اس نے کہا کہ ایسا تو نہیں ہے

تو آپ نے اس سے کہا کہ جاؤ ان سے اجازت لے کر آؤ، اگر وہ اجازت نہ دیں تو ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو۔ (ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کا اللہ کی نگاہ میں کتنا بلند مقام ہے کہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بغرض ہجرت اور جہاد بھی آتا اور اس کی اطلاع اس کے ماں باپ کو نہ ہوتی اور ان کی اجازت نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند نہیں کرتے تھے، اور اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خبر گیری اور خدمت ہر وقت واجب ہے، جبکہ جہاد میں شرکت اسی وقت واجب ہوتی ہے جب جہاد ہر شخص پر فرض عین ہو جائے اور امیر یا حاکم کی طرف سے اس کا اعلان ہو، اسی حالت میں تو ماں باپ کی اجازت ضروری نہیں ہے بلکہ اگر ماں باپ اجازت نہ دیں تب بھی جہاد میں شرکت فرض ہوگی، لیکن اگر جہاد ہر شخص پر فرض عین نہیں ہوا ہے تو جہاد میں شریک ہونے کے لئے ان کی اجازت ضروری ہے، اگر وہ اجازت نہ دیں تو جہاد میں شریک ہونا معصیت ہوگا، خصوصاً اس شکل میں تو اور بھی اجازت کی ضرورت ہے جب ماں باپ کا دوسرا کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہو، اور ماں باپ اپنی معذوری اور کمزوری کی وجہ سے اس کی خدمت کی محتاج ہوں۔

یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آج کل خودکش حملوں کا جو بڑا زور ہے، یہ تو قطعاً جائز نہیں ہے، اولاً تو اس لئے کہ یہ حملے شرعی جہاد کی قسم میں نہیں آتے، دوسرے یہ کہ یہ حملے کرنے والے عام طور پر اپنے ماں باپ کو اپنے اس عمل کی اطلاع بھی نہیں دیتے، اجازت لینے کی بات تو دور کی ہے، کتنے فائدہ ان اس طرح سے برباد ہوئے اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، ان خودکش حملوں نے اسلام کی تصویر کو مسخ کر دی ہے، اور اسلام جو امن و آشتی کا دین ہے اور وہ غیروں کی نگاہ میں دہشت گردی کا دین ہو گیا ہے۔

کاش ہمارے یہ خودکش حملہ آور اس حقیقت کو سمجھیں کہ ان کے ان حملوں میں کتنے بے قصور کی جان جاتی ہے، اور اس میں بڑی تعداد تو خود مسلمانوں کی ہوتی ہے، یہ اسلام کی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔

مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں اور مولانا مودودی

رہے ابن ابی ناری تو خدا ان

سے ان تاریخی روایتوں کی

صحابہ کرام کے بار میں تاریخی روایات کی حقیقت

جن کو نادرِ حال کے محققین نے اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا رکھا ہے۔ حقیقت سن لیجئے، فرماتے ہیں:

ولا تفتات الی ما یدکس لا بعض اور بعض اہل سیر و صحابہ کے بارے میں جو جو حکایات
اہل السیر فان ذلک لایصح نقل کرتے ہیں ان کی طرف التفات نہیں کیا جائیگا
ولئن صح فله تاویل حسن۔ اسلئے کہ وہ صحیح نہیں ہیں اور اگر صحیح بھی ثابت ہوں

(الاسالیب البدیعیہ ص ۱۸) قاسم کی اچھی تاویل ہے۔

دیکھا آپ نے یہ حضرات ان تاریخی روایات سے جاہل نہیں تھے لیکن چونکہ وہ صحابہ کرام
کی عظمت و شان سے واقف تھے۔ صحابہ کرام کی حیات مبارکہ کا کتاب و سنت کی روشنی میں انہوں
نے مطالعہ کیا تھا اس لئے وہ دن تاریخی حکایات و اخلاعات سے قطعاً متاثر نہیں ہوئے اور
ان روایات کی موجودگی میں بھی صحابہ کرام کے بارے میں وہ بے لاگ فیصلہ کیا جو ان کے شایان
شان تھا۔

امام غزالی الاقصاء فی الاعتقاد میں فرماتے ہیں۔

واحد ان کتاب اللہ تعالیٰ مشتمل ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی کتاب مہاجرین
علی الشنا علی المهاجرین والافساد والفساد کی طرح و شاپر مشتمل ہے اور انہیں

وَلَوْ تَرَىٰٓتِ الْاٰخِبَارَ لَتَرٰكِيَهٗ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 علیہم السلام ابابہم۔
 مصلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ترکیہ بطور تواتر
 ثابت ہے۔

اس کے بعد انھوں نے اصحابی کالنجوم اور خیر القریٰ قسانی والی حدیث
 نقل کی ہے پھر فرماتے ہیں :

وَعَامَنَ اَحَدُ الْاَوْدَادِ عَلِيَهٗ شَنَاوُ
 خاص فی حقہ یطول نقلہ فینبغی
 ان تصحب ہذا الاعتقاد فی حقہم
 ولا تسئ الظن بھم۔
 ان صحابہ کے ہر فرد کے بارے میں کوئی خاص
 تعریف وارد ہے جس کو نقل کرنے میں طوالت ہے
 اسلئے ضروری ہے کہ ان کے بارے میں تو یہی
 اعتقاد رکھے اور برا لگان قائم نہ کرے۔

اور پھر ان تاریخی روایتوں کے بارے میں جن سے صحابہ کرام کے بارے میں غلط فہم
 پیدا ہوتا ہے اور ان سے حسن ظن جا تا رہتا ہے۔ فرماتے ہیں :

وَمَا یَحْکِی عَنْ اَحْوَالِ تَخَالُفِ مَقْصُودِ
 حسن الظن فاکثر ما ینقل محتوج
 وما ثبت نقلہ فالتاویل متطرق
 الیہ۔
 اور جو احوال ان سے نقل کئے جاتے ہیں جو حسن
 ظن کے اقتضا کے مخالف ہیں تو ان میں سے بیشتر
 گڑھی ہوئی حکایتیں ہیں اور جن کا مقول ہونا
 ثابت ہے تو اس میں تاویل کی گنجائش ہے۔

اور پھر یہ ثابت کر کے حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت عائشہؓ وغیرہ کا اقدام
 سب رچی جگہ برقی تھا اور ہر ایک نے اپنے اجتہاد سے کام لیا تھا، فرماتے ہیں :

وَمَا یَحْکِی سِوَا هٰذَا مِنْ رِّوَايَاتِ
 الاحاد فالصّحیح منہ مختلط بالباطل
 اکثرہ اختراعات الرافض والخواج
 واباب الفضول الخالفین فی ہذا
 الضنون فینبغی ان تلازم الانکار
 فی کل ما لم یثبت وما ثبت فاستنبطہ
 اور ان کے سوا جن اخبار کا ذکر نقل کیا جا رہا ہے تو
 اس کا صحیح حصہ باطل سے مختلط ہو گیا ہے اور
 ان میں بیشتر روافض و خوارج کی من گھڑت
 باتیں ہیں اور فضولین کی بکواس ہے جو اس طرح
 کے مشغلوں میں لگے رہتے ہیں اسلئے تمہارے
 لئے لازم ہے کہ جو باتیں ثابت نہیں ہیں اس کا

تاویل و نما تعذر علیک فقل
لعل تاویل و عذرا لم اطلع
علیه۔
(الاسکالیب البدیع ص ۷۷) ہر جس کی مجھے اطلاع نہ ہو سکی۔

ابن صلاح نے اپنی کتاب علوم احادیث میں لکھا ہے۔

و غالب علی الاخباریین الا کثار
و التخلیط فیما یرد و منہ۔
(ص ۲۶۲) مورخین میں یہ بات غالب ہے کہ وہ روایات
کثیرہ جمع کرتے ہیں جس میں ہر طرح کی ردائیں
گنڈھ ہو جایا کرتی ہیں۔

یہ امت کے ان مایہ ناز افراد کا صحابہ کرام کے بارے میں فیصلہ ہے جن کو اللہ نے علم و فضل، دین و عقل پر اعتبار سے ممتاز بنایا تھا، جن کو امت نے اپنا امام و پیشوا سمجھا ہے، جن کو اسلام کے لئے حجت سمجھا گیا ہے۔ جو علوم کی ہر دایہ سے گزرے ہیں، جن کے سامنے تاریخی کتابوں کی یہ سب حکایتیں تھیں اور جو ان سے خوب واقف تھے۔ ان حضرات نے ان روایات و حکایات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جن سے امت کا قرن اول و اعداد ہوتا ہے اور خیر القرون کے لوگوں کی تصویر بگڑتی ہے اور جو خیر امت اور امت وسط کے طغرائے امتیاز سے سرفراز ہیں وہ ساقط الاعتبار ثابت ہوتے ہیں۔

ان حضرات کے اس مختاط کلام کو کوئی محض خوش عقیدگی پر محمول کر کے اور ان کو دیکھل صفائی کا الزام دے کر کہ صحابہ پطعن و تدح کرنے کا جواز نہیں پیدا کر سکتا، امام ابن تیمیہ، امام رازی،

لے مولانا مودودی ان علماء کو دیکھل صفائی قرار دیتے ہیں جس کا کلام صرف یہ ہوتا ہے جیسا کہ ان کا خیال ہے کہ وہ اپنے نمونہ کی ہر طرح کی صفائی پیش کرتا ہے اور غلطی ہر طریقہ سے اس کو الزام سے بری قرار دینے کی کوشش کرتا ہے اس وجہ سے انھوں نے ان علماء کو نظر انداز کر دیا ہے اور خود اس باب میں تحقیق کرنا اور اسے پیش کرنا ضروری سمجھا ہے۔ (دیکھو خلافت و بلوکیٹ ص ۳۲۰)

غزالی وغیرہ یہ لوگ نہیں ہیں جن کو کوئی بولہوس محض خوش عقیدہ کہہ کر ان کے کلام کی حیثیت کو کم کرے، یہ دین حق کے وہ اساطین ہیں اور امت مسلمہ کی وہ فخر و زکاوت شخصیتیں ہیں جن کی عقل میں پختگی اور نکتہ و نظر کی بلندی کا صرف اپنوں کو نہیں غیروں کو بھی اعتراف ہے، ان حضرات کا کلام حقائق و واقعات کی روشنی میں ہے، اس کا تعلق محض خوش اعتدائی سے نہیں ہے۔

روافض و خوارج نے اپنے عقیدے کی احادیث کڑھی ہیں | شریعت اسلامیہ کا پرہ

مسخ کرنے کے لئے اور اسلامی تاریخ کے جہد و زریں کو سیاہ دکھلانے کے لئے اور اپنے عقائد و افکار کی تائید میں باطل فرقوں نے خصوصاً روافض و خوارج نے جن کی صحابہ دشمنی ان کے عقیدے کا جز ہے۔ اپنے مطلب کی ہزار ہا روایتیں اور ہزار ہا افسانے تراشے ہیں، اور وہ تاریخ کی کتابوں میں کچھ اس طرح گڈ بڑھ گئے ہیں یا کر دیئے گئے ہیں کہ تاریخی صحیح واقعات اور صحیح روایات سے ان باطل اور غلط افسانوں کا الگ کرنا برسی وقت نظر اور برسی دیدہ و دری کا کام ہے اور یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ محض اپنے ذاتی مطالعہ، وسعت معلومات اور قوت فکریہ سے کام لے کر ان قصوں میں سے حق و باطل کا امتیاز کر لیں گے وہ زبردست غلط فہمی میں ہیں، یہ کام اس کا ہے جس کو اللہ نے نقد و نظر کے خاص ذوق کے ساتھ نور باطن بھی عطا کیا ہو۔

اور رہا یہ کہ اس طرح کے باطل افسانے اور غلط روایتیں ہزار ہا کی تعداد میں پھیلی ہوئی ہیں، یہ کوئی راز کی بات نہیں ہے اس سے ہر بڑھالکھا آدمی واقف ہے۔ خوارج اور روافض اور زناد قہ نے یہ کام بڑی ہوشیاری سے کیا ہے۔

صحابین زید کا بیان ہے :

وضعت الزنادقة على رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم اربعة عشر ألف
زنادقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف منسوب کر کے چودہ ہزار حدیثیں
گڑھی ہیں۔ (ص ۱۰۳ اندادیب)

اور وضع حدیث تو روانہ فی کمال طور خاص مشغلہ رہا ہے۔ تہ ریب میں ہے۔

منہم قسم یضعون انتصاراً لہم
وہیں زمانہ میں سے ایک قسم ہے جو اپنے مذہب
کا خطابیۃ والرافضۃ وقوم من
کی نصرت میں قسمیں گڑھا کرتی تھی جیسے خطابیۃ
السالمیۃ (رایضاً)
روافض اور السالمیۃ کی ایک جماعت۔

بن جان کتاب الفقہاء میں یہ مقرر کیا کہ بیان نقل کرتے ہیں۔

ان رجلاً من اہل البدع رجوع عن
اہل بدعت میں سے ایک آدمی نے بدعت سے
بدعتہ فجعل بقول انظر واھذا
توبہ کی تو وہ کہنے لگا کہ تم دیکھ لیا کہ وہ کہہ رہا ہے
الحديث عن تاخذ وند
کس سے لے رہے ہو اس وجہ سے کہ جب
فانا کنا اذا راينا رابا فجعلنا
ہم کوئی رائے مقرر کرتے تو اس کیلئے ایک حد
لہ حدیثا۔ (رایضاً) بنا لیا کرتے۔

اور خلیب اپنی سند سے حماد بن سلمہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ :

قال اخبرني شيخ من الرافضة
مجھے روافض کے ایک شیخ نے یہ خبر دی ہے کہ
انهم كانوا يجتمعون على وضع
وہ لوگ اپنے مذہب کے مطابق جمع ہو کر
الحديث على مذهبهم (تدویناً)
حدیث وضع کرتے تھے۔

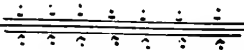
انذارہ لکائیے کہ جب کچھ لوگ اپنا یہ مشغلہ بنالیں کہ وہ اپنے مذہب اور اپنے اعتقاد
ورائے کے مطابق ہر طرح کی بات شائع کریں گے اور وہ بلا تکلف ان اکاذیب کو حدیث
کا نام دے کر سند کے ساتھ پیش کر دیں گے تو اعاویث و روایات کے ذخیروں سے اس طرح
کے مکذوبات کا جہر کرنا کساد و خوار کام ہے اور کم سے کم اعتقادی مسائل میں تاریخی روایات پر
مکمل اعتماد کر لینا اور کتاب و سنت سے بالکل صرف نظر کر لینا کہاں تک مناسب عمل ہے۔

بعض لوگوں نے صحابہ کے معاملہ کو بھی محض تاریخی قرار دے رکھا ہے اور غالباً یہی
وجہ ہے کہ وہ ان کے بارے میں بڑے بڑے کھانا نہ گفتگو بڑی لاپرواہی سے کرتے ہیں، حالانکہ صحابہ کرام
کا معاملہ محض تاریخی نہیں ہے بلکہ ان کا تعلق دین و مذہب سے ہے اس لئے اس بارے میں

آدمی کو اپنا قلم اور اپنی زبان بہت احتیاط سے استعمال کرنی چاہئے، اور ان کے بارے میں اپنے قلب و نظر کو بہت صاف رکھنا چاہئے، اگر آپ تاریخ کے کسی واقعہ کا انکار کر دیں اگرچہ وہ واقعہ اپنی جگہ پر سند و متن کے اعتبار سے بنظر ہر کسنا بھی سچا ہو لیکن اس کے انکار سے آپ کا کچھ نہیں بگڑے گا لیکن اگر آپ کے ذہن و دماغ میں صحابہ کرام کے کسی فرد کے بارے میں غلط خیال لے تبضہ جمالیا اور آپ کے دل میں بد عقیدگی پیدا ہو گئی اور آپ کا ان سے حسن ظن جاتا رہا تو یہ آپ کے لئے بڑے خطرہ کی بات ہے اور اس سے سو روخاتمہ کا اندیشہ ہے، اسی طرح آپ نے جو ش تحقیق میں اگر ان تاریخی روایات سے صحابہ کی تاریخ معلوم کرنے کی کوشش کی اور آپ نے احتیاط کا دامن چھوڑ دیا اور آپ کی تحریر پڑھ کر کسی کے دل میں صحابہ سے حسن ظن جاتا رہا اور اس کی جگہ بد عقیدگی پیدا ہو گئی تو وہ ہلاک اور برباد ہوا لیکن آپ بھی اس کے دوزخ سے نہیں بچ سکیں گے، اور اس کی گراہی کا خمیازہ آپ کو بھی بھگتنا پڑے گا۔

صحابہ کرام کی سیرت جاننے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پہلے آپ کتاب و سنت کی طرف رجوع کریں پھر تاریخ سے مدد لیں، اگر تاریخی روایات سے کتاب و سنت نے ان کی زندگی کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس کے خلاف کوئی بات معلوم ہوتی ہے تو اسے بلا تکلف رد کر دیں، یہی سلف کا طریقہ رہا ہے اور صحابہ کرام کے بارے میں آج بھی اسی طریقہ کو اپنایا جائے گا اور محمد تاریخی روایات پر نہ پہلے کسی اعتماد کیا گیا ہے اور نہ آج اعتماد کرنا صحیح ہوگا۔

(جاری)



محمد اجمل مفتاحی

بریلوی مذہب پر ایک نظر

دستر خوان پر شعر لکھا ہوا تو اس پر کھانا جائز نہیں

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا اگر دسترخوان پر اشعار وغیرہ لکھے ہوں تو اس پر کھانا جائز ہے؟
ارشاد ہوا - - ناجائز ہے۔ (ملفوظات ص ۵۰ ج ۷)
فائدہ ۱ - بریلوی حضرات اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ پر عمل کریں۔

وما علمناہ الشعر کا مطلب

اعلیٰ حضرت قرآن کے اس جملہ وما علمناہ الشعر جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھایا کا مطلب بیان فرماتے ہیں۔
تو آیہ کریمہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اور دن کے اشعار حضورؐ کے علم میں نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ حضورؐ کو ہم نے شعر گوئی پر قدرت نہیں دی اور نہ یہ حضورؐ کے لائق۔

(ملفوظات ج ۲ ص ۵۵)

نیز لکھتے ہیں۔ البتہ ملکہ شعر گوئی حضورؐ کو عطا نہ ہوا۔ (ایضاً ج ۲ ص ۵۱)
فائدہ ۲ - ایک طرف تو اعلیٰ حضرت اور بریلوی حضرات آنحضورؐ کو مختار کل مانتے ہیں، اور دوسری طرف یہ بھی اقرار کر رہے ہیں کہ آنحضورؐ کو شعر گوئی پر قدرت نہ تھی۔ پھر

یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کو شرگوئی کا ملکہ نہیں تھا، یعنی شرگوئی پر قدرت تھی البتہ شرگوئی کا ملکہ نہیں تھا۔ عجیب متضاد کلام ہے، خیر اس کا احقرات تو اعلیٰ حضرت نے کبھی لیا کہ آنحضرتؐ کو شرگوئی کا ملکہ نہیں تھا اور اشار کا ملکہ ہونا بھی ایک علم ہے۔ تو جب آپ کو یہ علم حاصل نہ تھا تو آپ عالم ماکان و ماکون اور عالم جمیع الامور و جمیع الغیوب کہاں ہوئے؟ اس یہ پیچیدگی کو یا اعلیٰ حضرت حل کریں یا ان کے روحانی چیلے۔

اور رہا یہ کہ خاں صاحب کا یہ مطلب بیان کرنا کہاں تک درست ہے، تو میں کہتا ہوں کہ یہ خالص قرآن کی تحریف ہے نہ کہ الفاظ قرآن کی۔ صحیح ترجمانی۔

مقدس حضرات کی مٹھی میں قلوب ہوتے ہیں

مرتب لمفونات اعلیٰ حضرت لکھتا ہے۔

واقعی مقدس حضرات کی مٹھی میں قلوب ہوتے ہیں، جس طرف چاہیں رجوع کریں۔

(حاشیہ لمفونات ۲۶ ص ۷۵)

فائدہ :- حدیث یہ ہے کہ اللہ کے انگلیوں کے درمیان بندے کے قلوب

ہوتے ہیں، اللہ ان قلوب کو جبر چاہتا ہے پھر دیتا ہے۔ اور مرتب لمفونات اللہ کی اس صفت کو مقدس حضرات کے لئے ثابت کر رہا ہے۔

ندوہ پر اعلیٰ حضرت کا کرم

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

بیان تک کہ اس میں (یعنی ندوہ میں) بد مذہب رہ گئے یا تو کھلے مرتد ہیں جیسے رافضی، وہابی وغیرہم یا وہ نام کے سنی جو ان کو اراکین دین بتاتے اور ان سے اتحاد مناتے، ندوہ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ نجری وہابی، قادیانی سب اہل قبلہ ہیں لہذا سب مسلمان ہیں (ایضاً ص ۱۸) فائدہ :- یہ پیارے ندوہ والے وہ دل گردہ کہاں سے لائیں کہ اعلیٰ حضرت

کے طرح کفر کا بارادرم کر رہے ہیں اور کفر کی مشینیں گن سے پوری امت اسلامیہ کو ذبح کر رہے ہیں۔

بال بڑھانا جہالت ہے

اعلیٰ حضرت سے کہا گیا اکثر بال بڑھانے والے لوگ گیسو دلا کر دیتے ہیں۔

ارشاد ہوا، جہالت ہے۔ (ملفوظات ص ۲۹۹ ج ۲)

اللہ صاحب کہنا جائز ہے مگر !

اعلیٰ حضرت صاحب سے پوچھا گیا۔ اللہ صاحب کہنا کیسا ہے ؟ ارشاد ہوا، جائز ہے لیکن اللہ صاحب کہنا اسمعیل دہلوی کا عہدہ ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً ہمارے صاحب ہیں مگر نام پاک کے ساتھ صاحب کہنا آریہ، پادریوں کا عہدہ ہے، اسلئے نہ چاہئے، آریہ، پادریہ، وہابیہ سب ایک ہیں۔ (ملفوظات ص ۱۴ ج ۲)

فنا شد کا :- دیکھا آپ نے اعلیٰ حضرت کی اسمعیل دشمنی کہ ایک چیز جائز ہے مگر اعلیٰ حضرت اس کو محض اس وجہ سے ناجائز کہتے ہیں کہ وہ اسمعیل دہلوی کا عہدہ ہے۔ یہاں اسمعیل دہلوی کو اعلیٰ حضرت نے وہابیہ کہا، اور بتلایا کہ وہابیہ، آریہ، اور پادریہ سب ایک ہیں، حالانکہ اعلیٰ حضرت کے یہاں اسمعیل شہید دہلوی علیہ الرحمۃ مسلمان ہیں تو کیا آریہ اور پادریہ بھی مسلمان ہیں، اور کیا آریہ کو مسلمان ماننا یہ کفر نہیں ؟ دیکھئے اعلیٰ حضرت نے اسمعیل دشمنی میں اپنے آپ کو کافر بنالیا، اہل حق کے ساتھ دشمنی کا یہی انجام ہوتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اور تفصیل کل شئی اور اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا۔ جب قریت میں تفصیل کل شئی ہے جیسا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام خضر کے پاس علم حاصل کرنے کیوں گئے ؟ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت کا یہ معقناہ کلام ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں،

کوئی اعتراض نہیں، توریت کا تفصیل کل شئی ہونا فرمایا ہے، اس کا باقی رہنا کہیں نہیں فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام جب توریت لے کر آئے یہاں دیکھا کہ لوگ گنہگار کے گناہ سجدہ کرتے اور اس کی پرستش کرتے ہیں، آپ کی شانِ جلال کی یہ حالت تھی کہ جس وقت جلال طاری ہوتا آدمہ گز کا ایک شعلہ کلاہ مبارک سے اٹھتا، جلال میں آکر اراج توریت پھینک دیں وہ ٹوٹ گئیں، امام مجاہد تلمیذ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: تفصیل کل شئی، ارگنی، صرف احکام باقی رہ گئے۔ (مغنیات ص ۶ ج ۲)

فائدہ کا :- دیکھا آپ نے اعلیٰ حضرت کی تحقیق، اس کا نام جواب ہے، کلاہ سے ایک گز کا شعلہ والی بات تو ہے ہی دلچسپ مگر اس سے دلچسپ تفصیل کل شئی کا اڑ جانا، کاش کوئی اعلیٰ حضرت سے پوچھتا کہ توریت میں تفصیل کل شئی کتنی دیر کے لئے تھی، موسیٰ علیہ السلام ابھی توریت لے کر آرہے ہیں۔ ابھی قوم نے تفصیل کل شئی پر آگاہی بھی حاصل نہیں کی ہے اور ابھی بسک سے وہ اڑ بھی گئی۔

شانِ باری میں موسیٰ علیہ السلام کی جسارت

اعلیٰ حضرت سے عرض کیا گیا۔

”حضور الراجِ توریت تو کلامِ خدا ہے ان کے ساتھ برتاؤ یہ کس طرح کیلئے ہے؟ ارشاد ہوا! حضرت ہارون آپ کے بڑے بھائی تھے، جلال کے وقت ان کا سر اور ڈاڑھی پچھ کر کھینچنے لگے۔ شبِ موعراج میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ کوئی شخص ربِّ عزوجل کے حضور بلند آواز سے کلام کر رہا ہے۔ جبریلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں عرض کیا کہ حضرت موسیٰؑ۔ فرمایا کہ اپنے رب پر تیزی کرتے ہیں۔ عرض کی قدعوف دبا حلا تھا، ان کا رب جانتا ہے کہ ان کا مزاج تیز ہے۔ خیر اس کو بھی جلنے دیجئے وہ جو رب عزوجل سے عرض کی ہے ان ہی الافتتاتِ یہ سب تیرے ہی فتنے ہیں۔ یہاں کیا کہئے گا۔ (باختصار) ایضاً ج ۲ ص ۷۸)

فائدہ :- اعلیٰ حضرت کے اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ موسیٰ علیہ السلام کے مزاج میں تیزی تھی اس وجہ سے قریت جو کلام الہی ہے اس کے ساتھ بے ادبی دے جیسی کام معاملہ بھی جائز ہو گیا۔ اب کوئی اعلیٰ حضرت سے پوچھے کہ کیا مزاج کی تیزی کی عذر کی وجہ سے کلام الہی کے ساتھ گستاخی دے ادبی کا معاملہ جائز ہے۔

شبِ معراج کا اعلیٰ حضرت نے جو قصہ سنایا ہے وہ کس کتاب میں لکھا ہے؟ اور کیا کسی نبی کے بارے میں یہ تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ جناب باری میں تیزی دکھلائے گا؟ کاش اعلیٰ حضرت کچھ تو غور کرتے، عافیت تو اس میں تھی کہ جواب نہیں معلوم تھا تو خاموش ہو جاتے مگر ”ملائکہ چپ نشود“ اور اس کلام میں سب سے دلچسپ چیز تو ”ان ہی الا فتنات“ کا اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ہے۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ اعلیٰ حضرت قرآن کے بارے میں اس قدر جری ہیں کہ کلام الہی کا جو چاہیں ترجمہ کر دیں۔ خدا را ناظرین کرام نوں پارہ میں اس آیت کا ترجمہ خود ملاحظہ فرمائیں تاکہ اعلیٰ حضرت کی حرکت کا اندازہ ہو سکے۔

قرآن کے معانی آنحضورؐ کے علم میں نہ ہوتے تھے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

قرآن عظیم کے الفاظ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا اگرچہ معانی ان الفاظ کے ساتھ ہیں، لیکن ان معانی کا علم میں ہونا کیا ضروری ہے، نبی کلام الہی کے سمجھنے میں بیان الہی کا محتاج ہوتا ہے ”ثم ان علينا بیاننا“ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان بھی ہوا ہو۔ (ملفوظات ص ۲۶۹)

فائدہ :- اس بیان سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک آنحضورؐ کے لئے قرآن کے معانی کا علم میں ہونا ضروری نہیں۔ نیز یہ کہ آنحضورؐ کو بعض آیات کا نسیان یعنی بھول جانا بھی ممکن ہے، کیا بریلوی حضرات اس کڑی گولی کو حلق کے نیچے اُتارنے کے لئے تیار ہیں؟

امشاء اللہ کے سلسلے کی ایک دلچسپ بحث

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا امشاء اللہ تو ماکان و مایکون میں ہے، اور اللہ فرماتا ہے سنقر ثلث فلا تفتنی الا ما شاء اللہ، ہم تم کو پڑھا دیں گے پھر تم نہ بھولو گے مگر جو اللہ چاہے، اس سے لازم آتا ہے کہ امشاء اللہ کا علم حضور کو نہ رہا حالانکہ وہ ماکان و مایکون میں ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس کا یہ محققانہ جواب دیا۔

امشاء اللہ کس کی نسبت فرمایا گیا ہے، آیات الہی کی نسبت کلام ہے، اور آیات الہی صفت الہی ہے اور وہ قدیم ہے ماکان و مایکون میں داخل نہیں، ماکان و مایکون تو ان حوادث کا نام ہے جو از اول تا آخر روز تک ہوئے اور ہوں گے۔

(ملفوظات ص ۲۶۹)

فائدہ ۱۔ اعلیٰ حضرت کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ کے رسول کو صرف حوادث کا علم ہے، جو چیزیں قدیم ہیں آنحضور کو اس کا علم نہیں، صفات الہیہ چونکہ قدیم ہیں اسلئے آنحضور اس کے عالم نہ تھے۔ قرآن بھی قدیم ہے، خود اللہ کی ذات بھی قدیم ہے۔ اللہ کی بقیہ صفات بھی قدیم ہیں، اسلئے بقول اعلیٰ حضرت حضور کے علم سے یہ ساری چیزیں باہر ہیں۔ دیکھا آپ نے اعلیٰ حضرت کے اس ارشاد نے کیا گل کھلایا کہ آنحضور کو اللہ کی ذات کا علم نہیں، قرآن کا علم نہیں، اور اللہ کی صفات کا علم نہیں، آنحضور تو صرف حوادث کے عالم ہیں، قدیم چیزیں آپ کے احاطہ علم سے باہر ہیں۔

نماز خازہ میں تاخیر جائز نہیں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

بعض لوگ شب جمعہ میں جس کا انتقال ہوا میت کو تا نماز جمعہ رکھتے ہیں کہ

آدمیوں کی نمازیں کثرت ہو جائے یہ ناجائز ہے اور اس کی تصریح کتب فقہ میں ہے

(ملفوظات ص ۱۸ ج ۲)

فنا شد :- بریلوی حضرات اس قسم کی حرکت زیادہ کرتے ہیں، ان کو اعلیٰ حضرت کا یہ سبق یاد کھانا چاہئے۔

حضور کی قسم کھانا جائز نہیں

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا۔

حضور کی قسم کھانا جائز ہے؟ ارشاد ہوا۔ نہیں۔ ان سے پوچھا گیا کیا یہ ادبی ہے؟ ارشاد ہوا۔ ہاں۔ (ریفنگ اس ج ۱۹ ص ۲)

فنا شد :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا قسم کھانے والا اور حضور کے نام اور آپ کی ذات کی تعظیم ہی کو نگاہ میں رکھ کر قسم کھانا ہے، لیکن اس تعظیم کو اعلیٰ حضرت نے جائز نہیں رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی نبی یا ولی کی ہر تعظیم جائز نہیں بلکہ وہی تعظیم جائز ہوگی جو مشرقاً مطلوب ہو اور جس سے شرعی کوئی قباحہ لازم نہ آئے، یہی تو دلیل بندی بھی کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے صاف صاف اس کو بے ادبی کھلے ہے۔

دوبابی کیلئے دعا جائز نہیں

اعلیٰ حضرت علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ یہ دعا کہ نا کہ اللہ وہابیوں کو ہدایت کرے جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوا :-

دوبابیہ کیلئے دعا نفوی ہے۔ تم لایعود دفن، ان کے لئے آچکے ہیں، وہابی کبھی لوٹ کر نہیں آئے آئیگا۔ (ملفوظات ص ۲۹ ج ۲)

فنا شد :- آنحضرت نے تو ابو جہل اور ابولہب جیسے لوگوں کے لئے بھی ہدایت کی دعا کی اور اعلیٰ حضرت وہابیہ جو ان کے نزدیک کافر ہیں ان کے لئے ہدایت کا دعا

کو نفی بتلاتے ہیں۔ ذرا اعلیٰ حضرت بتلائیں کہ ”ثم لا یعودون“ قرآن کے کس پارے کی آیت ہے اور کیا یہ آیت وہابیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کیا آنحضرتؐ کے زمانے میں وہابیہ تھے کہ قرآن کی یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔ بارگاہ قرآن کا ایسا گستاخ کسی نے کب دیکھا ہوگا۔

امام ضامن

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا۔ امام ضامن کا جو پیسہ باندھا جاتا ہے اس کی کوئی اصل ہے؟ ارشاد ہوا کچھ نہیں۔ (ملفوظات ص ۴۶ ج ۳)

فائدہ :- امام ضامن وغیرہ کے چکر میں بریلوی حضرات بہت پڑے رہتے ہیں، اعلیٰ حضرت کا ارشاد خدا کرے ان کے لئے مفید ہو۔

عرس میں افعال ناجائز نے بزرگوں کی توجہ کم کر دی ہے

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا حضور بزرگان دین کے اعراس میں جو افعال ناجائز ہوتے ہیں ان سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے؟

ارشاد ہوا بلاشبہ اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے بھی توجہ کم کر فرادی ہے۔

(المنکاح ص ۴۷)

فائدہ :- عرس میں ناچ گانا، قبر کا سیسہ، عورتوں کا جانا بھی ناجائز، لیکن بریلوی حضرات ایسے بے ہودہ عرسوں میں بڑے شوق سے شریک ہوتے ہیں، حالانکہ ان بزرگوں کی توجہ بقول اعلیٰ حضرت ان ناجائز امور کی وجہ سے کم ہو گئی ہے۔

مجلہ اجماع مفتاح

محمد ابو بکر غازی پوری

احیان العباد یعنی اللہ والے

ابراہیم بن یزید

ابراہیم بن یزید بڑے علیل القدر امام وقت اور مقتدائے عصر تھے، فقہ میں بلند مقام کے حامل تھے، عبادت و پیریزگاری اور خوف و خشیت میں یکساں روزگار تھے، ان کے والد بھی اپنے وقت کے امام حدیث و فقہ تھے۔

ابراہیم نے اپنے والد کے سوا حارث بن سدید، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور عمرو بن میمون رودی وغیرہ سے حدیث روایت کی ہے اور ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں حضرت اعمش، مسلم البطين یونس بن عبیدہ وغیرہ ہیں۔

ابراہیم بن یزید کی وفات کم عمری ہی میں ہو گئی تھی، عین چالیس کی عمر ہی میں وہ حالت قید میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

جہان نے ان کو قید خانہ میں ابراہیم بن یزید سمجھ کر ڈال رکھا تھا، قصہ یہ تھا کہ حجاج کو ابراہیم بن یزید کی تلاش تھی، اسے معلوم تھا کہ حضرت ابراہیم بن یزید اس کی خالانا کا روائیوں پر شدید تکبر کرتے ہیں اور اس کے ظلم و بربریت کا لوگوں کے سامنے برملا اظہار کرتے ہیں، چنانچہ حجاج نے ابراہیم بن یزید کو

گرفتار کرنے کے لئے پولیس روانہ کی، اتفاق سے پولیس ابراہیم نخعی کے گھر جانے کے بجائے نام کی شاہینت کی وجہ سے ان کے گھر آگئی، ابراہیم بن یزید جانتے تھے کہ پولیس کس ابراہیم کو تلاش کر رہی ہے مگر اس کے باوجود پولیس نے جب یہ کہا کہ اس کو ابراہیم کی تلاش ہے تو انھوں نے کہا کہیں ابراہیم ہوں، پولیس نے ان کو اپنا مقصود ابراہیم نخعی سمجھ کر گرفتار کر لیا اور نہ خاموشی سے پولیس کے ساتھ جیل خانہ پہنچ گئے، قید میں بڑی سختیوں سے پالا پڑا۔ دھوپ میں رکھے جاتے تھے، سردیوں میں چھینے کی جگہ نہیں تھی، ان سختیوں کے نتیجے میں ان کا رنگ اور ان کی ہیبت بالکل بدل گئی، ان کی ماں ان سے ملنے گئیں تو وہ بھی ان کو پہچان نہیں سکیں، جب بات حجت ہوئی تب انھوں نے اپنے بیٹے کو پہچانا، آنا نکرا ابراہیم بن یزید کا ان سختیوں کو جھیلنے جھیلنے قید خانہ ہی میں چالیس سال کی عمر میں انتقال ہو گیا، انھوں نے موت کو گلے سے لگنا پسند کیا مگر آخر تک یہیں ظاہر ہونے دیا کہ وہ ابراہیم نخعی نہیں ہیں، انھوں نے اپنی جان کا تحفہ پیش کر کے حضرت ابراہیم نخعی کی جان کو بچا لیا۔

ابراہیم ابتدائی عمر سے ہی بڑے اللہ والے عبادت گزار، خوف و خشیت والے روئے اور رلانے والے تھے، امام ذہبی فرماتے ہیں۔ کان شابا صالحا، قانتا لله، حالما، فقیہا کبیر المقدس، واعظا۔ یعنی ابراہیم جوان صالح، اللہ کے فرمان بردار، حدیث و سنت کے عالم، فقیہ، بڑی شان کے مالک اور واعظ تھے۔

ابراہیم کا حال یہ تھا کہ ان کے چالیس روز اس طرح گزرے کہ ان کو راکا ایک دانہ چوبیس گھنٹے میں ان کی غذا ہوتی، کبھی ایک ایک ہمدینہ ایسا گذرتا کہ یہ نہ کچھ کھاتے اور نہ پیتے۔ امام اعمش کہتے کہ جب یہ سجدہ میں جلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ یہ دیوار کا ایک تودہ ہیں، اللہ سجدہ اتنا طویل کرتے کہ چڑیا ان کی پیٹھ کو دیوار کا تودہ سمجھ کر اس پر بیٹھا کرتی تھیں، حوام بن جوشب کہتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ابراہیم نے آسمان کی طرف نگاہ اونچی کی ہو۔ ابراہیم فرماتے تھے کہ پہلے کے لوگوں پر دنیا ٹوٹا کرتی تھی اور وہ دنیا سے بھاگتے تھے اور آج حال یہ ہے کہ دنیا نے ہم سے منہ موڑ لیا ہے اور ہم اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔

ان کا ملغوظ یہ بھی ہے کہ تم اگر کسی کو دیکھو کہ نماز میں سستی کی وجہ سے کسی کی تکبیر اولیٰ فوت ہو رہی ہے تو اس سے قطع تعلق رکھو۔

وہ فرماتے تھے کہ جب بھی میں نے اپنے عمل کا جائزہ لیا ہے تو مجھے پتہ چلا کہ میرا قول کچھ ہے اور میرا عمل کچھ ہے۔

ابراہیم بن یزید کا انتقال ۹۲ھ میں ہوا۔ ان کے انتقال پر حجاج نے خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ آج کی رات شہر میں ایک جہنمی کی وفات ہوئی ہے، تو اس نے صبح پتہ لگوایا کہ شہر میں آج کی رات کس کا انتقال ہو رہا ہے، تو معلوم ہوا کہ اس شخص کا جو ابراہیم کے نام سے اس کی قید میں تھا، تو اس نے کہا کہ یہ شیطان خواب تھا اور پھر ان کی لاش کو اٹھوا کر کوڑا پیسینکے کی جگہ ڈلوادیا۔ (سیر اعلام النبلا ص ۱۱۲ ج ۵)

سعید بن جبیر

سعید بن جبیر بن ہشام مشہور تابعی بزرگ ہیں، علم قرأت، علم تفسیر میں اہم مقام رکھتے تھے، کوذکر رہنے والے تھے، اور نہایت عابد و زاہد متقی اور خوف و خشیت والے تھے، متعدد صحابہ کرام سے حدیث و روایت کی ہے، جیسے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوسعود دہری، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے۔

ان کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت ہے جن میں، ابوبسختیانی، آدم بن سلیمان، ثابت حملان، حبیب بن ابی ثابت، مالک بن دینار، مجاہد، ابن شہاب زہری وغیرہ بہت سے تابعین و اتباع تابعین کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

امام ذہبی نے ان کو الامام و اجداد الاعلام کے لقب سے یاد کیا ہے۔

ان کا قصہ ہے کہ ان کا ایک نرف تھا، تہجد کے وقت وہ آواز لگاتا تھا، اس کی آواز پر یہ اٹھ جاتا کہ تے تھے، ایک روز اس نے آواز نہیں لگائی، دو ابن جبیر کی آنکھیں کھلیں اور

ان کا تہجد فوت ہو گیا، حضرت سید پر یہ ناخوشاں شاق ہوا تو ان کی زبان سے غصہ میں مرغ کے بارے میں یہ کلمہ نکلا۔ مالاہ قطع اللہ صحت، مرغ کو کیا ہو گیا تھا، اللہ اس کی آواز ختم کر دے تو اس دن کے بعد اس مرغ کی آواز ہی نہیں سنی گئی، تو ان کی والدہ نے ان کو وصیت کی کہ بیٹا اب کسی چیز کو بد دعا مت دینا۔

قاسم بن ابی الرب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ابن جبر کو نمازیں یہ تیرت دانتقوا یس مانتجعون فیہ۔ (اس دن سے دو جو جس دن تم لوگ اللہ کی طرف ٹوٹے جاؤ گے) میں مرتبہ سے زیادہ دہرائے دیکھا۔

ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ حضرت سید بن جبر کو میں نے دیکھا کہ وہ کعبہ کے اندر گئے اور ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کیا۔

وفاء بن ایاس کا کہنا تھا کہ سید بن جبر رمضان کے زمانہ میں عشاء تا خیر سے پڑھتے تھے اور عشاء اور مغرب کے درمیان پورا ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

عبد الملک بن ابی سلیمان سے مروی ہے کہ سید عام دونوں میں دو قرآن ختم کرتے تھے۔ سید بن جبر فرماتے تھے کہ خشیت اللہ سے اس طرح ڈرنے کا نام ہے کہ اللہ کی خشیت تمہارے درمیان اور تمہاری معصیت کے درمیان حائل ہو جائے، یعنی اللہ کی معصیت تم سے نہ جدا رہو۔ اور فرماتے تھے کہ ذکر اللہ کی اطاعت کا نام ہے، جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کو یاد کیا اور جس نے اس کی اطاعت نہیں کی وہ ذکر والا نہیں ہے خواہ وہ کتنا بھی اللہ کی تسبیح اور قرآن کی تلاوت کرے۔

امام سید فرماتے تھے کہ مسلمان کا ہر روز جو اسے مل رہا ہے وہ غنیمت ہے۔ سید بن جبر کو حجاج نے قتل کیا تھا، جب ان کا سر ان کے بدن سے جدا ہوا تو تین مرتبہ اس سر سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی آواز بہت صاف سنائی دی، ان کے قتل پر ان کے بدن سے خون بہت نکلا، حجاج نے اطباء سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ جب یہ قتل کے لئے لائے گئے تو ان پر خوف دہرا اس کا کوئی اثر نہیں تھا، اس وجہ سے بدن سے پورا خون نکلا، دوسرے

جب قتل کے لئے لائے جاتے ہیں تو ڈر کی وجہ سے ان کا خون پہلے ہی خشک ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے ان کے بدن سے قتل ہونے کے بعد کم خون بہتا ہے، لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حجاج ان کے قتل کے بعد ایک روز بھی چین سے نہیں سو سکا، اور نہ کسی اور کو قتل کر سکا، پندرہ دن کے بعد ہی وہ مر گیا، لکھا ہے کہ اس کے پیٹ میں نہ ہر باد ہو گیا تھا، اسی مرض میں سعید بن جبیر کے قتل کے پندرہ روز بعد مر گیا۔

حجاج نے ان کو ۹۵ ہجری میں شہید کیا تھا، اس وقت ان کی عمر انالیس سال تھی (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۱۸۴)

علی بن الحسین زین العابدین

حضرت علی، زین العابدین جن کو علی اصغر کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، حضرت حسین کے صاحبزادہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتا تھے، ان کی نسبت میں ہاشمی، علوی، اور المدنی کا اضافہ کیا جاتا ہے، ابو الحسین ان کی کنیت تھی، اور زین العابدین ان کا لقب تھا کثرت عبادت میں یہ معروف تھے، اس وجہ سے ان کو لوگوں نے زین العابدین کا لقب دیا زین العابدین کے معنی ہوتے ہیں عبادت گزاروں کی زینت۔

ان کی والدہ باندی تھیں جن کا نام سلامہ تھا، شاہ فارس یزدجرد کی لڑکی تھیں، بعض لوگوں نے ان کی والدہ کا نام غزالہ بتلایا ہے۔ ۳۵ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے، معرکہ کربلا میں یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اس وقت ان کی عمر تیس سال تھی، اس معرکہ کے موقع پر یہ بخار کے مرض میں گرفتار تھے، اس وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے معرکہ ختم ہو جانے کے بعد خاندانِ داؤد کے ساتھ ان کو دشمن روانہ کر دیا گیا تھا، جہاں پر یہ نے ان کا بڑا اکرام کیا، اور اہل خاندان کے ساتھ ان کو مدینہ روانہ کر دیا، ان کے بھائی علی اکبر کے نام سے جانے جاتے ہیں، یہ کربلا کے معرکہ میں شہید ہوئے تھے۔

علی اصغر زین العابدین کو اللہ نے خاندانی شرافت و سیادت کے ساتھ ساتھ علم و عمل

کا جامع بنایا تھا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ کان علی بن الحسین ثقہ، ماموننا، کثیر
 الحدیث عالیاً، رفیعاً درجاً۔ یعنی علی بن حسین ثقہ تھے، مامون تھے، کثیر
 الحدیث تھے، اونچے مقام والے اور بلند مرتبہ تھے، پرہیزگار و معاصی تقویٰ تھے۔
 امام زہری فرماتے تھے کہ میں نے قریشیوں میں ان سے افضل نہیں دیکھا، امام ابن
 وہب کہتے ہیں کہ میں نے اہل بیت میں ان کے جیسا نہیں دیکھا، حالانکہ وہ باندی کے بطن
 سے تھے۔

حضرت علی باوجود خاندانی سیادت و شرافت کے حب و نسب میں کم لوگوں سے بھی
 علم حاصل کرنے میں ذرا بھی عار محسوس نہیں کرتے تھے، اور خود ان کے دروازہ پر جا کر کے علم
 حاصل کرتے، اور جب لوگ اس بارے میں ان کو مطعون کرتے تو فرماتے العلم یتبعی
 دیونق ویطلب من حیث کان یعنی علم کی طلب میں رہا جاتا ہے، خود اس کے
 پاس جایا جاتا ہے اور وہ جہاں سے بھی لے حاصل کیا جاتا ہے۔

زہد و عبادت، اللہ سے تعلق اور نماز کی کثرت میں ان کے زمانہ میں ان کا کوئی
 شامانی نہیں تھا۔ نمازیں استغراق کا عالم یہ ہوتا کہ گھر میں آگ لگ جاتی تھی اور لوگ
 آگ آگ کا شور مچاتے مگر ان کو اس کا احساس نہ ہوتا، اس طرح کا ایک قصہ محمد بن ابی شمر
 سند بنی نوح انصاری سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ گھر میں نماز پڑھ رہے تھے اور
 حالت سجدہ میں تھے کہ اسی کو ٹھہریں آگ لگ گئی جس میں یہ سجدہ میں گئے ہوئے تھے، لوگوں
 نے ان کو آواز دینی شروع کی، اور آگ آگ کا شور بلند ہوا مگر یہ جس حال میں تھے اسی حال
 میں تھے سجدہ سے سر نہیں اٹھایا تا آنکہ آگ پر لوگوں نے قابو پایا۔ جب لوگوں نے ان سے
 پوچھا کہ کیا آپ کو اس کا پتہ نہیں چلا، تو انھوں نے کہا کہ آخرت کی آگ کے خوف نے مجھے اس
 آگ سے غافل کر دیا تھا۔

مہمب بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات معلوم ہے کہ یہ مرنے کے روز تک
 دروازہ ایک ہزار رکعتیں پڑھا کرتے تھے، ان کا نام ان کی عبادت سہی کا وجہ سے زین العابدین

پڑا تھا۔

امام طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن حسین کو حجر اسود کے پاس دیکھا کہ وہ مسجد میں گرے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں عبید اللہ یغنائک مسکینک یغنائک یغنائک مسائلک یغنائک، فقیدک یغنائک یعنی اے اللہ آپ کا حقیر بندہ آپ کے دربار میں ہے، آپ کا مسکین بندہ آپ کے دربار میں ہے، آپ سے سوال کرنے والا اور آپ کے دربار میں ہے۔ آپ کا محتاج آپ کے دربار میں ہے۔

امام طاؤس فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں جس پریشانی میں بھی ان کلمات سے دعا مانگی وہ پریشانی دور ہو گئی۔

حضرت علی سادات، نیاضی، علم درو باروی میں بھی بے مثال تھے، فقر و اندسا کین پر اس طرح خرچ کرتے کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلتا، ان کے مرنے کے بعد لوگوں کو پتہ چلا کہ یہ ایک سب غریب خاندان کی کفالت کرتے تھے شہید بن نعمانہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی کا انتقال ہوا تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک سو خاندان کی یہ پرورش کیا کرتے تھے۔

محمد بن اسحق کہتے ہیں کہ مدینہ والوں کا بہت سا خاندان زندگی گزارتا تھا اور اسے معلوم نہیں تھا کہ ان کے خرچ کی ذمہ داری کون اٹھائے ہوئے ہے، جب علی بن حسین کا انتقال ہوا تو جو راتیں ان کو ملا کرتا تھا اس کا سلسلہ بند ہوا تب لوگوں کو حقیقت کا علم ہوا۔

عمر بن ثابت کہتے ہیں کہ جب علی بن حسین کا انتقال ہوا تو لوگوں نے ان کی بیٹھ پر بوجھ کا نشان دیکھا، راتوں میں بیٹیوں اور بیواؤں کے گھر وہ خود اپنی بیٹھ پر لا کر لے گھر پہنچاتے تھے، اس وجہ سے ان کے بیٹھ پر یہ نشان پڑ گیا تھا۔

ابو حمزہ الثمالی کہتے ہیں کہ علی بن حسین راتوں کو اپنی بیٹھ پر روٹیاں لا کر مسکینوں کے گھر پہنچاتے تھے اور فرماتے تھے کہ رات کی تاریکی میں مدد نہ کرنا اللہ کے غصہ کو بھجاتا ہے۔ علی بن حسین فرماتے تھے کہ مجھے اللہ سے شرم آتا ہے کہ میں اپنے کس بھائی کے لئے اللہ سے جنت مانگوں اس واسطے کہ دنیا کے مال خرچ کرنے میں خود نچیل رہوں۔

محمد بن اسامہ بن زید بیمار تھے، حضرت علی ان کی حیات کو گئے تو دیکھا وہ رو رہے ہیں، پوچھا کیا بات ہے، تو کہا کہ میں اس حال میں ہوں اور میرے اوپر قرض ہے، حضرت علی نے پوچھا قرض کتنا ہے؟ تو انھوں نے بتلایا کہ تقریباً دس ہزار دینار، تو انھوں نے فرمایا: نیکو نہ کرو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔

مدینہ پاک میں ۹۴ھ میں ان کا انتقال ہوا، اور بقیع مبارک میں ان کی تدفین ہوئی، عمر شریف ۵۸ سال کی تھی، کہا جاتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کا سلسلہ انھیں علی زین العابدین سے چلا ہے۔

ص ۵۸ کا بقیہ :-

اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ حدیث کا لکھنے والا حنفی محدث امام ابی جرح والتعدیل

حضرت یحییٰ بن معین کا شمار امام ابی جرح والتعدیل میں ہوتا ہے، یہ زبردست محدث اور بڑی عظیم شان کے مالک تھے۔ حضرت امام بخاری کے استاذ ابن المدینی اور حضرت امام احمد بن حنبل اور ابن شیبہ جیسے کبار محدثین ان کے سامنے باادب رہتے تھے۔ حضرت امام احمد کا قول تھا کہ جو حدیث یحییٰ بن معین کو معلوم نہ ہو وہ حدیث ہی نہیں ہے۔ یہ سخت قسم کے حنفی تھے، حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد کے شاگرد تھے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے انھوں نے انکی مشہور کتاب جامع میفرستی تھی، اور انھیں سے فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی، انھوں نے اپنے والد کے ورثہ سے ایک لاکھ پانچ سو تھامی روپیہ رقم انھوں نے حدیث حاصل کرنے میں صرف کر دیا تھا۔

ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ حدیث لکھی تھی۔

۳۳۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(از مقدمہ نقب الایام)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فہم و ذکاوت کا ایک واقعہ

حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "الاستیعاب فی فضائل الاعۃ" الشلاشۃ الفقہاء، میں حضرت امام عظیم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

مشہور محدث امام شریک فرماتے ہیں کہ جب ہاشم خاندان کے ایک بچہ کی وفات ہوئی، ہم اس کے جنازہ میں شریک تھے، اس جنازہ میں وقت کے سربراہ اور وہ لوگ اور چیدہ علماء و فقہاء اور محدثین بھی تھے، قیام گاہ میں شہرہ کے بفل میں ہو کر ان کے ساتھ چل رہا تھا کہ اچانک چلتے چلتے جنازہ رک گیا، لوگوں نے کہا کہ جنازہ کیوں آگے نہیں بڑھ رہا ہے، تو معلوم ہوا کہ بچہ کی والدہ سر کھولے بال بکھیرے روتی پڑتی جنازہ میں آگئی ہے اور اس کا اصرار ہے کہ وہ بھی جنازہ کی نماز پڑھے گی، وہ واپس جانے کیلئے کسی طرح تیار نہیں ہے، بچہ کے والد نے قسم کھالی ہے کہ اگر تو واپس نہیں جائے گی تو میں طلاق دے دوں گا، اور ماں نے بھی قسم کھا رکھی ہے اگر وہ بلا جنازہ کی نماز پڑھے واپس ہوئی تو اس کا سارا مال مدتہ ہے، جنازہ میں شریک قاضی ابن شبرہ اور دوسرے علماء و فقہاء کو اس کا حل بھی نہیں آ رہا تھا، صورت حال یہ تھی کہ اگر عورت واپس نہیں ہوتی ہے تو اس کو طلاق پڑ جائے گی، اور اگر نماز جنازہ پڑھے واپس ہوتی ہے تو وہ اپنے سارے مال سے ہاتھ دھو دے گی، سب حیران و پریشان کھڑے تھے اور جنازہ آگے نہیں بڑھ رہا تھا امام شریک فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت امام ابو حنیفہ جو عام لوگوں کے بیچ میں تھے انکو

ان کو بلایا، حضرت امام اعظم چہرہ ڈھانک کر تشریف لائے، عورت، اس کا شوہر اور سب کھڑے تھے، حضرت امام اعظم نے عورت سے پوچھا تو نے کیسے قسم کھائی ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں نے یہ قسم کھائی ہے، تو حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جنازہ یہیں رکھ دیا جائے، اور لوٹنے کے باپ سے کہا کہ چلو آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ، جب اس نے نماز پڑھ لی تو آپ نے عورت سے کہا کہ اب تو واپس جاؤ اور جنازہ کو آگے لیجانے کا حکم فرمایا اور کہا کہ اب شوہر اور بیوی دونوں کی قسم پوری ہو گئی اور نہ بیوی پر طلاق پڑے گی، اور نہ بیوی کا مال اس کی ملکیت سے جائے گا، لوگوں نے آپ کے اس فیصلہ اور اس ذہانت کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا۔

شریک کایان ہے کہ اس پر ابن شبرمر نے کہا کہ عورتیں ابوحنیفہ جیسا پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔ (ہذا ۳)

مصرحہم ! اس واقعہ سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ اپنی بعیرت و فقہ میں اپنے ہم عصر علماء و فقہاء سے بہت ممتاز تھے، وہیں آپ کا غایت درجہ متقی ہونا اور غایت درجہ متواضع ہونا بھی معلوم ہو سکتا ہے، غایت درجہ متقی ہونا تو اس طرح معلوم ہوا کہ آپ عورت کے پاس جو کھلے سر اور برہنہ چہرہ متقی، چہرہ ڈھانک کر تشریف لائے۔ مگر اس اجنبی عورت پر نگاہ نہ پڑے، جب کہ دوسرے لوگوں کو اس کا خیال نہیں رہا۔ اور آپ کا غایت درجہ متواضع ہونا اس طرح معلوم ہوا کہ اس جنازہ میں جس میں علماء و فقہاء اور ارباب حکومت کے چیدہ لوگ تھے ان سے ہٹ کر عام لوگوں کے ساتھ اس جنازہ میں چل رہے تھے۔

سلفی تحقیق کا ایک نمونہ

ڈاکٹر وصی اللہ بن محمد عباس جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے ایک فاضل استاذ ہیں، اصلاً ہندی ہیں، بستی ضلع کے رہنے والے ہیں، اب سعودی ہو گئے ہیں، ڈاکٹر صاحب غیر مقلد ہیں، حرم مکہ میں ان کا درس حدیث بھی ہوتا ہے، ان کا درس حدیث سننے کا مجھے اتفاق نہیں ہوا ہے، مگر دوسروں سے جو بات سنی ہے اس سے معلوم ہوا کہ موصوف اپنے درس میں حنفیت اور صوفیت کے خلاف اپنی تحقیقات نادرہ سے اپنے تلامذہ کو روحانی غذا فراہم کرتے رہا کرتے تھے، مگر جب سے حکومت سعودیہ نے سلفیوں پر اپنی لگام کشی شروع کی ہے موصوف ڈاکٹر صاحب بھی محتاط ہو گئے ہیں۔

مجھے حال ہی میں ڈاکٹر صاحب کی تحقیق و تعلیق سے مزین امام احمد بن حنبل کی کتاب . العلل ومعرفة الرجال کے مطالعہ کا اتفاق ہوا، کتاب پر ڈاکٹر وصی اللہ کی بحث کی داد دینا ان پر ظلم ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کے علم میں مزید برکت عطا فرمائے، البتہ جو بات کشمکش ہے وہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب چونکہ غیر مقلدیت و سلفیت کا جرحہ پہلے ہوئے ہیں اس وجہ سے اس علمی کتاب کی تحقیق میں بھی غیر مقلدیت کا اثر جگہ جگہ نمایاں ہے، آج کل غیر مقلدیت کو صوفیائے کرام سے سخت چرچا ہے، اور صوفیت سے متعلق تمام چیزوں کا رد کرنا غیر مقلد کا ذہن بنا ہوا ہے، تصوف ہی سے متعلق کرامت بھی ہے، اس لئے غیر مقلدین بزرگوں کی کراٹھوں کا بھی انکار کرتے ہیں، یہ مزاج آج کل کے غیر مقلدین کا ہے، پہلے کے علماء غیر مقلدین

اللہ والوں کے بارے میں خوش عقیدہ تھے، اسلئے وہ نہ تصوف کا انکار کرتے تھے اور نہ کرامتوں کا انکار کرتے تھے۔ نہ صوفیائے کرام کے بارے میں ان کی زبان پر لعن و لعن کے الفاظ ہوتے تھے، مگر موجودہ غیر مقلدیت کا رخ اپنے اکابر سے مڑا ہوا ہے، اس کے نزدیک تصوف ساری گمراہیوں کی جھڑپ ہے، اور تصوف سے متعلق ہر چیز کا انکار کرنا اور اس کو باطل قرار دینا عین جہاد ہے، غیر مقلدیت کا یہ مزاج خالص علمی کتابوں کی تحقیقات میں بھی نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر دمی اللہ عباس بھی اسی مرض کے مرعوب ہیں، چنانچہ انھوں نے بھی اس کتاب کی تحقیق میں اپنا غیر مقلدانہ رنگ دکھلایا ہے، آپ اس کی ایک مثال دیکھئے۔

اس کتاب کی جملہ اول کے صفحہ ۲۰ پر یہ عبارت ہے۔

حدثني ابي قال : حدثنا مؤمل بن اسحاق قال حدثنا معاذ

يقول : ذهب بصري فزأيت ابراهيم خليل الرحمن في المنام فمسح يدها على عيني فقال لي : انت الفئات فاغشى فيها واقفم عينيك في السماء : ففعلت فناد الله على بصري -

یعنی حضرت احمد بن حنبل کے لڑکے عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا اور انھوں نے کہا کہ ہم سے مؤمل بن اسحاق نے بیان کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سہل نے بیان کیا کہ میری مینائی ختم ہو گئی تھی، تو میں نے خواب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو دیکھا تو انھوں نے اپنا ہاتھ میری آنکھ پر پھیرا، پھر مجھ سے کہا کہ دریائے فوات کے پاس جاؤ اور اس میں ڈبکی لگاؤ اور پانی ہی میں اپنی دونوں آنکھیں کھولو تو میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ نے میری بیست الی لٹا دیا۔

اب چونکہ اس واقعہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھنے کا ذکر ہے، پھر حضرت ابراہیم کا خواب ہی میں حضرت سماک کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرنے کا ذکر ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب ہی میں ان کو فوات پر جا کر کے اس میں غسل کرنے اور پانی میں آنکھ کھولنے کا ذکر ہے اس وجہ سے ڈاکٹر دمی اللہ عباس کا ذہن حضرت سماک کے اس واقعہ کو صحیح و سچ تسلیم کرنے

کے لئے تیار نہیں ہوا، چنانچہ وہ اپنی تعلیق میں فرماتے ہیں۔ اسنادہ ضعیف لاجل
 مؤمل بن اسماعیل فهو صدوق میں الحفظ۔ یعنی اس کی سند کمزور ہے، اس
 وجہ سے کہ سند میں مؤمل بن اسماعیل ہے اور وہ بہت سچا تو ہے مگر خراب حافظہ والا ہے۔
 یعنی یہ روایت اس راوی کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہو گئی، مگر کیا واقعہ یہی ہے، یا
 واقعہ یہ ہے کہ حضرت سماک کی کرامت کی بنیاد چونکہ ایک خواب بن رہا ہے اور خواب والی
 کرامت کو غیر مقلدین کا عمدہ قبول نہیں کرتا، اس وجہ سے ڈاکٹر رضی اللہ نے اس حدیث
 کو ضعیف قرار دیا ہے، تو اس کا فیصلہ ناظرین ابھی کر لیں گے۔ ڈاکٹر صاحب اس کے
 بعد فرماتے ہیں۔

وذكره البخاري في تاريخه الكبير ۲/۲: ۱۷۳ وابن أبي حاتم في المحجج
 ۱/۲: ۲۷۹ من طريق مؤمل نفسه عن سماعة قال: ادرکت ثمانین حجلاً
 من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وكان قد ذهب بصري فلدعوت اللہ
 عن دجل فدخل بصري۔ یعنی امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں اور ابن حاتم نے کتاب
 الجرح میں خود مؤمل کے طریق سماک سے یہ نقل کیا ہے کہ میں نے اسی صمماہ کو کلام کیا ہے۔ اور
 میری آنکھ کی بینائی جاچکی تھی تو میں نے اللہ سے دعا کی تو اس نے میری بینائی کو تادی۔

امام بخاری کی اور ابن ابی حاتم کی کتابوں سے جس انداز میں ڈاکٹر رضی اللہ عنہما نے
 اس قصہ کو ذکر کیا ہے یہ انداز بتلا رہا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق میں امام بخاری اور ابن حاتم
 والی سند سے اس قصہ مذکورہ کو وہ صحیح تسلیم کرتے ہیں اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اس روایت
 میں ڈاکٹر صاحب کی ذہنیت کے مطابق بینائی کو ٹٹنے کا قصہ مذکور ہے، یعنی اس کے رد یا
 اس کے قبول کرنے کی وجہ کوئی علمی تحقیق نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد محض اپنا ذاتی رجحان اور اپنی
 فکر ہے۔ ایک سند سے جو یہ واقعہ مذکور ہوا ہے، اس کی تفصیل کو ڈاکٹر صاحب کا ذہن قبول
 نہیں کرتا اس وجہ سے اس کو رد کر دیا گیا ہے اور دوسری سند سے یہی واقعہ اس طرح مذکور
 ہوا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا ذہن دیکر اسے اس کا ٹکراؤ نہیں ہوتا، اس وجہ سے اس کو قبول کر لیا گیا۔

گویا ڈاکٹر صاحب نے علمی تحقیقات میں بھی تحقیق سے زیادہ اپنے ذہن و فکر کا خیال رکھا ہے۔ حالانکہ پہلی سند کو رد کرنے کی وجہ ڈاکٹر صاحب نے بتلائی ہے یعنی مولیٰ بن اسماعیل کا ضعف ہونا تو یہی صاحب تو اس دوسری سند میں بھی تو آخر کیا وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل اس واقعہ کو جس سند سے بیان کریں اس کو تو ڈاکٹر صاحب رد کر دیں، اور امام بخاری کی سند کو قبول کر لیں، اگر رد کریں تو دونوں کو وہ رد کریں اور قبول کریں تو دونوں کو قبول کریں۔ جبکہ ہم جیسے کم علم لوگ بھی دونوں سندوں سے مذکور واقعہ میں جو تھوڑا اختلاف ہے اس کو بڑی آسانی سے دور کر سکتے ہیں، اور دونوں سندیں اپنی جگہ پر صحیح قرار پاتی ہیں، وہ اس طرح کہ پہلے سماک اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے کہ پروردگار تو میری مینائی واپس کر دے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا اس طرح قبول فرمائی کہ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور ابراہیم علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا اور پھر کہا کہ تم فرات دریا میں جا کر غسل کرو اور پانی میں ڈوب کر اپنی آنکھیں کھولو، تمہاری مینائی واپس آجائے گی، جب حضرت سماک نے اس خواب کے مطابق عمل کیا تو اللہ نے اس طرح ان کی دعا کے قبول ہونے کا ان کو مشاہدہ کرایا۔

آخردونوں سندوں میں موافقت پیدا کرنے کیلئے تطبیق کا یہ طریقہ اختیار کرنے میں کون سی پریشانی ہے، کسی کرامت کو رد کرنے سے بہتر ہے کہ اس کے قبول کرنے کا طریقہ اگر بے تکلف اختیار کیا جاسکتا ہے تو اس کو اختیار کیا جائے۔ یہ حدیث رسول حرام و حلال کا تفسیق ہے نہیں کہ کسی راوی کے حافظہ خراب ہونے کی بنا پر اس کی روایت کو رد کر دیا جائے جب کہ وہ صدوق یعنی بہت سچ بولنے والا بھی ہو۔

چند ضخیم تفسیروں کا ذکر

قرآن کریم وہ کتاب الہی ہے جس کے اسرار و غوامض حکم و دقائق، مطالب و معانی کی کوئی انتہا نہیں، وہ اپنی جامعیت اور کمال کے اعتبار سے تنہا دیکھا کتاب ہے، اس میں جتنا غور و فکر و معانی و حقائق کی ایک دنیا نظر آتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ قیامت تک کر سکتا ہے کہ اس نے قرآن کے حقائق و معانی کا احاطہ کر لیا ہے علماء و متقدمین و متاخرین نے ضخیم ضخیم قرآن کی تفسیریں کتابیں لکھی ہیں لیکن وہ اس کے اسرار و حقائق کی نہ تک نہ پہنچ سکے، یہ قرآن کا وہ مجزہ ہے جس نے دنیا کو متحیر کر دیا ہے، قرآن کے معانی کی وضاحت اور اس کے حکم و احکام کو بیان کرنے کے لئے ابتداء نزول قرآن میں سے علماء و دانشمندان قرآن حکیم کو اپنے غور و فکر کا مرکز بنایا تھا اور جب تصنیف کا دور شباب آیا تو قرآن کی تفسیر میں ضخیم ضخیم مجلدات کے بے شمار مجموعے تیار ہو گئے۔ ہم یہاں ذیل میں چند ضخیم تفسیروں کا ذکر کرتے ہیں جس سے معلوم ہو گا کہ علماء اسلام نے کتاب اللہ کے حقائق و اسرار کو پانے کیلئے اپنی توانائی و صلاحیت کا کتنا بڑا حصہ صرف کیا ہے، اور اس کتاب مقدس سے ان کے شغف کا کیا حال تھا، نیز یہ بھی معلوم ہو گا کہ یہ کتاب الہی اپنی عظمت و وقعت کے کس مقام پر ہے۔

(۱) امام ابو الحسن اشعری کی تفسیر میں ایک المخزن کے نام سے ہے، چوبیس سو

جلدوں میں ہے۔

(۲) امام ابو بکر بن العربی کی تفسیر ”انوار العفر“ اسی ہزار ورق میں ہے، اگر ایک ہزار

ورق کی ایک جلد ہو تو اسی جلد میں ہوں گی۔

(۳) حافظ ابوحنس بن شاہین کی تفسیر ایک ہزار حدیثی جز میں تھی اور عام طور پر ایک جز وحدیثی چالیس صفحہ کا ہوتا ہے۔

(۴) تفسیر حقائق ذات ہیچہ کے مصنف کا نام ابو یوسف عبدالسلام القزویٰ مخفی ہے، یہ تفسیر تین سو جلدوں میں تھی، مصنف نے اس کو بغداد میں مسجد البغیضہ پر وقف کیا تھا ہلاکوں نے جب بغداد پر قبضہ کیا تو اس کی لوٹ مار میں یہ تفسیر ضائع ہو گئی۔

(۵) ابو علی جیالی کی تفسیر سو جلد میں ہے۔

(۶) قاضی عبدالجبار کی تفسیر بھی سو جلد میں ہے۔

(۷) ابوالنقیب المقدسی کی تفسیر بھی سو جلد میں ہے۔ (یہ حنفی تھے۔)

(۸) محمد زاید بخاری کی تفسیر بھی سو جلد میں ہے۔ (یہ بھی حنفی)

(۹) تفسیر فتح المنان قطب شیرازی شافعی کی ساٹھ جلدوں میں ہے۔

(۱۰) ابن فرح قرطبی مالکی کی تفسیر بیس جلدوں میں ہے۔

جو تفاسیر کہ دس جلدوں یا اس سے کم کی ہے وہ تعدد شمار سے باہر ہیں۔

نمازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کے علوم و فنون کیسے بجز ناپیداکنار اس کی گہرائیوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

(از مقدمات الامام الکوشری)

مکمل و جامع مفتاح

حکایات و واقعات

علمی انہماک کا عجیب و غریب ارتعاش

ابن دیزیل جن کا پورا نام ابراہیم بن حسین علی ہے، مگر ابن دیزیل کے نام سے جانے جلتے ہیں۔ ان کو سیفۃ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ سیفۃ مصر کے شہروں میں پائی جانے والی ایک چڑیا کا نام ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ جس درخت پر بیٹھی ہے اس کی ساری پتی کھا جاتی ہے۔ ابن دیزیل کا بھی اسی چڑیا جیسا حال تھا، یہ جس حدت کی خدمت میں حاضر ہوتے اسی وقت اس کی چوٹک کو چھوڑتے جب اس سے اس کی ساری حدتیں سن لیتے۔ حضرت امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے علمی انہماک کا قصہ خود ان کی زبان سے نقل کیا کہ:

کہ انھوں نے کہا کہ ایک روز رات میں کھنے کیلئے بیٹھا، کھتا رہا اور اتنا کھا کہ تھک گیا پھر میں باہر نکل کر جو آسمان کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو مجھے معلوم ہوا کہ ابھی تو رات کا ابتدائی حصہ ہے، پھر میں گھر گیا اور پھر کھنے میں لگ گیا، جب تھک گیا تو باہر نکل کر دیکھوں کہ اب رات کتنی رہ گئی ہے تو پتہ چلا کہ یہ سحر کا وقت ہے چنانچہ میں نے تہجد کی نماز ادا کر کے جو میرا معمول تھا صبح کی نماز پڑھنے سے بچ گیا، نماز سے فارغ ہو کر میں ایک دوکاندار کے پاس گیا کہ کچھ خریدوں تو میں نے جب اس کے حنا کا جسطرہ دیکھا تو اس نے اس پر سنہرے سحر کا دن لکھ کر تاریخ ڈالی تھی تو میں نے اس سے کہا کہ کیا آج جمعہ نہیں ہے۔ میں آج کا دن جمعہ ہی کا دن سمجھ رہا تھا۔ تو وہ ہنسنے لگا اور کہا کہ کیا آپ نے کل جمعہ کی نماز نہیں پڑھی، تب میں نے جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں دو رات اور ایک دن مسلسل کھتا رہا۔

(سیر اعلام النبلاء، ص ۲۲۲)

بقیہ ص ۲۹ پر

نمار سلفیت

شیخ جن حفظہ اللہ نے مردار کھانے کا فتویٰ دیا۔

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی، کل جمعہ کے خطبہ میں شیخ جن حفظہ اللہ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جو

تقریر کی تھی اس کا شہر کے چائے خانوں میں بڑا چرچا ہے۔

باپ۔ بیٹا شیخ جن حفظہ اللہ کا علم بھر بیگاں ہے، ان کی ہر تقریر چرچا والی ہوتی ہے۔

اعتساب پرچہ کے مطالعہ نے ان کا علم دو آتشہ کر دیا ہے۔

بیٹا۔ اباجی گنگو والی تقریر کا چرچا کچھ اور قسم کا ہے

باپ۔ کس قسم کا ہے بیٹا۔

بیٹا۔ اباجی شیخ حفظہ اللہ نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ جانور کے پیٹ سے جو مردہ بچہ پیدا

ہو اس کا کھانا حلال ہے، جو اس مردار کو نہ کھائیں گے وہ رسول اللہ کی حدیث سے

روگرداں قرار دیئے جائیں گے۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اب جماعت اہلحدیث کے

لوگ مردہ بھی کھائیں گے۔

باپ۔ بیٹا۔ قرآن میں تو صاف وارد ہے حرمت علیکم المیتہ یعنی تم پر مردار

کو حرام کیا گیا ہے، تو مردار کھانے کو جائز کیسے قرار دیا جائے گا۔

بیٹا۔ اباجی شیخ نے قرآن کی روشنی میں نہیں، حدیث کی روشنی میں یہ اعلان کیا ہے۔

باپ۔ حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں ہو سکتی جو قرآن کے حکم سے ٹکراتی ہو۔

بیٹا۔ اباجی شیخ حفظہ اللہ کے ہاتھ میں دریا بھر دودھار سے شائع ہونے والا سہ ماہی مجلہ

اعتساب تھا اسی پرچے شیخ جن حفظہ اللہ نے حاضرین کو یہ اعلان سنایا۔

اگر کوئی جانور ذبح کیا جائے اور اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلے تو اس کا

کھانا جائز ہے۔ (اعتساب ۴۸ جنوری تا مارچ ۱۳۷۲ھ)

باپ۔ بیٹا۔ یہ فتویٰ تو قرآن کے اس حکم مردار کو تم پر حرام قرار دیا گیا ہے۔ کے صریح خلاف ہے

تو کیا اب ہمارے علماء قرآن کے صریح حکم کی مخالفت کریں گے اور مردار کے حلال ہونے

اور اس کو کھانے کا فتویٰ جاری کریں گے۔

بیٹا۔ اباجی، مگر یہ فتویٰ حدیث کی روشنی میں ہے، ہم لوگ اہل قرآن نہیں اہل حدیث ہیں

اسلئے ہم حدیث دیکھیں گے، قرآن نہیں، ”ما اہل حدیثیم“ تو ہمارا جماعتی نعرہ ہے

کل ذبح فانیس حاجی بیل حفظہ اللہ ٹخنہ زور کا یہ نعرہ لگا رہے تھے

باپ۔ بیٹا۔ وہ کون سی حدیث ہے جس کی روشنی میں یہ فتویٰ دیا گیا ہے؟

بیٹا۔ اباجی حدیث میں آتا ہے۔ زکوٰۃ البھین زکوٰۃ امہ، یعنی پیٹ کے بچے کو ذبح کرنا

اس کے ماں کو ذبح کر لے۔ (ایضاً ص ۸۸)

باپ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ بیٹا جب جاہلوں کے ہاتھ میں قرآن و حدیث پڑ جائے تو ایسا

ہی فتویٰ جاری ہوگا، اس اعتباری مفتی کو اردو لکھنی تو آتی نہیں، اس کے ماں کو ذبح

کو نا ترجمہ کرتا ہے، ماں مذکر ہے کہ مونث یہ اسے معلوم ہی نہیں۔ اور علم کا غرور یہ ہے

کہ وہ قرآن کے صریح حکم کے خلاف فتویٰ دے رہا ہے اور مردار کھانے کو جائز بتلا رہا ہے

بیٹا۔ حدیث میں قرآن کے حکم کے خلاف کوئی حکم نہیں ہوا کرتا، اگر ایسا کہیں ہے تو علماء

حدیث اور ائمہ اسلاف نے ہمیشہ قرآن کے حکم کو مقدم رکھا ہے، اور حدیث اگر صحیح

ہے تو یا تو اس کو منسوخ بتلایا ہے یا اس کا معنی ایسا کیا ہے کہ اس کا ٹکڑا تو قرآن کے

حکم سے نہ ہو، حدیث و قرآن دونوں کا حکم ایک ہی رہے ان میں اختلاف اور تضاد نہ ہو۔

بیٹا۔ اباجی، تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے جس کو احتساب پرچہ میں نقل کیا گیا ہے۔
 باپ۔ اگر حدیث صحیح ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ اگر جانور ذبح کرنے کے بعد اسکے پیٹ سے کچھ نکلتا ہے اور وہ زندہ ہے تو اس کو اسی طرح ذبح کیا جائے گا جس طرح اس کی ماں کو ذبح کیا گیا ہے، یعنی اس حدیث کا تعلق مردہ بچہ سے ہے ہی نہیں مردہ کے بارے میں تو قرآن کی نص قطعی ہے کہ وہ حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے حکم کے خلاف کوئی حکم ہرگز نہیں جاری کر سکتے۔

حدیث پاک کا یہ ایسا مطلب ہے کہ قرآن کا حکم اپنی جگہ باقی رہتا ہے اور حدیث کا حکم اپنی جگہ پر، دونوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں، یہ اسی طرح کی بات ہے جیسے کہا جاتا ہے جو بدکردار حاتم۔ یعنی جو کہ سخاوت حاتم کی سخاوت ہے، یعنی حاتم کی سخاوت کی طرح ہے یا کہا جاتا ہے شجاعۃ حامد۔ شجاعۃ خالد۔ حامد کی شجاعت خالد کی شجاعت ہے یعنی اس کی شجاعت خالد کی شجاعت کی طرح ہے۔ اس طرح کی تشبیہات عام ہیں۔

بیٹا۔ اباجی، اب مجھ کو الطینان ہو گیا، ورنہ رات بھر مجھے نیند نہیں آئی ہے، ساری رات جاگتا رہا کہ اب ہم لوگ مردار بھی کھائیں گے۔

مجھ کو اباجی ہمارے مفتیوں اور علمائے کرام کو قرآن کے احکام سے اس قدر بُرے کیوں رہتا ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

دودھ دینے والے جانور کی قربانی جائز نہیں، علامہ ہدہد کا اعلان
 اور سلفی جماعت میں پہچان

بیٹا۔ اباجی، علامہ ہدہد کے گھر سے واپس آ گیا۔

باب - بیٹا - کیا واپس آگیا میں نہیں سمجھا۔

بیٹا - اباجی، اباجان نے شیخ پرہ کے گھر قربانی کا جو گوشت بیجا تھا تو شیخ ملو کی بیوی نے اسے واپس کر دیا۔

باب - واپس کر دیا؟ کیوں واپس کر دیا

بیٹا - اباجی، انکی بیوی نے کہا کہ شیخ پرہ نے کہا تھا کہ شیخ جن کے گھر سے اگر قربانی کا گوشت آئے تو واپس کر دینا ان کے قربانی والے جانور کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔

باب - بیٹا ہم نے بڑی تندرست بکری ذبح کی تھی، وہ ذبح کے دن بھی سیر بہر دودھ دیتی تھی، اس کا گوشت کھانا جائز کیوں نہیں ہوگا؟

بیٹا - اباجی شیخ پرہ حفظہ اللہ نے جمعیں اعلان کیا تھا کہ دودھ دینے والے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے، اس کا گوشت کھانا حرام ہوگا، اور اس کی جگہ دوسرے جانور کی قربانی کرنی واجب ہوگی۔

باب - دودھ والے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے، یہ عجیب فتویٰ ہے، ہم نے اپنے علماء کے وہ فتاویٰ دیکھے ہیں جس میں قربانی کا بیان ہے، انھوں نے کہیں اس قسم کا فتویٰ نہیں دیا۔

بیٹا - اباجی انکو کتاب و سنت کا علم نہیں تھا۔ شریعت کے مسائل سے وہ جاہل تھے۔ اب ہمارے جو نئے علماء کی علمی و فقیہی تحقیقات ہیں، ان سے یہ راز کھلا ہے۔

باب - بیٹا شیخ پرہ کے اعلان کی بنیاد کیا ہے۔

بیٹا - اباجی جو دریا یا دودھ دار سے احتساب پرچہ نکلتا ہے اس میں ایک خون باب النفاذی کا ہوتا ہے تو مفتی صاحب نے اسی سوال کے جواب میں کیا دودھ والے جانور کی قربانی کرنی جائز ہے؟ جیسا تو جروا، مکمل ہے۔ تحریر فرمایا ہے۔

جواب - دودھ والے جانور کی قربانی کرنا بظاہر درست نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دارے جانور کو ذبح کرنے سے منع کیا ہے، آپ کا ارشاد ہے ایاکم والمحلوب (مسلم شریف) دودھ دارے جانور سے بچو، اور ترمذی کی روایت میں ہے لاتذبحن ذات دودھ

کسی دودھ والی کو ہرگز ذبح نہ کرو، اس حدیث میں دودھ دینے والے جانور کو ذبح کرنے کی ممانعت ہے خواہ وہ کسی مقصد کی خاطر ہو، چاہے گوشت غوری کا مقصد ہیوا فیاضت مقصود ہو یا قربانی۔ (مسند ذی الحجہ ۱۲۷۸ تا صفر)
 شیخ محمد نے جب سے یہ فتویٰ دیکھا ہے، وہ اس کا اعلان کر رہے ہیں کہ دودھ والے جانور کی قربانی جائز نہیں اور اس کا گوشت کھانا حرام ہے۔

باب - بیاض، خیر اس حدیث کی تحقیق تو بعد میں ہوگی، ہم نے تو شیخ ہدیہ کو کھڑے ہو کر پانی پیتے، چلے پیتے، جوس کی دوکان پر جوس پیتے بار بار دیکھا ہے، اور آج تک انہوں نے نہ پانی پی کر تھے کہ نہ چلے پی کر، نہ جوس پی کر، جب کہ مسلم شریف کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد موجود ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یشرب بن احدکم قاشمًا فین نسئ منکم فلیستقی (رواہ مسلم) مشکوٰۃ ص ۳۷۰
 یعنی حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی نہ ہرگز کھڑے ہو کر کچھ نہ پیے، اگر کوئی بھول جائے یعنی کھڑے ہو کر بھول سے کچھ پی لے تو اس کو چاہئے کہ تے کر دے۔

دیکھو یہ روایت بھی مسلم شریف کی ہے، اور اس میں کھڑے ہو کر کچھ بھی پینے کی ممانعت ہے، اور اگر کسی سے بھول ہو جائے تو اس پر جو پی لے اس کی تے کرنی واجب ہے، مگر شیخ محمد کو اس کی پرواہ نہیں ہوئی ہے، اور وہ بھول کر نہیں جان بوجھ کر خود بھی جوس کی دوکان سے جوس پیتے ہیں اور اپنی بیوی کو بھی پلاتے ہیں، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بتلا رہا ہے کہ ایسے کسی بھی مشروب کی تے کرنی واجب ہے۔

بیاض - اباجی، یہ تو بڑی اہم بات ہے جب بھول سے کھڑے ہو کر کچھ پینے سے اس کو کچھ تے کرنی واجب ہے تو جان بوجھ کر مسلسل پیتا ہو اور اپنی بیوی کو بھی پلاتا ہو اس کا

اور اس کمیوی کا پیٹ پھاڑ کر اور ان کے معدہ میں نشتر لگا لگا کر ایک ایک قلعو
بکال لینا واجب ہوگا۔

اباجیہ ہمارے علمار اور مفتی صاحبان کو کیا ہو گیا ہے کہ شریعت کے مسائل اور
قرآن و حدیث کے معانی سے جا مل ہونے کے باوجود فتویٰ دیکر امت میں انتشار
پیدا کرتے ہیں کبھی وہ قرآن کے حکم کے خلاف مردار کھانے کو جائز قرار دیتے ہیں
اور کبھی دودھ والے جانور کا گوشت کھانے کو حرام قرار دیتے ہیں۔

کیا ان کا یہ عمل یہودی علمار والا نہیں، وہ بھی تو حرام کو حلال اور حلال کو حرام
بتلایا کرتے تھے۔؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

قارئین سے گزارش

قارئین کرام! چندہ کی رقم جو بزرگوار منی آڈر بھیجتے ہیں
وہ منی آڈر پر اپنا پتہ صاف نہیں لکھتے، اس لئے ان کا چندہ
جمع نہیں ہو پا رہا ہے۔ بسرا کاکرم منی آڈر کے پچھلے حصہ
میں اپنا پتہ بہت صاف انگیزی اور اردو دونوں زبانوں میں ضرور
لکھیں۔

جن حضرات نے اس ماہ رقم بھیجی ہے، ان کی رقم جمع نہیں ہو سکی ہے
براہ کرم اپنا پتہ صاف لکھ کر بھیجیں۔

مکتبہ اشرفیہ غازی پور سے شائع ہونے والا دواہائی دینی و علمی مجلہ

جلد ۱۱ شمارہ ۲

رجب، شعبان ۱۴۲۹ھ



سالانہ چندہ — ۷۰ روپے

پاکستان کیلئے

پاکستانی ایک سو پچاس روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ
فیر ممالک سے دسٹن ڈالار امریکی

✽

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابو بکر غازی پوری



مکتبہ اشرفیہ قاسمی منزل ریسید غازی پور یوپی

موبائل نمبر 9453497685

23 3001

پن کوڈ

فہرست مضامین

۳	حیر	(اداریہ) جمعیتہ علماء کے زیر اہتمام امن عالم کانفرنس اور مخالفین کی ریشہ دوانیاں
۱۲	محمد ابو بکر غازی پوری	نبویؐ ہدایات
۱۸	" "	حافظ عبداللہ محدث غازی پوری کے رسالہ "کلمات الترایخ" کے باقیس چند گزارشات
۳۲	" "	مقام حمایہ
۴۲	" "	ایمان العباد
۴۹	محمد عبداللہ قاسمی غازی پوری	بریلوی مذہب پر ایک نظر
۵۳	اطلا شیرازی	نما و سلفیت
۶۱	(ادارہ)	اہل علم کیلئے دو عظیم تحفہ

جمیعتہ علماء کے زیر اہتمام امن عالم کانفرنس

اور مخالفین کی ریشہ دوانیاں

آج دنیا میں جگہ جگہ دہشت گردانہ کاروائیاں ہو رہی ہیں، ان کاروائیوں کے پیچھے کن طاقتوں کا ہاتھ ہے، ان طاقتوں کی نشاندہی کرنا آسان بھی ہے اور مشکل بھی، آسان اس لئے ہے کہ دنیا جان رہی ہے کہ دہشت گردانہ کاروائیوں کا خالق اور بانی آدم امریکہ ہے، امریکہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد اور سب سے بڑا فتنہ ہے، امریکہ کا خفیہ ایجنسیاں اور اس کا پروردہ اسرائیل کا "موساد" نامی خفیہ ادارہ زیادہ تر دنیا میں دہشت گردانہ کاروائیاں نہیں کے ذریعہ انجام پاتی ہیں، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا مشاہدہ پوری دنیا کر رہا ہے۔

اور شکل اس لئے ہے کہ مسلم دشمن طاقتیں میڈیا کی طاقت کے بن پر اپنا یہ جرم اسلام کے سر اس کا رانہ انداز میں ڈال رہی ہیں کہ دنیا کو اس کا یہ جھوٹ بچہ نظر آنے لگتا ہے، اور مسلمان خود کہتا بھی کہیں کہ اسلام کا دہشت گردانہ کاروائی سے کوئی تعلق نہیں ہے، نہ اسلام کی کسم کس میں دہشت گردی کی کوئی گنجائش ہے، مگر اس سچ پر دھیان دینے کیلئے کوئی تیار نہیں ہے۔

آج ہمارا ملک ہندوستان بھی دہشت گردانہ کاروائیوں کے نشانے پر ہے اور تھوڑے تھوڑے وقفے کہیں نہ کہیں یہ کاروائیاں انجام پاتی رہتی ہیں۔ اور چونکہ امریکہ اور اس کے ہم خیال اسلام دشمن ممالک نے دنیا کو یہ باور کرانے کی پوری کوشش کی ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہوتا ہے۔

اور اس پر ویسٹمنڈائی نے ہرگز اس نے پوری طاقت سے پھیلایا ہے، اسلئے ہمارے اس ملک کے بھی بہت سے لوگوں کا ذہن بھی کہیں ہم دھماکہ ہوا مسلمانوں کی طرف جاتا ہے اور فوراً انہیں کی پکڑ دھکڑ مشروع ہو جاتی ہے، دھماکہ کرنے والی کون سی ایجنسیاں ہیں کون سے لوگ ہیں اس کی تحقیق بھی نہیں ہوتی، مگر مسلمانوں کا نام اور مسلم تنظیموں کا نام فوراً حکومت کے تفتیشی اداروں کی زبان پر آنے لگتا ہے، اور پھر اس حوالہ اسلام، قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو بھی دیریدہ دہنی کا نشانہ بنایا جانے لگتا ہے، مدارس اسلامیہ جہاں دین کی تعلیم ہوتی ہے ان مدارس کو دہشت گردی کا ڈھ تصور کرایا جاتا ہے اور ان کے خلاف ظالمانہ کارروائیاں کرنے کی ہم چلائی جاتی ہے۔

اس صورت حال سے ہندوستان کا مسلمان ادھر گزشتہ چند سالوں سے بہت زیادہ پریشان ہے، جب پانی حد سے زیادہ اونچا ہو گیا تو ذمہ دارانہ دارالعلوم دیوبند نے محسوس کیا کہ اب ضروری ہو گیا ہے کہ دارالعلوم ملک کے اور دنیا کے سامنے صحیح صورت حال کو واضح کرنے کے لئے خود سامنے آئے اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی تشبیہ بگاڑنے کی جو اسلام اور مسلم دشمن طاقتوں نے سازش کی ہے اسکو بے نقاب کرے، چنانچہ دارالعلوم نے گزشتہ ۵ ہر فروری ۲۰۰۶ء میں دہشت گردی مخالف کانفرنس کے عنوان سے ایک عظیم الشان کانفرنس بلائی جس میں ملک کے بیشتر مدارس کے ذمہ دار اور ملی تنظیموں کے سربراہ اور مختلف مقامات پر کی سربراہانہ شخصیتیں ہزاروں ہزار کی تعداد میں شریک ہوئیں، اس کانفرنس میں دارالعلوم نے واضح کر دیا کہ اسلام کا دہشت گردی سے اور دہشت گردی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور اگر کوئی مسلمان اس قسم کی کوئی حرکت کرتا بھی ہے تو اس کا وہ خود ذمہ دار ہے، اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس کے شخصی عمل کو اسلام سے جوڑا یا اسکو بنیاد بنا کر تمام مسلمانوں کو بدنام کرنا یہ انتہائی ظالمانہ فعل ہے، مدارس دینیہ میں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ انسانی اخلاق کو سنوارنے والی ہوتی ہے، نہ کہ بگاڑنے والی، ملک کے کسی حصہ میں اگر کہیں دہشت گردانہ کارروائی ہوتی ہے تو بلا تحقیق مسلمانوں کو اس کا ذمہ دار

قرار دیکر مسلمان فوجوں کی پکڑ دھکڑ ادا مان سے جیلوں کو بھرنے اور پھر ان کے ساتھ بلا ثبوت جرم مجرموں جیسا برتاؤ کرنا اور سکونہ کسی طرح جائز قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ اسکو برداشت کیا جاسکتا ہے۔

یہ کانفرنس اپنی نوعیت کی پہلی کانفرنس تھی جس کا پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں چچا رہا، اور لوگوں کو اسلام کے بارے میں صحیح بات معلوم ہوئی۔

دارالعلوم کی اس کانفرنس میں جمعیت علماء ہند بھی ذمہ دارانہ طریقہ پر شریک رہی، اور پھر جمعیت کی مجلس عالمہ میں فیصلہ کیا گیا کہ دارالعلوم نے اس کانفرنس کے ذریعہ سے جو پیغام دیا ہے کہ دہشت گردی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اس کے اس پیغام کو پورے ملک میں جگہ جگہ کانفرنس کر کے عام کرنا چاہئے تاکہ ملک میں بسنے والے جو مختلف فرقے اور مختلف مذاہب سے وابستہ لوگ ہیں ان کا ذہن صاف ہو، چنانچہ مجلس عالمہ کے اس فیصلہ کی مطابق ملک کے مختلف حصوں میں علاقائی پیمانہ کی متعدد کانفرنس علاقائی و صوبائی جمعیت علماء کے زیر اہتمام منعقد ہوئیں، پھر مجلس عالمہ نے فیصلہ کیا کہ ایک کانفرنس کل ہند پیمانہ کی دہلی کے سب سے بڑے میدان رام لیلا گراؤنڈ میں کرنا چاہئے تاکہ مسلمانوں کی یہ آواز پوری دنیا میں پہنچے اس کیلئے ۱۳ مئی بروز شنبہ کی تاریخ کا اعلان کر دیا گیا۔

قارئین زہد کو معلوم ہے کہ جماعت اس وقت شدید الشد کی مدد اور فقیہی نصرت

کی صدارت کجب سے معزول کر دیا گیا ہے ان کا وہیہ جماعت کے ساتھ حد درجہ معاندانہ ہو گیا ہے، ان کے ساتھ جماعت سے وابستہ لوگوں کی اگرچہ مختصر سی تعداد ہے، مگر ان حضرات کی جماعت دشمنی کا کھلا مظاہرہ مختلف طرح ہو رہا ہے، اس کا اثر جماعت کے مالیہ و میزانیہ پر بھی پڑ رہا ہے، جماعت کی ایک بہت بڑی رقم پر مولانا رشید مدنی نے تسلط جما رکھا ہے، ان حالات میں اتنی بڑی کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کرنا جس پر پچاس لاکھ سے بھی زیادہ خرچ کا اندازہ تھا، ایک بہت بڑا فیصلہ تھا، مگر اللہ نے عجیب و غریب طریقہ سے

سے مدد فرمائی اور عظیم الشان کانفرنس جس شان و شوکت سے ہوئی اس کو دنیا نے دیکھا، اللہ کے چند غلص بندوں کے تعاون سے یہ کام انجام پا گیا۔

۱۳ مئی کی صبح کاجب سورج طلوع ہوا تو اس کے تیور بڑے خطرناک تھے، جوں جوں سورج بلند ہوتا تھا اس کی تمازت بڑھتی جا رہی تھی، رام بیلا گراؤنڈ کھلا میدان ہے نہ سیر نہ درخت نہ پتہ، گراؤنڈ اتنا بڑا کہ اس میں شامیانہ لگانا کارے دارد،

زمین سورج کی تیش سے تپ رہی ہے، انتظامیہ حیران و پریشان کہ اللہ ہو گا کیا، شام چھ بجے سے کانفرنس شروع ہوئی ہے، اطلاع ملی رہی تھی کہ کانٹے کے ماننے چل پڑے ہیں، ظہر کی نماز تک خضاک صورت حال یہی تھی ظہر کی نمازیں اللہ کے حضور نمازیوں کے ہاتھ دما کیلئے اٹھے تو لوگوں نے دیکھا کہ آسمان میں ابر حیارا ہے، تھوڑی دیر کے بعد ہلکی ہلکی بونابادی شروع ہوئی جس کی وجہ سے فضا اور خشکوار ہو گئی پھر بارش کی تو خشک ہواؤں کے چلنے سے رام بیلا گراؤنڈ اور دہلی کے آس پاس کی ساری جگہیں کشر کے گل برگ کا نقشہ پیش کر رہی تھیں، اور اب فضا ایسی ہو گئی کہ کانفرنس میں جو پنکھے چل رہے تھے انہیں بند کرنا پڑا، اور جب تک کانفرنس چلتی رہی فضا اور موسم کا یہی حال رہا، یہ گویا غیبی اشارہ تھا کہ جس نیک مقصد کیلئے یہ کانفرنس منعقد ہو رہی تھی، کانفرنس منعقد کرنے والوں کی کسی اللہ کے یہاں مقبول ہے۔

رام بیلا گراؤنڈ میں جمعیت علماء کے زیر اہتمام حضرت ندائے ملت نور اللہ **تاریخی کانفرنس** مرحومہ کے زمانہ میں منعقد کانفرنسیں اور اجلاس ہوئے ہیں، اور

ہر اجلاس اپنی مثال آپ تھا، جمعیت کے علاوہ کسے اس میدان کا پیٹ نہیں بھرا ہے، اللہ تعالیٰ نے جمعیت علماء کو اس کے خالصانہ کارناموں اور عوام کی خدمت کے نتیجہ میں مسلمانوں میں جو مقبولیت دیا ہے، یہ مقبولیت کسی دوسری مسلم تنظیم کو حاصل نہیں ہے، اس لئے جمعیت علماء کے پیٹ فارم سے جب بھی کسی دینی و سماجی مسئلہ کیلئے اس میدان میں اجلاس یا کانفرنس کرنے کا فیصلہ کیا گیا تو عوام نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور قائد جمعیت حضرت

فدائے ملت مولانا اسعد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک آواز پر مسلمانوں کا مجمع ملک کے مختلف گوشوں سے امنڈتا ہوا آیا اور جمعیت کے اجلاس اور کانفرنس نے شرکار کی مٹائی سے ایک مثال قائم کی۔

مگر ۳۱ مئی کی کانفرنس پہلے جمعیت کے حالات کچھ اور تھے، جمعیت علماء دیوبند کوئی بحران نہیں تھا قیادت میں حضرت فدائے ملت جیسے مقبول و محبوب شخص کے ہاتھ میں۔ مگر آج کے حالات پہلے کے حالات سے یکسر مختلف تھے، جمعیت علماء مخالف گروپ مولانا راشد مدنی کی سرپرستی میں اس کانفرنس کو ناکام کرنے کیلئے سرتوڑ کوشش کر رہا تھا، غلط پروپیگنڈے کئے جا رہے تھے، مختلف الزامات لگائے جا رہے تھے، عدالت اور کورٹ کا طواف کیا جا رہا تھا، صدر جمعیت علماء حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب اور مولانا محمود مدنی سابق ناظم عمومی پر کیچڑ اچھالنے کیلئے شرم دیا کو بالائے طاق رکھ دیا گیا تھا، کانفرنس کا ذمہ داری بھی قادم جمعیت علماء ہند مولانا محمود مدنی اور جمعیت کے نئے صدر حضرت قاری عثمان صاحب پر تھی، یہ حضرات بہر حال ابھی اس مقام پر نہیں ہیں جس مقام پر حضرت فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان حالات میں اس کانفرنس کا انعقاد رام بیلا گراؤنڈ میں اور اس میدان کا شرکا کے ہجوم سے پیٹ بھرنے کا مسئلہ سب کے زیر غور تھا، مطمئن تھا تو ایک شخص جس کا نام مولانا محمود مدنی ہے، ۳۱ مئی سے پہلے کی مجلس عاملہ میں مولانا محمود مدنی نے عاملہ میں یہ بات کہی کہ مجھے پورا انشراح ہے کہ اس کانفرنس میں بہت بڑی تعداد میں لوگ شریک ہونگے اور رام بیلا گراؤنڈ صرف مغربی یوپی کے مسلمانوں سے بھر جائیگا اسلئے میری گزارش ہے کہ ملک کے دوسرے صوبے اور مشرقی یوپی سے لوگ نہ آئیں ورنہ انتظام قابو سے باہر ہو جائیگا، مولانا محمود مدنی نے جس پر اعتماد لب و لہجہ میں یہ بات کہی تھا اسکو سن کر مجلس عاملہ کے لوگ حیران تھے، مگر مولانا محمود بائبل مطمئن تھے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کسی غیبی بشارت نے انکے اندر اطمینان کی بہر ڈرا دی ہے۔ اور پھر ہندوستان نے دیکھا اور انکسٹر ایک میڈیا کے ذریعہ دنیا کے مختلف حصوں کے لوگوں نے دیکھا کہ انسانی قافلہ کا ہجوم

کس طرح راجدھانی دہلی کی طرف امنڈا چلا آ رہا ہے، مغربی یوپی کے علاقہ سے بسوں کے تافلے
در تافلے دہلی کی طرف روانہ ہیں، بعض بعض علاقے سے تین تین سو بسیں نکلیں، دوسو
ڈھائی سو، سو اور ڈیڑھ سو بسیں تو متدد و جگہوں سے دہلی آئیں، پولیس نے انہوں کو
بسوں کا اندراج کیا تھا صرف انکی تعداد اٹھارہ سو بسوں کی ہے اس کے علاوہ پرائیوٹ
گاڑیوں سے، ریل اور بسوں سے عوام و خواص کا ہجوم اتنا آیا کہ رام نیلا گاؤں نہ صرف بھری
تھیں بلکہ ابل گیا اور جتنا مجمع گراؤ نہیں تھا اس کا نصف گراؤ نہ کے باہر تھا چاروں طرف کے
راستے جام تھے، کچھ نظر آ رہا تھا تو صرف انسانوں کا سراور چڑیاں اور ڈوٹیاں، ٹائٹل
اٹھیا اور پرتاپ جیسے اخبارات نے اس پر اداریے لکھے، بی جے پی کے دفتر سے اس کے بارے
میں اعلامیہ جاری کیا گیا، اور کانفرنس کے مقصد کو سراہا گیا۔

اسٹیج پر ہندو مسلم اور سکھوں کی مختلف تنظیموں کے صدور اور نگاہ اور منتخب نمائندے
بڑی تعداد میں شریک تھے، ان تنظیموں کے ذمہ داروں کو اس اسٹیج پر جمع کرنا یہ صرف مولانا
محمود دینی کا کارنامہ تھا۔

یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ مولانا محمود دینی کی عمر بہت تھوڑی ہے وہ چالیس کی دہائی
پار کر چکے ہیں اور بارہ سال سے زیادہ اپنے والد محرم کی نگرانی و سرپرستی میں جمعیت کے کاموں
کی ذمہ داری وہی نبا رہے تھے مگر یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ پرانے سیاسی و دینی مسلم
قائدین کی ایک بڑی جماعت ہے، جنکے مقابلے میں مولانا محمود دینی کم عمر ہیں، مگر انھوں
نے اس کم عمری میں ہندوستان کے مسلمانوں میں حکومت کے ذمہ داروں میں، ہندوستان کی
مسلم و غیر مسلم تنظیموں میں، ملک میں اور ملک سے باہر جو مقام ابھی حاصل کرنا ہے وہ مقام
بہت کم لوگوں کو حاصل ہو سکا ہے، اور انہوں نے ان کی بے لوث خدمات، بندھو صعلگی اور ہمت
مردانہ کی وجہ سے عوام و خواص میں انکو جو مقبولیت دی ہے اس کا شمار ہم نے اس کانفرنس
میں کیا۔

دعائیں لگ جاؤ، اس کانفرنس کو ثبوتاً کرنے کیلئے غانموں کی سعی و کوشش کی جو

خبریں آ رہی تھیں اس سے لوگ متفکر ضرور تھے، مگر مولانا محمود دہلوی کے چہرہ پر فکر کا کوئی اثر نہ تھا ہاں میرے کانوں نے یہ ضرور سنا کہ وہ اپنے بعض مخصوص افراد سے کہہ رہے تھے کہ ”اپنی لگ دھائیں لگ جائیں“ ”خود دھائیں لگ جائیں“

میرے کانوں میں مولانا محمود کی یہ آواز آ رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا ذیہ اس باب کا کیا ہے جتنی لوکل حملے انفرادی توجہ الی اللہ کی طاقت کے بل بوتے پر بڑے بڑے سوراؤں کے حوصلے پست کئے، اونچی اونچی چٹانوں کو تہ خاک کر دیا، کہہ گراں کو تودہ زیں نہادیا، اس کی گرجہ آوازوں سے حکومت کا ایوان لرزتا تھا، اور جابر و ظالم حکومت کے کارندوں کے پاؤں لڑکھڑا گئے، بانپ کی طاقت بھی اعتماد علی اللہ اور توجہ الی اللہ کی دولت تھی، اور بیٹھے کو بھی اندر سے یہی طاقت اور یہی دولت اذنی فرمائی ہے۔

میں نے مولانا محمود کی اس صفت خاص کا شاہد مسجد عبدالنبی ہی میں ایک دفعہ اور کیا تھا جس دن مولانا اہل شہر کی مجلس عالم نے عبوری صدارت سے معزول کیا تھا، اور مولانا اہل شہر نے ایک دوسری مجلس عالم کی تشکیل دی تھی، اس کے بعد مولانا اہل شہر دہلی نے مسجد عبدالنبی میں واقع جمیۃ علماء کے دنا تر پر قبضہ کرنے کیلئے اپنے آدمیوں کی ایک بہت بڑی بھیڑ جمع کی تھی، اور صدمت حال اس قدر دھماکہ خیز تھی کہ ڈرتھا کہ یہاں انسانوں کے لاشے کے لاشے نظر آئیں گے، میں نے اس وقت بھی دیکھا کہ وہ کسی آدمی سے کہہ رہے تھے کہ فوراً فلاں فلاں کو بلاؤ اور فجر بعد مسجد عبدالنبی میں دو کس آپ سب لوگ لگ جاؤ، اس موقع پر مسجد عبدالنبی میں جب تک میرا قیام تھا میں نے دیکھا کہ یہ ذاکرین شاغلین فجر بعد اپنے اس وظیفہ میں ہر روز گھنٹہ بھر لگے رہتے تھے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ عام خواب کے ذریعہ سے کوئی شرعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس خواب کو کسی امر کیلئے حتمی و یقینی

ایک اللہ والے کا خواب

ذریعہ بنایا جاسکتا ہے مگر خوابوں سے انشراح قلبی ضرور پیدا ہوتا ہے اور خوابوں کے نوید تباشر ہوئے کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اس رمی کی کانفرنس سے پہلے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ و مجاز نے

رجمنے بارے میں خود اپنے تجربات کی روشنی میں گوہی دے سکتا ہوں کہ اللہ کے یہاں انکو قرب حاصل کا درجہ حاصل ہے) دارالعلوم دیوبند کے ایک اونچے درجہ کے استاذ حدیث کو اپنا یہ خواب بری موجودگی میں سنایا کہ انھوں نے حضرت مولانا اسعد مدنی کو دیکھا کہ مسجد جہانگیری کے حوض پر نماز کی تیاری میں لگے ہیں، اور ان کے ساتھ ایک بہت بڑا ہجوم ہے، ان کا خواب سن کر دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث نے فرمایا کہ حضرت مولانا کا نماز کی تیاری میں لگنا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کانفرنس منعقد کرنے والوں میں اخلاص ہے اور کانفرنس محض نام و نمود کیلئے نہیں بلکہ اس کا مقصد اللہ کی رضا ہے، اور ہجوم ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ کانفرنس مجمع کے اعتبار سے بھی بہت کامیاب رہے گی۔

اس کانفرنس میں جتنی بڑی تعداد لوگوں کی شریک ہوئی اور عوام خواص اور علماء و ملکا کا جتنا بڑا مجمع اکٹھا ہوا اس نے اس خواب کی اس تعبیر کو سچ کر دکھلایا۔ بقول مولانا محمود۔ انھوں نے مجمع کی کثرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "رام لیلا گراؤنڈ میں ایک جمعیت کے پانچ اجلاس ہوئے ہیں، اس کا پیٹ جمعیت علماء کے علاوہ کوئی اور ہندو مسلم تنظیم نہیں بھر سکی لیکن جمعیت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والا اس چھٹے اجلاس نے جمعیت کے سابق پانچوں اجلاس کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔"

مولانا ارشد مدنی کا کا نامہ اور ہائی کورٹ دہلی جج کانکے ساتھ دلچسپ مذاق۔

معلوم ہو چکا ہے کہ جمعیت کے زیر اہتمام یہ کانفرنس انھیں اغراض و مقاصد کیلئے تھی جو دارالعلوم دیوبند میں منعقد ہونے والی کانفرنس کے تھے دارالعلوم کے کام کو آگے بڑھانے اور اس کو ایک تحریک کی شکل دینے کیلئے بڑے پیمانہ پر ایک کوشش تھی، دارالعلوم کی کانفرنس کو مولانا ارشد مدنی کی نہ صرف تائید حاصل تھی بلکہ اس کے کانفرنس کے ذریعہ انھوں نے اپنی شخصیت کا ضرورت سے زیادہ تعارف کرایا، مگر جب انھیں مقاصد کیلئے جمعیت علماء کے زیر اہتمام دہشت گردی مخالفت اور اس عالم کانفرنس کا فیصلہ کیا گیا تو مولانا ارشد مدنی اس کے دشمن بن گئے۔

اور اس کانفرنس کو ناکامیاب بنانے کیلئے بلکہ یہ کانفرنس منعقد ہی نہ ہو اس کیلئے انھوں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں آزمائیں، اپنے آدمیوں کا استعمال کیا پیسے کے دریا بہائے اور وہ سب کچھ کیا جو ان کے بس میں تھا، حتیٰ کہ انھوں نے ۳۲ مئی سے تین چار روز قبل دہلی ہائی کورٹ میں اسٹے کیلئے درخواست دی، ایسا معلوم ہوتا ہے نج مولانا رشید کے بار بار عدالت کا چکر لگانے کا وجہ سے ان کے کافی مانوس ہو گیا ہے اور مولانا کی ذات سے اسکو خاص دلچسپی ہوگئی ہے، مولانا نے کانفرنس پر اسٹے کیلئے جب درخواست نج کے سامنے پیش کی تو نج صاحب نے اپنے پیشکار سے کہا کہ اس درخواست کو ۹ جولائی والی نائیل میں رکھ دو جس میں مولانا کے دو سرے بمقامات کے کاغذات ہیں، اس درخواست پر ۱۰ جولائی کو غور ہوگا، معلوم نہیں مولانا رشید مدنی نے نج کے اس لطیف مذاق سے کچھ خطا حاصل کیا کہ نہیں کہ ۳۲ مئی کے اجلاس کو رد کرنے کی درخواست پر غور کرنے کیلئے وہ ۹ جولائی کی تاریخ دے رہا ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں ہنگامہ اور توڑ پھوڑ کی کاروائی | گردپ اس تاریخی کانفرنس کو ناکام بنانے کی اپنی کوشش میں جب سب طرف سے ناکام ہو گیا اور اس نے دیکھا کہ یہ کانفرنس جمیۃ علماء ہند کی سابقہ کانفرنسوں اور اجلاسوں سے زیادہ کامیاب ہے، سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر ہستم مولانا مرغوب الرحمن صاحب مدظلہ اور ان کے دونوں نائب ہستمین حضرت مولانا عبدالحق خان مدداسی اور حضرت مولانا حامد عثمان اور دیوبند کے اساتذہ کا ایک بڑا وفد اس کانفرنس میں شریک ہے، صبح کی مجلس عالمہ میں بھی حضرت ہستم صاحب شریک ہوئے اور انھیں کی دعا پر عالمہ کی یشتنگ ختم ہوئی، تو ان چیزوں نے مولانا اور ان کے گردپ کے جذبہ انتقام کو شعلہ جوالہ بنا دیا، آتش حد تیز سے تیز تر ہوگئی، اور جب آدمی میں حد اور انتقام کا جذبہ پیدا ہو جائے تو وہ ہر ناکردنی کرنے کو تیار ہو جاتا ہے اس کی عقل ماؤٹ ہو جاتی ہے، اس کے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، وہ اچھے اور بُرے کی تمیز کو بیٹھا ہے، چنانچہ اس گردپ کی طرف سے بھی انھیں سب

چیزوں کا مظاہرہ ہو۔

۲۱ مئی کو ادھر رام سیلا گراؤنڈ میں جمعیت کی یہ کانفرنس دنیا کا سن دایمان کا بیٹنام دے رہی تھی، مقررین دہشت گردی کے خلاف تقریریں کر رہے تھے، اور ادھر جمعیت مخالف گروپ دیوبند میں دارالعلوم پر حملہ کرنے کی مذموم سازشیں لگا ہوا تھا اور ۱۲ رنجے شب میں ان مفصلین نے دارالعلوم میں گھس کر توڑ پھوڑ مچانے کی گندی حرکت کی، اور اسلام دشمن میڈیا اس کاروائی کو دنیا میں نشر کر رہا تھا، دارالعلوم میں جو حرکت ہو رہی تھی، ٹی وی کے آنج تک چینل پر لوگ دیکھ رہے تھے۔ وہ تو اتفاق تھا کہ حضرت مولانا مفتی سعید صاحب پانپوری دام مجدہ دیوبند میں موجود تھے، ان کو جب مفصلوں کے اس ناسا کی اطلاع ملی تو انہوں نے آکر فوراً حالات پر کنٹرول کیا جو لوگ غنڈہ گردی اور ناسا پر آمادہ تھے انکو دارالعلوم سے باہر کیا، مفصلوں کو اتنا موقع نہیں مل سکا کہ وہ کچھ زیادہ نقصان پہنچائیں، دارالافتہام کے دروازوں کو توڑا پھوڑا، کچھ خائلیں اور ادھر ادھر پھینکیں اور بعض نئی عمارتوں کے شیشے توڑے، اتنا ہی انکو موقع مل سکا۔

گوگوں میں یہ تاثر پیدا کرنا کہ یہ کیا اس کاروائی میں دارالعلوم کے طلبہ کا ہاتھ تھا مفصلانہ حرکت دارالعلوم کے

طلبہ کی تھی، یہ بالکل غلط اور جھوٹا پروپیگنڈہ ہے، یہ ساری کاروائیاں باہر کے مفصلین اور غنڈہ عناصر کی تھی جن کی قیادت "برادران" کے دو صاحبزادے کر رہے تھے، اور یہ دونوں صاحبزادے دیوبند میں کافی مشہور ہیں، اگر چند طلبہ شریک ہو گئے ہوں تو تمام طلبہ یا اکثر طلبہ کا نام لینا بالکل غلط ہے۔

اگر دارالعلوم دیوبند کے طلبہ اس میں شریک ہوتے تو صبح تک دارالعلوم کا ماحول خوشگوار نہیں ہو سکتا تھا، اس نے خود دارالعلوم کے دہرہ داروں سے صورت حال معلوم کی تو انہوں نے بتلایا کہ دارالعلوم کا ماحول پوری طرح پرسکون ہے اور بڑھائی جاری ہے، میں نے پھر رات میں ایک اور دہرہ دار سے رابطہ کیا تو انہوں نے بتلایا کہ ناسا کی سب باہر کے تھے۔

اس تاریخی کانفرنس نے فیصلہ کر دیا | جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی اس تاریخی کانفرنس نے فیصلہ کر دیا

کہ جمعیت علماء ہند کی قیادت کس کے ہاتھ میں ہے، حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب دہلوی برکاتہم اور حضرت مولانا محمود اسعد مدنی کے ہاتھ میں، یا مولانا ارشد مدنی دام ظلہ اور مولانا اسجد مدنی سدا اللہ خلفاء کے ہاتھ میں۔

میرا خیال ہے بلکہ غلط فہمی نہ مشورہ ہے کہ مولانا ارشد صاحب اور ان کا گروپ جو زمینی حقیقت ہے اس کو تسلیم کر لے، اور جمعیت پر اپنی جاگیر داری کے دعوئوں سے دست بردار ہو جائے اور جو کام ان کا ہے اس میں وہ لگے اور اس حقیقت کو بھی تسلیم کر لے کہ جھوٹا فریب اور دولت کے سہارے ہر جگہ کامیابی نہیں ملا کرتی، نہ عدالت کا چوکھٹا لگانے سے ہوا کا رخ بدل سکتا ہے۔

ادھر ایک مزید بات سن کر تو مزید افسوس ہوا کہ مولانا ارشد صاحب نے جمعیت کو ریزہ ریزہ کرانے کیلئے جو نام عدالت میں داخل کئے ہیں اس میں چوتھے نمبر پر ایک نام مولانا اسجد مدنی کا بھی ہے جن کے بارے میں حلیفہ سائن داخل کیا گیا ہے کہ مولانا ارشد مدنی کا ان سے جوئی کوئی رشتہ نہیں ہے اور انکی سکونت ترکمان گیٹ دہلی دکھائی گئی ہے، اور مولانا نے خود اپنی سکونت مسجد عبدالنبی میں دکھائی ہے اگر یہ سچ ہے اور سچ نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، یہ اطلاع دفتر جمعیت کے ایک بہت بڑے ذمہ دار کی فراہم کردہ ہے تو سوچنا چاہئے کہ جانشین شیخ الاسلام جمعیت علماء کی صدارت کی ہوس میں کہاں تک پہنچ گئے ہیں۔

وہی یضلل اللہ فلا ھادی لہ۔

نبوی ہدایات

(۱) بخاری شریف، مسلم شریف اور ابن جان وغیرہ احادیث کی کتابوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی دعا اس وقت قبول کی جاتی ہے جب وہ دعا کی قبولیت کے لئے جلدی نہ دکھائے، اور یوں کہے کہ میں نے دعا کی تھی میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

بندہ اللہ سے دعا کرتا ہے، اللہ بندہ کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے، مگر بندہ اگر یہ چاہے کہ دعا کی قبولیت کے آثار اس کے لئے فوراً ظاہر بھی ہو جائیں، اور جب یہ آثار اسے محسوس نہ ہوں تو وہ لوگوں سے شکوہ کرے کہ میں نے دعا کی تھی مگر اللہ نے میری دعا قبول نہیں کی یہ دعا کا طریقہ نہیں ہے، نہ بندہ کے لئے مناسب ہے کہ وہ جب اسے قبولیت کے آثار محسوس نہ ہوں تو لب شکوہ کھولے، بندہ کو اس یقین کے ساتھ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ اس کی دعا کو قبول ہی کرے گا، خداوند کریم بندہ کی دعا کو اپنی مشیت کے مطابق قبول کرتا ہے، اور اس کے پیش نظر بندہ کی مصلحت ہوتی ہے کہ کبھی دعا فوراً قبول کر لی جاتی ہے کبھی تاخیر سے قبول ہوتی ہے، اور کبھی بندہ جو دعا کرتا ہے اس کو ذخیرہ بنا کر رکھ دیا جاتا ہے اور قیامت کے روز اس کا اثر ظاہر ہونے کو ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر تھے انھوں نے فرعون کے لئے بددعا کی، حضرت

باروں بھی نہی تھے انھوں نے حضرت موسیٰؑ کی دعا پر آمین کہا، مگر اس دعا کی قبولیت کا اثر چالیس سال بعد ظاہر ہوا، اور فرعون اور اس کی قوم غضبِ خداوندی میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک دوسری روایت یہ ہے کہ بندہ اللہ سے شکوہ کرتا ہے کہ یا رب میں نے تجھ سے دعا کی، پھر دعا کی بار بار دعا کی مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تو میری دعا کو قبول کرنے والا نہیں ہے، پھر کہتا کہ دعا کرنا چھوڑ دیا ہے۔

دعا کے قبول ہونے میں جلدی مچانا اور جب تاخیر ہو تو یہ سمجھنا کہ اب میری دعا قبول ہونے والی نہیں ہے، پھر دعا کرنا ہی چھوڑ دینا یہ آداب دعا کے خلاف ہے، اور بندہ کی عبادت کے لحاظ سے نامناسب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کیسے جلیل القدر پیغمبر تھے، وہ اللہ کے خلیل اور ابوالانبیاء تھے، انھوں نے دعا کی تھی ربنا وابعث فیہم رسولا منہم اے اللہ میری اولاد میں سے ایک رسول بھیج، اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کو قبول کیا مگر کتنے دنوں کے بعد اس دعا کا اثر ظاہر ہوا، حدیث میں آتا ہے کہ ابراہیمؑ میں نے تیری دعا قبول کی مگر جس نبی کے لئے تو نے دعا کی ہے وہ سب سے آخری پیغمبر ہو گا جس کے بعد رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا جائے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدہائے دراز کے بعد آخری پیغمبر بن کر تشریف لائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بندہ کو اللہ سے دعا کرتے ہی رہنا چاہئے مگر اگر دعا کا چھوڑنا نہیں چاہئے، دعا مستحق ایک عبادت ہے، بلکہ عبادت کا جو ہر اور گواہ ہے، حدیث شریف میں دعا کو مخ العبادۃ یعنی عبادت کا مغز کہا گیا ہے۔

دعا کے قبول ہونے کیلئے کچھ آداب اور شرائط ہیں، انسان ان شرائط و آداب کا خیال رکھتا نہیں، اور چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کر لے، مثلاً انسان کی غذا اطلاق ہو اس کا پینا و اطلاق کا ہو، دعائیں اللہ کی ذات کی طرف پوری توجہ ہو، خشوع اور الخاشعہ ذرا ہی ہو۔ دعا کی قبول ہونے کے لئے وہ محفلت نہ دکھائے، علمائے کرام نے احادیث کی روشنی میں اور

بھی کچھ آداب ذکر کئے ہیں، ان آداب و شرائط کی رعایت کرنے کے بعد جب آدمی اللہ سے دعا کرتا ہے تو اسے اپنی مشیت اور حکمت کے مطابق بندہ کی دعا قبول کرتا ہے یا اس کو وہ جو مانگ رہا ہے اس سے بہتر بدلہ دیتا ہے۔

(۲) حدیث پاک میں ہے جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یتہمین احدکم الموت بضمیر منزل بسم اللہ یعنی کوئی آدمی پیش آنے والی کسی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔ (صحیح ابن حبان)

کچھ کم عقل لوگ کسی پریشانی سے گہرا کر موت کی دعا مانگنے لگتے ہیں، اور انکی زبان سے کچھ اس قسم کے الفاظ نکلتے ہیں، اس پریشانی جھیلنے سے تو بہتر تھا کچھ موت ہی آجاتی۔

یہ صابر و شاکر انسان کی صفت نہیں ہے، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے ناراضگی کا پتہ دیتی ہے، پریشانی مصیبت، صحت و بیماری، فقر و ثروانگری سب کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اس وجہ سے منہ سے ایسی کوئی بات نکالنا جس سے اللہ کے فیصلہ سے عدم رضا کا پتہ چلتا ہو بہت بری اور گناہ کی بات ہے، انسان کو سوچنا چاہئے کہ اس ایک مصیبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے کتنی نعمتیں میسر ہیں، ہاتھ پاؤں کی جھل و فکھ کا کام کرنا، پوش و حاس کا درست رہنا، آنکھ کان ناک زبان کا اپنا اپنا عمل جاری رکھنا، بال بچوں کی نعمت سے سرفراز ہونا، اور اس کے علاوہ ہوا پانی، روشنی تاریکی، رات دن وغیرہ ہزاروں ہزار نعمت انسان کو ہر وقت میسر ہے، مگر ذرا سی پریشانی اور وہ بھی نہ معلوم بندہ کے لئے اس میں کتنی راحت کا سامان ہے، بے وہ اتنا پریشان ہو کہ موت کی دعا مانگنے لگے اور اللہ کے فیصلہ پر ناراضگی کا اظہار کرے۔

اسی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی پریشانی سے گہرا کر موت کی دعا کرنا ہی چاہتا ہے تو یوں کہے۔

ایحیی ما کانت الحیاة خیر الی و توخی اذا کانت الوفاة خیر الی،

یعنی اے اللہ مجھے زندہ رکھ جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہے اور مجھے موت دے اگر میرے

مجلہ ۱۔ جمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

حافظ عبداللہ محدث غازی پوری کے رسالہ ”رکعات التراويح“ کے بارے میں چند گزارشات

حافظ عبداللہ محدث غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ مشہور غیر مقلد عالم، مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کے استاد اور مولانا میاں صاحب دہلوی کے ممتاز شاگرد ہیں، رکعات تراویح کے بارے میں ان کا ایک مختصر سا رسالہ ”رکعات التراويح“ کے نام سے ہے، غیر مقلد علماء نے تراویح کی آٹھ رکعت کو مسنون ثابت کرنے کیلئے جو کتابیں یا رسالے تحریر فرمائے ہیں یا کسی اور جگہ اس مسئلہ سے بحث کی ہے تو زیادہ تر ان کا اعتماد حافظ صاحب غازی پوری کے اسی رسالہ پر رہا ہے، حافظ صاحب کا یہ رسالہ غیر مقلدین حضرات شائع کرتے رہتے ہیں، مولانا مختار ندوی مرحوم نے بھی اپنے ادارہ دار السلفیہ سے اس کو بڑے آب و تاب سے گزشتہ سال ہی شائع کیا تھا، ہمارے ایک دوست نے اس رسالہ کی ایک کاپی نئی اشاعت کی روانہ کی ہے۔

مولانا مختار ندوی مرحوم اس رسالہ کے بارے میں فرماتے ہیں :

”زیر نظر کتاب محدث کبیر علامہ حافظ عبداللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا

نہایت اہم، تحقیقی اور مدلل علمی شاہکار ہے۔۔۔۔۔ جس کی طرح
ہر حق پرست مسلمان اس بات کا قائل اور عامل ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی سنت ثابتہ یہی ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں تراویح ^(۱)
تہجد کی نماز وتر کے علاوہ صرف آٹھ رکعت ہے۔ ”نہد“

حافظ صاحب غازی پور کے اس رسالہ کی علمی تحقیقات کو علامہ ابوالآثر محمد کیر

مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”رکعات تراویح“ میں بخوبی
الہام شرح کر دیا ہے، اور اپنے محدثانہ طرز بیان سے دانشکاف کو دیا ہے کہ حافظ صاحب کی تحقیق
اہل تحقیق کی نگاہ میں کوئی وزن نہیں رکھتی ہے، مولانا اعظمی کا رسالہ رکعات تراویح کے موضوع پر
حرف آخر ہے جس کا مطالعہ اہل علم کو ضرور کرنا چاہئے، مولانا کا رسالہ نہایت وقیع علمی
تحقیقات پر مشتمل ہے۔

مجھے جس دوست نے حافظ صاحب کا یہ رسالہ بھیجا ہے ان کی خواہش ہوگی کہ اس
رسالہ کے بارے میں اپنا تاثر ظاہر کروں، غیر متقلدین علماء کی عام کتابوں کے بارے میں میرا تاثر
یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی تحقیقات میں علمی دیانت و امانت کا خیال بالکل نہیں رکھتے ہیں، اور
نہ علمی مباحث میں انصاف سے کام لیتا ان حضرات کا شیوہ ہے، اور میرا یہی تاثر حافظ صاحب
محمد غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہے، کہ حضرت حافظ صاحب موصوف بھی اس
رسالہ میں انصاف سے کام نہیں لیا ہے، تراویح کی تعداد کے بارے میں ذہن میں میرا ایک مضمون
شائع ہو چکا ہے جو میری کتاب ارغمان حق جلد اول میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، اس لئے اس
بارے میں اب کچھ عرض کرنا بلاوجہ کی تکرار ہوگی، یہاں مجھے حافظ صاحب غازی پوری رحمۃ اللہ
علیہ کے اس رسالہ کے بارے میں چند گذشتات عرض کرنی ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ حافظ صاحب
کا یہ رسالہ کتنا تحقیقی اور با وزن اور اپنے موضوع پر کتنا کامیاب ہے، اور اس سے حافظ صاحب

کے اس دعویٰ کی حقیقت بھی کچھ ظاہر ہو جائے گی کہ تراویح کی اصل رکعات مسنونہ صرف آٹھ رکعت ہے۔

(۱) حافظ صاحب اس رسالہ میں لکھتے ہیں۔

”صحیح حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مع ذکر گیارہ رکعت سے زیادہ تراویح پڑھنا ثابت نہیں“ ص ۷

حافظ صاحب تو ایک طرف حصر کے ساتھ یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ رکعت سے زیادہ تراویح پڑھنا ثابت نہیں، اور پھر اپنے اس دعویٰ کی تردید بھی کرتے ہیں، چنانچہ حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

”جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل یعنی رات کی نماز جسے تہجد بھی کہتے ہیں کبھی کبھی تیرہ رکعت بھی پڑھا کرتے تھے جن میں سے اول کی دو رکعتیں ہلکی پڑھتے تھے پہلے کبھی وہ شمار میں آتی تھیں اور کبھی نہیں اس طرح اگر آپ نے تراویح بھی کہ وہ صلوٰۃ اللیل ہی ہے کبھی کبھی تیرہ رکعت پڑھی ہو اور اول کی دو رکعتوں کو ہلکی سونے کی وجہ سے راوی نے شمار نہ کیا ہو تو اس تقدیر پر یہاں گیارہ رکعت سے اول کی ہلکی دو رکعتوں کے علاوہ لنبی گیارہ رکعتیں مل کر ہوں گی“ ص ۷ اور منہ پر فرماتے ہیں کہ ”حق یہ ہے کہ آپ نے کبھی کبھی مسند فجر کے علاوہ بھی تیرہ رکعتیں پڑھی ہیں، چونکہ ان میں سے اول کی دو رکعتیں ہلکی پڑھتے تھے اور عام طور پر بھی آپ نے فرمایا ہے کہ اول کی دو رکعتیں ہلکی پڑھنی چاہئے لہذا کبھی ان دو رکعتوں کا شمار کیا گیا اور کبھی نہیں کیا گیا جب شمار کیا گیا تو تیرہ ہو گئیں ورنہ گیارہ ہی رہیں۔ ص ۷

پھر اس بات کو بتلانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعت تھی صحیح مسلم سے زید بن خالد کی روایت پیش کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات والی نماز کو میں نے دیکھنے کا فیصلہ کیا تو میں نے دیکھا کہ پہلے دو رکعت ہلکی پڑھی پھر آٹھ رکعتیں طویل پڑھی پھر وتر پڑھی فذلک ثلاث عشاء رکعة یعنی کل ملا کر تیرہ رکعتیں تھیں۔ پھر حافظ صاحب نے یہ بتلانے کے لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ

جب رات کی نماز کے لئے اٹھتے تو پہلے ہلکی دو رکعت سے شروع کرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسلم شریف سے یہ روایت نقل کی ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام من اللیل لیصلی افتتح صلوٰتہ بربکعتین خفیفین۔
یعنی حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کی نماز کے لئے اٹھتے تو نماز کو ہلکی دو رکعتوں سے شروع فرماتے۔

پھر مسلم شریف کی یہ روایت ذکر کی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ امر منقول ہے کہ اذا قام احدکم من اللیل فلیفتتح صلوٰتہ بربکعتین خفیفین یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کا کوئی آدمی جب رات کی نماز کے لئے اٹھے تو اس کو چاہئے کہ دو ہلکی رکعت سے شروع کرے۔

یہ سب باتیں حافظ صاحب کے اس رسالہ میں ہیں، اور ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز اصلاً تیرہ رکعتیں تھیں، پہلے ہلکی دو پھر آٹھ رکعتیں طویل اور پھر تین رکعتیں وتر کی یعنی کل تیرہ رکعتیں۔

اب آپ خود غور فرمائیں کہ جب حافظ صاحب کے نزدیک ثابت یہی ہے اور صحیح احادیث کی روشنی میں ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعتیں تھیں تو پھر ان کا یہ دعویٰ خود ہی باطل ہو گیا کہ صحیح حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مع وتر گیارہ رکعت سے زیادہ تراویح پڑھنا ثابت نہیں ہے، اس لئے کہ تراویح صلوۃ اللیل ہی ہے۔

اب فریق مقلدین حضرات کو جو مدعی علی بالحديث ہیں، صحیح حدیث کی روشنی میں تیرہ رکعتیں تراویح کی پڑھنی چاہئے اور اس تیرہ رکعتوں کی ابتداء دو رکعت ہلکی سے ہونی چاہئے، بلکہ دو رکعت ہلکی شروع میں پڑھنا از روئے حدیث واجب ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعینہ امر یہ فرمایا ہے کہ جب تم رات کی نماز پڑھو تو پہلے دو رکعت ہلکی پڑھو، اور حضرت عائشہ کی حدیث سے اور معلوم ہو چکا ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا، جب حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا یہی حکم تھا اور آپ کا خود اس پر عمل تھا تو تراویح کی رکعتوں میں سے دو ہلکی رکعتوں کا شروع
پڑھنا ہی تراویح کی سنت قرار پائے گی جو تراویح اس کے بغیر ہوگا وہ غیر مستحسن اور حضورؐ
کے امر اور عمل کے خلاف ہوگی۔

مگر آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اہلحدیث کہلانے والوں کی کسی مسجد میں اس طرح
تراویح نہیں پڑھی جاتی ہے کہ اس کی ابتدا، دو رکعت ہلکی سے ہوتی ہو اور دوسری میت
اس کی رکعتیں تیرہ ہوتی ہوں، بلکہ تیرہ کا نام بھی اہلحدیث کہلانے والوں کی زبان پر نہیں
آتا، حتیٰ کہ حافظہ اللہ محدث غازی پوری جیسا آدمی بھی جب تراویح کی تعداد بتلانے
کے لئے رسالہ لکھا ہے تو اس کا بھی دعویٰ یہی ہوتا ہے کہ تراویح کا عدد حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے گیارہ سے زیادہ ثابت نہیں۔

”ناطقہ سرگریباں ہے اسے کیا کہئے“

دوسری بات جو حضرت حافظ محدث غازی پوری رحمہ اللہ کی شان ارفع سے بہت
بعید نظر آتی ہے وہ یہ کہ حضرت حافظ صاحب نے گیارہ رکعت مع وتر ثابت کرنے کے لئے
جو حدیث نقل کی ہے، اس کو ناقص نقل کیا ہے، پوری حدیث حافظ صاحب نے نقل نہیں
فرمائی ہے، ایسا حافظ صاحب نے کیوں کیا؟ شاید ناظرین اس کی تہ تک نہ پہنچ سکیں۔
اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ میں اس راز سے پردہ اٹھا دوں اور اس سے معلوم ہوگا کہ حافظ
صاحب کی اس رسالہ میں انصاف اور دیانت و امانت کی روش کا حال بھی عاقل مقلدین
علماء پر کیا ہے۔

حافظ صاحب نے مع ذکر گیارہ رکعت تراویح ثابت کرنے کے لئے بخاری شریف اور
مسلم شریف کی یہ حدیث ذکر کی ہے جو حضرت عائشہ سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

حافظ صاحب نے صرف حدیث سے استنباط کر لیا ہے، حافظ صاحب نے حدیث کا
آخری حصہ چھوڑ دیا ہے، اور اس طرح جو اصل بات جو حدیث سے ثابت ہو رہی تھی حافظ صاحب

نے اس پر پردہ ڈال دیا ہے، اس حدیث کے ابتدائی حصہ میں ہے کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں نماز کی کیفیت کیسی رہا کرتی تھی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے تو آپ کی نماز کی رکعتوں کو بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں جب رات کی نماز پڑھتے تھے تو گویا وہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، پھر حضرت عائشہ نے حضرت ابوسلمہ کا جو اصل سوال تھا یعنی آپ کی نماز کی کیفیت کیا ہوا کرتی تھی، اسکو بایں الفاظ بیان کیا ہے یصلی اربعاً فلا تسأل عن حسن و لہن ثم یصلی اربعاً فلا تسأل عن حسن و لہن ثم یصلی ثلاثاً یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے پس ان کے حسن اور اس کے طویل ہونے کو نہ پوچھو پھر چار رکعت پڑھتے تھے پس ان کے حسن اور ان کے طویل ہونے کو نہ پوچھو پھر تین رکعت پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابوسلمہ کے سوال کا اہل جواب یہی آخر کا حصہ ہے، حافظ صاحب غازی پوری نے اسی کو حذف کر دیا، ایسا کیوں کیا؟ اسلئے کہ کسی بھی ائمہ حدیث مسجد میں چار چار رکعت کو کے نماز تراویح نہیں پڑھی جاتی ہے۔ ائمہ حدیث حضرات کا کیسا عمل بالحدیث ہے، ناظرین اس سے اندازہ لگالیں، کیا یہ علمی دیانت کی بات ہے کہ کسی حدیث سے آپ صرف اپنے مطلب کی بات تولے لیں اور اسی حدیث کا وہ حصہ جس پر آپ کا عمل نہیں ہے اس کو چھپالے جائیں یہ تو حدیث رسول کے ساتھ ایک طرح کا مذاق ہوا، جو اہل علم کی شان سے بہت بعید ہے، اور پھر یہ دعویٰ کہ ہم ہی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے والے ہیں، یہ دعویٰ بڑا عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔

(۲) تیسری گزارش مجھے یہ کرنی ہے کہ حافظ صاحب نے اپنے رسالہ میں تراویح کی جو

تعریف کی ہے وہ یہ ہے۔

نماز تراویح وہ نماز ہے جو ماہ رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت

پڑھی جائے۔ (ص ۶۲)

جب تراویح کی تعریف یہ ہے کہ وہ نماز ہے جو ماہ رمضان کی راتوں میں عشاء کے

بعد باجماعت پڑھی جائے، تو اب حافظ کو چاہئے تھا کہ ازراہ انصاف حضرت عائشہؓ کی مذکورہ بالا حدیث سے تراویح کی رکعتوں کی تعداد کے بارے میں استدلال نہ کرتے، اس لئے کہ اس حدیث میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز کا تذکرہ ہے جو حضور و رمضان وغیر رمضان میں تنہا ادا فرمایا کرتے تھے، دعویٰ خاص پر دلیل عام سے استدلال کرنا یہ علمی تحقیق نہیں ہے، اس حدیث پاک کا تراویح کے باب سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے اور حافظ صاحب نے اسی حدیث کو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پہلی اور سب سے مستحکم دلیل قرار دی ہے، اگر یہ عمل کوئی دوسرا کرتا تو مجھے زیادہ تعجب نہ ہوتا مگر حافظ صاحب جو ایک متدین عامل باحدیث عالم تھے اور نہایت درجہ محقق بھی ان سے اس طرح کا عمل کامداد ہونا میرے لئے بہت زیادہ باعث تعجب ہے۔

یہ کہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تراویح کی رکعت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے کہ جن محدثین کرام نے اپنی کتابوں میں تراویح کے حد بیان کرنے کا باب باندھا ہے انھوں نے اس باب میں اس حدیث کو ذکر ہی نہیں کیا ہے، مثلاً امام محمد بن نصر بن ابی نے اپنی کتاب قیام اللیل میں تراویح کے عدد کے بیان کے لئے باب باندھے ہیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا اس میں ذکر نہیں کرتے، اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں تراویح کے حد بیان کرنے کے لئے باب باندھا ہے، مگر اس میں بھی اس آٹھ رکعت والی حدیث کا جو غیر مقلدین کے یہاں سب سے صحیح حدیث ہے کسی نے ذکر نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا تراویح کے باب سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد پڑھنے کے معمول کا ذکر ہے نہ کہ رمضان میں باجماعت تراویح کا اس میں ذکر ہے۔

(۳) حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف اور مسلم شریف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں رمضان کی تین راتوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو تراویح پڑھانے کا ذکر ہے، پھر آپ نے لوگوں کا ذوق و شوق دیکھ کر اس خیال سے

اس سلسلہ کو ختم کر دیا کہ کہیں یہ نماز ان پر فرض نہ ہو جائے اور امت اس کی ادائیگی سے عاجز رہے، اس حدیث میں آپ نے صاف صاف فرمادیا کہ فصلوا ایھا الناس فی بیوتکم یعنی اے لوگو تم اس نماز کو اپنے گھروں میں ادا کرو، میری گزارش یہ ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صاف ارشاد تھا کہ تم اس تراویح کو اپنے گھروں میں پڑھو تو اب اہل حدیث ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ حافظ صاحب اپنے رسالہ میں بتلاتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ارشاد کے بموجب اب تراویح کی نماز گھر میں پڑھنی ضروری ہے اور جماعت ہے اس کا ادا کرنا سنون باقی نہیں رہا، مگر حال یہ ہے کہ تمام دنیا نے غیر تعلیمیت آٹھ رکعت یا چار تراویح مسجد میں ادا کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امر مبارک و ارشاد پاک کا کہ فصلوا ایھا الناس فی بیوتکم کہ اے لوگو تم تراویح کی نماز گھر میں ادا کرو کسی کو پاس نہیں رہا، اور سلسل اس حدیث پاک کی اہل حدیث کہلانے والے لوگ مخالفت کرتے جا رہے ہیں۔ پورے ہینڈ میں تراویح یا جماعت تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی ایجاد ہے، اور اہل حدیث کہلانے والا فرقہ سادہ عوامی ہوتا ہے کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کسی کی بات سنی نہیں جائے گی۔

(۵) اس حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں جس کا ابھی ذکر ہو رہا ہے اس میں یہ نکتہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں، حافظ صاحب غازی پوری فرماتے ہیں۔

”اگرچہ اس حدیث میں اس کا بیان نہیں ہوا کہ راتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں“ ۱۳

چونکہ یہی حدیث تراویح کے باب کی ہے اس لئے اب حافظ صاحب کو چاہئے تھا کہ کسی صحیح حدیث سے ثابت کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں راتوں میں صحابہ کرام کو اس طرح رکعتیں تراویح کی پڑھائی تھیں، مگر حافظ صاحب نے کسی ایک صحیح حدیث سے اس کا ثبوت پیش نہیں کیا، اور صحیح حدیث کے بغیر کسی بات کو قبول نہ کرنے والے حافظ صاحب غازی پوری نے

اس بارے میں جن حدیثوں سے استدلال کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں اٹھ رکعتیں تراویح کی پڑھائی تھیں وہ سب ضعیف ہیں، حافظ صاحب فرماتے ہیں۔

حافظ ابن حجر مفتح الباری شرح صحیح بخاری چھاپہ دہلی جلد ۱ ص ۹۹ میں بذیل شرح اس حدیث کے صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان سے بروایت جابر نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے علاوہ آٹھ رکعتیں پڑھائی تھیں۔ مسئلہ۔

اس کے بعد فتح الباری کی عبارت نقل کی ہے، اور حضرت جابر کا اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ”یہ روایت صحیح ہے یا حسن“ اور اس کی بنیاد اس کو بنایا ہے کہ اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے، اور انہوں نے اس شرح میں یہ شرط رکھی ہے کہ وہ اپنی اس شرح میں جو حدیثیں نقل کریں گے وہ یا صحیح ہوگی یا حسن، غرض حافظ صاحب نے اس حدیث جابر کے بارے میں خود کوئی تحقیق نہیں کی ہے کہ وہ حدیث صحیح یا حسن ہے یا ضعیف ہے بلکہ حافظ ابن حجر کی تقلید میں اس کو حسن یا صحیح قرار دیتے ہیں۔

اب آئیے میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ اس حدیث جابر کا حال کیا ہے، یہ حدیث صحیح ابن حبان جلد سادس کے ۱۹۹ و ۱۹۳ میں ہے، پوری سند کے ساتھ یہ حدیث ملاحظہ ہو۔

اخبرنا عبد اللہ بن محمد الانباری قال حدثنا الصنعونی بن ابراہیم قال اخبرنا ابو الربیع النضرانی قال حدثنا یعقوب القس قال حدثنا عیسیٰ بن جاریہ عن جابر بن عبد اللہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شعب رمضان ثمان رکعات وادتر۔

یعنی عیسیٰ بن جاریہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے ہفتہ میں آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھائی۔

اس حدیث کو حضرت جابر سے روایت کرنے والے عیسیٰ بن جاریہ ہیں، اور عیسیٰ بن جاریہ کون بزرگ ہیں تو ابن مبین فرماتے ہیں کہ ان کے پاس مشکوحدیثیں ہیں، نساؤ ان کو مشکوحدیث فرماتے ہیں، اور انہوں نے ان کو متروک بھی بتلایا ہے۔ ابن عدی فرماتے ہیں۔

ان کی حدیثیں غیر محفوظ ہیں، ابو زرعر ان کو لباسِ بدہ فرماتے ہیں۔
حافظ دہری نے میزان الاعتدال میں کہا ہے کہ باجی اور عقیلی نے اس کو ضعف میں ذکر کیا ہے۔

جس حدیث کی سند میں ایسا ضعیف اور منکر الحدیث راوی ہو اس حدیث سے حافظ صاحب کا استدلال کرنا اور یہ کہنا کہ یہ حدیث صحیح یا حسن ہے، بہت زیادہ قابلِ تعجب ہے۔

صحیح ابن حبان کا محقق کہتا ہے کہ اسنادہ ضعیف یعنی اس کی سند ضعیف ہے اور وجہ اس کی بتلا آپسے کہ عیسیٰ بن جاریق ضعیف یعنی عیسیٰ بن جاریق ضعیف ہے اور جس کتاب میں بھی حضرت جابر کی یہ روایت منقول ہے سب میں حضرت جابر سے نقل کرنے والا یہی عیسیٰ بن جاریق ہے۔ اسلئے وہ سب روایتیں ضعیف ہیں۔

اور اس روایت کا منکر ہونا اس سے بھی واضح ہے، احادیث کی کتابوں میں آنحضور کی رمضان میں نماز پڑھانے کا واقعہ بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے مگر کسی ایک روایت میں تعدا کا ذکر نہیں ہے، صرف حضرت جابر سے عیسیٰ بن جاریق سے تعدا نقل کر لیا ہے اور لطف یہ ہے کہ حضرت جابر سے روایت کرنے والا صرف یہی ایک شخص ہے، جس کے بارے میں ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور کسی راوی کا منکر الحدیث ہونا ایسا ضعف ہے کہ بقول محدث مبارکپوری اس کی وجہ سے اس کی روایت ناقابلِ اعتبار ہو جاتی ہے اور وہ روایت متروک ہوتی ہے۔ (دیکھو بکار)

اب کس قدر تعجب کی بات ہے کہ مولانا عبدالستار غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف تو ظاہر یہ کرتے ہیں کہ صحیح حدیث کے علاوہ وہ کسی حدیث کو قبول نہیں کرتے اور دوسری طرف جب اپنا مطلب ہوتا ہے تو متروک اور منکر الحدیث راوی کی روایت سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں اور منکر روایت ان کے نزدیک قابلِ قبول ہوتی ہے۔ اور خود اس روایت کی تحقیق کرنے کے بجائے کبھی حافظ ابن حجر کا سہارا لیتے ہیں اور کبھی حافظ دہری کا۔ فان الله وانا اليه راجعون۔

ان کی حدیثیں غیر محفوظ ہیں، ابو زرعمہ ان کو لباسِ بدہ قرار دیتے ہیں۔
حافظ ذہبی نے میزانِ لاعدال میں کہا ہے کہ ساجی اور عقیلی نے اس کو ضعیف و سبک ذکر کیا ہے۔

جس حدیث کی سند میں ایسا ضعیف اور منکر الحدیث راوی ہو اس حدیث سے حافظ صاحب کا استدلال کرنا اور یہ کہنا کہ یہ حدیث صحیح یا حسن ہے، بہت زیادہ قابلِ تعجب ہے۔

صحیح ابن حبان کا محقق کہتا ہے کہ اسناد ضعیف یعنی اس کا سند ضعیف ہے اور وہ اس کی بتلا تا ہے کہ عیسیٰ بن جاریق ضعیف یعنی عیسیٰ بن جاریق ضعیف ہے اور جس کتاب میں بھی حضرت جابر کی یہ روایت منقول ہے سب میں حضرت جابر سے نقل کرنے والا عیسیٰ بن جاریق ہے۔ اس لئے وہ سب روایتیں ضعیف ہیں۔

اور اس روایت کا منکر ہونا اس سے بھی واضح ہے، احادیث کی کتابوں میں آنحضرت کی رمضان میں نماز پڑھانے کا واقعہ بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے مگر کسی ایک روایت میں تعدا کا ذکر نہیں ہے، صرف حضرت جابر سے عیسیٰ بن جاریق سے تعدا نقل کر لیا ہے اور لطف یہ ہے کہ حضرت جابر سے روایت کرنے والا صرف ہی ایک شخص ہے، جس کے بارے میں ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور کسی راوی کا منکر الحدیث ہونا ایسا ضعف ہے کہ بقول محدث مبارکپوری اس کی وجہ سے اس کی روایت ناقابلِ اعتبار ہو جاتی ہے اور وہ روایت متروک ہوتی ہے۔ (دیکھو بکار)

اب کس قدر تعجب کی بات ہے کہ مولانا عبدالستار غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف تو ظاہر یہ کرتے ہیں کہ صحیح حدیث کے علاوہ وہ کسی حدیث کو قبول نہیں کرتے اور دوسری طرف جب اپنا مطلب ہوتا ہے تو متروک اور منکر الحدیث راوی کی روایت سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں اور منکر روایت ان کے نزدیک قابلِ قبول ہوتی ہے۔ اور خود اس روایت کی تحقیق کرنے کے بجائے کسی حافظ ابن حجر کا سہارا لیتے ہیں اور کسی حافظ ذہبی کا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۱۶) حافظ صاحب اپنے اس رسالہ میں مذکور بالا حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو صحیح ثابت کرنے کیلئے اس پر زور صرف کیا ہے کہ یہ حدیث چونکہ صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ کی ہے اور ان دونوں کتابوں کے مصنف اپنی کتابوں میں صحیح حدیث لانے کا التزام کیا ہے اس وجہ سے حضرت جابر کا یہ حدیث صحیح ہے۔

حافظ صاحب ایک بڑے محدث اور محقق عالم تھے، ان کو یہ بات کہنے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کر لینی چاہئے تھی کہ کیا واقعہ یہی ہے کہ صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ کی تمام حدیثیں صحیح ہیں اور ان کتابوں میں ضعیف احادیث نہیں ہیں، اگر حافظ صاحب تحقیق سے کام لیتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ ان دونوں کتابوں میں ضعیف احادیث کا ایک ذخیرہ ہے، اور اسی ضعیف احادیث کے ذخروں میں سے ایک حدیث حضرت جابر کی یہی حدیث ہے جس میں آٹھ رکعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تراویح پڑھانے کا ذکر ہے، اس کا ضعیف اور بتلایا جا چکا ہے اس وقت میرے سامنے صحیح ابن حبان کی چھٹی جلد ہے اس کو جو کھولا تو جس حدیث پر نگاہ پڑی وہ ضعیف نکلی، ابن حبان نے محمد ابن اسحق بن خزیمہ کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نازیں مکر پر ہاتھ رکھ کر ٹیک لگانا جہنم والوں کی راحت ہے۔

اس حدیث کی سند میں عیسیٰ بن یوسف ہشام سے روایت کرتے ہیں اس کتاب کا معلق اپنی تعلیق میں کہتا ہے کہ وفی سند هذا المحدث حلة قاذحة وهي سقوط راوی من اسنادہ ابی بن یونس و ہشام هو عبد اللہ بن الانزور۔ یعنی اس حدیث کی سند میں ایک بڑی خرابی ہے اور وہ یہ کہ اس کی سند سے عیسیٰ بن یونس اور ہشام کے درمیان ایک راوی ساقط ہے اور وہ عبد اللہ بن انزور ہے۔

ذہبی میزان میں فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن انزور نے ہشام سے ایک منکر روایت ذکر کی ہے اور انذوی اس کو بہت زیادہ ضعیف بتلاتے ہیں۔ (مجموعہ ۶)

اب یہ اتفاق ہی ہے کہ میری نگاہ اس حدیث پر پڑ گئی جو اس بات کی دلیل بن رہی ہے

کہ صحیح بن جان اور صحیح بن خزیمہ دونوں ضعیف احادیث سے پاک کتابیں نہیں ہیں۔ اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ صحیح بن جان اور صحیح ابن خزیمہ میں صرف صحیح اور حسن ہی احادیث ہیں اس کا یہ دعویٰ نہایت درجہ غلط اور عدم تحقیق پر مبنی ہے، صحیح ابن خزیمہ میں اس حدیث کا مندرجہ ہے۔
(۷) حافظ صاحب نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو محمد بن نصر مروزی کی کتاب قیام اللیل سے انکی سند سے نقل کیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں :-

اگرچہ اس حدیث کے بعض رواۃ متکلم فیہ ہیں لیکن تاہم نہ کہ وہ بالا حدیث کی تائید سے خالی نہیں۔ مثلاً

اب حافظ صاحب کو کون بتلائے کہ حضرت قیام اللیل والی حدیث بعینہ ہی حدیث ہے جو صحیح ابن جان اور صحیح ابن خزیمہ کہے، یہ کوئی دوسری حدیث نہیں ہے کہ اس سے صحیح ابن جان و صحیح ابن خزیمہ کی حدیث کی تائید ہوگی۔

چونکہ حافظ صاحب کے وقت صحیح ابن جان اور صحیح ابن خزیمہ کا مطبوعہ شکل میں کوئی نسخہ موجود نہیں تھا اس وجہ سے ان دونوں کتابوں کی طرف حافظ صاحب کو خود مراجعت کا موقع نہیں ملا۔ انھوں نے دوسروں کی کتابوں میں بلا سند اس حدیث کو دیکھا تو قیام اللیل والی حدیث سے الگ اس حدیث کو سمجھ لیا، ابن جان، ابن خزیمہ اور محمد بن نصر مروزی تینوں کی سندیں الگ ہی ہیں یعنی تینوں کتابوں میں یعقوب بن عبد اللہ عیسیٰ بن جابر سے اور وہ حضرت جابر سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں، قیام اللیل والی حدیث کو ابن جان اور ابن خزیمہ والی حدیث سے الگ سمجھنے اور اس کو بطور تائید پیش کرنے میں حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شدید چوک ہوئی ہے۔

(۸) حافظ صاحب نے اپنے رسالہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک قصہ روایت ذکر کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رمضان شریف میں ایک روز تشریف لائے اور انھوں نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات میں مجھ سے ایک بات ہوگئی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ

وہ کیا بات ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میرے گھرانہ کی عورتوں نے کہا کہ ہم لوگ قرآن نہیں پڑھتے ہیں، اسلئے ہم لوگ آج آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے، تو میں نے ان کو اٹھ رکعت اور وتر پڑھا دی، تو آپ خاموش رہے اور یہ خاموشی رضامندی کے مشابہ تھی۔

اس روایت کو بھی حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھ رکعت تراویح کے ثبوت میں پیش کیا ہے، اور بلا کسی نقد و تبصرہ کے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد خاموشی سے گزر گئے ہیں، حالانکہ انہوں نے اس روایت کو محمد بن نصر مروزی کی کتاب قیام اللیل سے نقل کی ہے، اور اس کی سند بیضہ دہی ہے جو اس سے پہلے والی حدیث کی ہے، یعنی اس کو بھی حضرت جابر سے نقل کرنے والا وہی عیسیٰ بن جابر مجروح و متروک اور ضعیف راوی ہے، مگر حافظ صاحب نے اس کی طرف ذرا بھی اشارہ نہیں کیا اور اس حدیث کو اس طرح ذکر کیا کہ پڑھنے والا کو صحیح حدیث سمجھے۔

حالانکہ غیر مقلدین اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ ضعیف حدیث ذکر کرنے کے بعد اس کا ضعف ظاہر نہ کرنا حرام ہے، اور نہایت گناہ کا کام ہے، صلوة الرسول کا غیر مقلد محقق اس کتاب کے مقدمہ میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ سے نقل کرتا ہے۔

جو شخص ضعیف حدیث کے ضعف کو جاننے کے باوجود بیان نہیں کرتا ہے وہ اپنے اس فعل کی وجہ سے گناہ گار اور عوام کو دھوکا دیتا ہے۔ (ص ۲)

مجھے اس شخص کے ساتھ کتنا اڑتا ہے کہ حافظ صاحب بائیں زبہ و تقدس اور علم و تقویٰ قصداً و عمدہ اس گناہ عظیم کے مرتکب ہو گئے اور محض اس وجہ سے کہ رمضان میں آٹھ رکعت تراویح صحیح طریقہ سے ہو یا غلط طریقہ سے ثابت ہو جائے اور عوام حافظ صاحب کی تحقیق کی داد دیں کہ حافظ صاحب نے آٹھ رکعت تراویح کے ثبوت کیلئے کیسے کیسے دلائل تاہرہ اپنے رسالہ میں جمع فرادئے ہیں، حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا اور اس کے ضعف کو ظاہر کرنا پسند نہیں کیا، حالانکہ معلوم ہو چکا ہے کہ عیسیٰ بن جابر منکر اکھدیش راوی ہیں، اور لوگوں نے نکھا ہے عندہ منافک اس کے پاس منکر روایتیں بہت ہیں، اور

اور انہیں منکر روایتوں میں سے حضرت جابر سے وہ جو روایت کرتا ہے وہ بھی روایتیں ہیں جن پر قطعاً اعتقاد نہیں کیا جاسکتا۔ مگر حافظ صاحب کو ہر قیمت آٹھ رکعت تراویح کو نجات کرنا ہے خواہ اس کا ثبوت منکر روایت ہی سے کیوں نہ ہو، جن ہاں حضرات اہل حدیث کے محققین علماء اور زہد و تقویٰ کے شاہیر کا انداز کلام اسی قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) حافظ صاحب اپنے رسالہ ص ۲۲ پر لکھتے ہیں۔

اور جو مؤطا امام مالک مثلاً میں یزید بن رومان سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ کان الناس یقومون فی نماز من عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرين رکعتاً۔ یعنی لوگ حضرت عمر کے زمانہ میں ماہ رمضان میں مع و تریس رکعت پڑھتے تھے اس کا جواب اولایہ ہے کہ یہ روایت سنداً صحیح نہیں ہے بلکہ منقطع السند ہے۔ مقام تعجب ہے کہ حافظ صاحب خود تو آٹھ رکعت تراویح کو نجات کرنے کیلئے ضعیف احادیث سے بلا تکلف استدلال کرتے ہیں، اور میں رکعت تراویح والی حدیث جو مؤطا امام مالک کی ہے اور جس کی صحت پر انگلی نہیں اٹھائی جاسکتی اسکو منقطع السند ہونے کا حیلہ اختیار کر کے ناقابل استدلال قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ سنداً صحیح نہیں ہے۔

اگر حافظ صاحب کو اتنا بھی پتہ نہیں ہے کہ مؤطا امام مالک کی تمام روایتیں عللاً اہل حق کے نزدیک صحیح ہیں اور اس کی مرسل روایات ہوں یا منقطع، اس کے بلاغات ہوں سب کی سب متصل السنہ میں، تو بڑے تعجب کی بات ہے مؤطا کی کسی حدیث کے بارے میں غیر صحیح ہونے کا قول عللاً محققین میں سے کسی کا نہیں ہے، مگر انہوں حافظ صاحب نے اس کی روایت پر عدم صحت کا حکم لگا کر کے اپنی تحقیق کی حقیقت اور اپنے علم حدیث میں مہارت کو بدنام زمانہ اور رسوائے عام کر دیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

فالمطبقة الاولى منه صدق بالاستقناع في ثلاثه كتب المطاوع

وصحیح البخاری وصحیح مسلم ، قال الشافعی اصح الکتاب بعد کتاب اللہ
 مؤطا مالک واقفق اهل الحديث علی ان جمیع ما فیہ صحیح علی رأی مالک
 ومن وافقه واما علی رأی غیرہ فلیس فیہ مرسل ولا منقطع الا قد اتصل
 السند به من طرق اخری فلاجرام انھا صحیحہ من هذا الوجه۔

یعنی استقراء (یعنی تلاش و تتبع) سے حدیث کی کتابوں میں طبقہ اولیٰ کی جو کتابیں

ہیں وہ تین کتابیں ہیں، مؤطا امام مالک، بخاری شریف و مسلم شریف، امام شافعی کا قول
 ہے کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب مؤطا امام مالک ہے اور محدثین کا اس پر اتفاق
 ہے کہ اس کتاب میں جتنی احادیث ہیں امام مالک کی رائے میں اور ان سے جو اتفاق رکھتے ہیں انکی
 رائے میں سب صحیح ہیں، اور دوسروں کی رائے میں اس طرح اس کی ساری روایتیں صحیح ہیں کہ

اس کی مرسل روایتیں اور منقطع روایتیں دوسرے طریقوں سے متصل السند ہیں۔ (ص ۳۳)

اور پھر حضرت حانظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے ان
 اصحاب کرام کے بارے میں جو ہیں رکتیں تراویح پڑھا کرتے تھے فرماتے ہیں۔

اس روایت میں اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ جو لوگ تیسرے رکت پڑھتے تھے

وہ حکم حضرت عمرؓ پڑھتے تھے ۳۳

میں کہتا ہوں کہ ان کو تیسرے رکت پڑھنے کیلئے حضرت عمرؓ کے حکم کی ضرورت

ہی نہیں تھی اسلئے کہ وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں یہ نماز ادا کرتے تھے، صحابہ کرام کے
 بارے میں یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ حضور کو تراویح آٹھ پڑھتے انھوں نے دیکھا ہو اور وہ کہا
 کہ خلافت تیسرے رکت تراویح مع الوتر پڑھیں، اور سنت تراویح ادا نہ کریں۔

جن جن روایتوں میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تیسرے رکت تراویح پڑھنے کا ذکر ہے اور

ان کی سندوں پر حانظ صاحب کلام کرنے کی گنجائش نہیں ملی انھوں نے سب پر ہی کلام کیا کہ
 ان کا یہ عمل حضرت عمرؓ کے حکم سے نہیں تھا، میری طرف سے بھی یہی جواب ہے کہ صحابہ کرام
 کے بارے میں یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ رسول اللہ کی سنت کو چھوڑ کر اپنی طرف سے تراویح

کا کہتے ہیں ادا کریں گے، اگر صحابہ کرام تین رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے تو یقیناً ان کے مشابہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا، اور وہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت درجنوں صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی روشنی میں ادا کرتے تھے۔

(۱۰) حضرت حافظ صاحب غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں بڑے پُروردانہ انداز میں لکھا ہے کہ :

صحیح سند سے خلفائے راشدین میں سے سوائے حضرت عمرؓ کے اور کسی سے کچھ ثابت نہیں ہے کہ وہ حضرات تراویح رکعت پڑھتے تھے یا کئی رکعت پڑھانے کا حکم فرماتے تھے ومن ادعیٰ فعلیہ البیان یعنی جس کا یہ دعویٰ ہو وہ دلیل پیش کرے۔ ۳۷

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اگر آپ کے نزدیک حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ اقبال ہے اور انکی بات کا آپ کے یہاں کچھ وزن ہے تو سنیں کہ امام ترمذی کیا فرماتے ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔

واکثر اهل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرہما من اصحاب البیہ
صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ بن رکعتہ۔ (ترمذی مع تحفہ ص ۲۲)

یعنی اکثر اہل علم اس بات کے قائل ہیں جو حضرت علی اور حضرت عمر اور دوسرے صحابہ کرام سے مروی ہے یعنی بیس رکعت کے،

مقام تعجب ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت علی اور حضرت عمر اور دیگر اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا تکلف تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حضرات صحابہ کرام بیس رکعت تراویح کے قائل تھے اور جن روایتوں میں ان صحابہ کرام کے بارے میں اس کا ذکر ہے انکو بلا تردد اور بلا کسی اعتراض کے صحیح سمجھتے ہیں، لیکن آج کا طبقہ اہل حدیث اجماع امت سے روگردانی کو تیار ہوا آٹھ رکعت تراویح کا قائل ہے اور اپنی ان ترانیوں سے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے عمل کو غلط بتلا رہا ہے۔ یا غریبہ للانسلام۔
بقیہ ص ۱۸ پر

مقام صحابہ کتاب سنت کی روشنی میں

اور مولانا مودودی

صحابہ کرام کی وہ تصویر جو زمانہ حال کے بعض محققین نے تیار کی ہے

آپ نے گذشتہ صفحات میں بڑی تفصیل کے ساتھ صحابہ کرام کے بارے میں علمائے دین اور اکابر دین کے خیالات کو معلوم کر لیا اور آپ نے دیکھ لیا کہ یہ علمائے دین اور اسلاف امت صحابہ کرام کے بارے میں حسن اعتقاد کو واجب قرار دے رہے ہیں اور ان کے مابین واقع ہونے والے اختلاف کو اجہتا و پر محمول کرتے ہیں اور کسی ادنیٰ صحابی کے بارے میں بھی سب شتم اور لعن طعن، سوؤ ظن اور بدعتیہ کی گوجائز نہیں رکھتے اور اسے اعدا یا اسلام اور منافقوں کا عمل بتلاتے ہیں۔ وہ سارے صحابہ کو عادل و ثقہ تسلیم کرتے ہیں اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے ان کے اعلیٰ معیار پر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور بالاتفاق صحابہ کرام کو افضل امت قرار دیتے ہیں۔

نیز آپ نے کتاب و سنت سے ثابت شدہ صحابہ کرام کی وہ تصویر بھی دیکھ لی جس کی وجہ سے انبیاء و رسل کے بعد اللہ کی مخلوق میں سب سے افضل قرار پائے، آپ نے دیکھا کہ کتاب و سنت نے سب کو بلا استثناء رضی قرار دیا۔ اللہ کے رسول نے ان کے بارے میں طعن و تشنیع کرنے والے پر لعنت فرمائی، ان کی عیب جوئی کو کتاب و سنت سے حرام قرار دیا ان کی پاکیزگی و طہارت کی گواہی دی، اہلسنت و الجماعت نے اسی کا عقیدہ رکھا اور ان

تاریخی روایات کو کالعدم قرار دیا جس سے اس عقیدے پر ضرب آتی ہو۔

یہ تو دین کے ان علماء کا فیصلہ تھا جو دین کو کتاب و سنت اور سلف صالحین کے اقوال و ارشادات کی روشنی میں سمجھتے ہیں لیکن جن لوگوں نے محض اپنی تحقیق کی روشنی میں کتاب و سنت اور اسلاف سے مستغنی ہو کر دین کو یا دینی شخصیتوں کو سمجھنے کی کوشش کی ہے انھوں نے صحابہ کرام کی کیا تصویر پیش کی ہے اس کا نمونہ آپ کو مولانا مودودی کی تحریرات میں ملے گا خاص طور پر ان کی کتاب ”خلافت و ملکیت“ میں آئندہ سطریں آپ اس دوسری تصویر کو بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔

یہاں ایک بات واضح کر دوں کہ میرا موضوع مولانا مودودی کا جواب دینا نہیں ہے ان کی اس کتاب کے جواب میں متعدد و مختلف انداز کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، میری اس کتاب کا موضوع صرف اتنا ہے کہ میں صحابہ کرام کی وہ تصویر بھی ناظرین کے سامنے پیش کروں جو کتاب و سنت اور سلف کے ارشادات کی روشنی میں ہم نے دیکھی اور سمجھی ہے اور وہ تصویر بھی پیش کر دوں جو مولانا کی تحریرات سے خاص طور پر اس کتاب سے ہمارے سامنے آتی ہے تاکہ ناظرین فیصلہ کریں کہ ان دونوں تصویروں میں سے کون سی تصویر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مناسب ہے اور بارگاہ نبوت سے تربیت پانے والوں کے حسب حال ہے اور اسی کے مطابق صحابہ کرام کے بارے میں اپنا عقیدہ بنائیں اور درحقیقت یہی ہے میرا وہ جذبہ اندوز جس نے مجھے اس کتاب کے لکھنے پر ابھارا ہے، اب آپ کتاب ”خلافت و ملکیت“ کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

ہم خلافت و ملکیت سے پہلے وہ
عام صحابہ کرام پر مولانا مودودی کی تنقید | اقتباس پیش کریں گے جس میں مولانا

مودودی نے عام صحابہ کرام کو اپنے قلم کا اپنی تحقیق کا نشانہ بنایا ہے۔

خلافت و ملکیت ص ۱۴۲ پر مولانا لکھتے ہیں۔

(۱) بلاشبہ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ واجب الاحرام ہیں اور بڑا ظلم کرتا ہے وہ شخص جو کسی غلطی کی وجہ سے ان کی ساری خدمات پر

پانی پھیر دیتا ہے اور ان کے مرتبہ کو بھول کر گالیاں دینے پر اتر آتا ہے۔

مگر یہ بھی کچھ کم زیادتی نہیں ہے گا اگر ان میں سے کسی نے کوئی غلط کام کیا ہو تو محض صحابیت کی رعایت سے اس کو اجتہاد قرار دینے کی کوشش کریں۔
بڑے لوگوں کے غلط کام اگر ان کی بڑائی کے سبب سے اجتہاد بن جائیں گے تو بعد کے لوگوں کو ہم کیا کہہ کر ایسے اجتہادات سے روک سکتے ہیں.....

(۲) جان بوجھ کر ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق غلط کام کرنے کا نام اجتہاد ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۳) کوئی غلط کام محض شرف صحابیت کی وجہ سے بہتر نہیں ہو جاتا بلکہ صحابا کے مرتبہ بلند کی وجہ سے وہ غلطی اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے ہمیں درج ذیل باتوں کی تسلیم حاصل ہوئی۔
(۱) صحابہ کرام واجب الاحترام ہیں ان کے مرتبہ کو بھول کر گالیاں دینے پر اتر آنا مکینہ اور ظالمانہ حرکت ہے۔

(۲) صحابہ کرام کے غلط کام کو غلط کہنا ضروری ہے۔

(۳) ان کے غلط کام کو محض شرف صحابیت کی رعایت کی وجہ سے اجتہاد قرار دینا زیادتی ہے۔^(۱)

(نوٹ) ہمارے سامنے خلافت و ملوکیت طبع دومؒ سے اسلامی پبلیکیشنز لیمیٹڈ لاہور کا نسخہ ہے اس مسئلہ میں اس کی طرف مراجعت کریں، بعد میں اس کتاب کے متعدد ڈیشن شائع ہو چکے ہیں جن کے صفحہ الگ الگ ہو سکتے ہیں۔
اے مولانا مودودی در حقیقت ان سادہ علماء اہل سنت و الجماعت کا دور کر رہے ہیں جو صحابہ کرام کے ایسی سازش کو اجتہاد پر محمول کرتے ہیں اور اس کو ان کی زیادتی سمجھتے ہیں اور اس میں تعین کر رہے ہیں ان کے اس غلط کام کو سوچے سمجھے منصوبے کے تحت باور کریں یعنی اس کا تعین کریں کہ صحابہ کرام پر گورانا بنا کر غلط کام کرتے تھے۔

(۴) صحابہ کرام جان بوجھ کر سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق غلط کام کرتے تھے جسے اجتہاد نہیں کہا جاسکتا۔

(۵) کوئی غلط کام محض شرف صحابیت کی وجہ سے مشرف نہیں ہو جاتا۔

(۶) یہاں تفہیمات ص ۴۴ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔ مولانا لکھتے ہیں:

”ان سب سے بڑھ کر ایک عجیب بات یہ ہے کہ سب اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی

بشریٰ مکر و دلیہ کا غلبہ ہو جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے پر چڑیں کر جاتے تھے۔“

صحابہ کرام کے بارے میں یہ انداز گفت گو دل دواغ کو خراب کر دیتا ہے اور ایک مسلمان

اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پاتا۔ ذرا آپ خود بھی چوٹیں کھا جاتے تھے۔ والا جملہ دیکھیں کیا

کوئی شریف آدمی صحابہ کرام تو الگ رہے کسی عام آدمی کے لئے بھی یہ تعبیر اختیار کر سکتا ہے۔

دراں حالیکہ مولانا مودودی نے اس چوٹیں کو جالتے تھے۔ دے دے کو ثابت کرنے کے لئے

جو مثالیں دی ہیں وہ غلط و درغلط ہیں اور اس سے اندازہ لگاتے کہ مولانا کو حدیث اور اصول

حدیث کی کتابوں پر معمولی نظر بھی نہیں تھی۔ میں نے حاشیہ میں ان کی غلطی کو واضح کر دیا ہے۔

۱۔ مولانا مودودی نے اس چوٹ کر جانے والے دعویٰ کے سلسلہ میں لکھا ہے۔

ابن عمر نے سنا کہ ابو ہریرہؓ کہہ کر مودودی نہیں سمجھتے فرمائے لگے ابو ہریرہؓ جھوٹے ہیں، حضرت عائشہؓ

نے ایک موقع پر زرت النس اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا کہ وہ حدیث رسول اللہ کو کیا

جائیں وہ تو اس زمانے میں بچے تھے، حضرت حسن ابن علی سے ایک مرتبہ دشاہدہ و مشہود کے معنی

پوچھے گئے تو انھوں نے اس کی تفسیر بیان کی، عرض کیا گیا کہ ابن عمر اور ابن زبیرؓ کیا کہتے ہیں فرمایا کہ یہ

دونوں جھوٹے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر مغیرہ بن شعبہ کو جھوٹا قرار دیا، عبادہ بن

صامت نے ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے مسعود بن اوس انصاری پر جھوٹ کا لازم لگا دیا حالانکہ وہ بدوی

صحابہ میں سے تھے۔ (تفہیمات ص ۴۸ ج ۱)

لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا یا تو مولانا مودودی کو فن حدیث سے واقفیت نہیں یا وہ اس

حضرت عثمانؓ پر تنقید

مولانا مودودی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ خلافت کے معیار مطلوب کو قائم نہ رکھ سکے

فنی کی اصطلاح سے جا رہا ہے انہیں علوم ہی نہیں کہ مبادرت عرب میں لفظ کذب کہتے مسند میں استعمال ہوتا ہے
یا مولانا کو معلوم ہے اور انھوں نے قصداً وجل و فریب کا کیا ہے۔

ہیں آپ کو بظاہر انہوں کی لفظ کذب اپنے معروف معنی کے علاوہ کلام عرب میں دوسرے معنوں میں بھی عام
طور پر استعمال ہوتا ہے مثلاً ترغیب، اغرائض، اجماع، دجوب، لزوم، غلبہ، سہو، خطا، دوہم غلط، تعرض، توبیر
وغیرہ میں بھی استعمال ہوتا ہے تفصیل کیلئے دیکھو مجمع البہار ج ۲۸ ص ۲۸ غلط طرازی نے اس کتاب میں یہ سب
استعمالات مثالوں کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔

مولانا کی مثالوں میں کذاب کا معروف معنی نہیں بلکہ کذاب معنی میں اس خطا کے استعمال ہوا ہے اور اس معنی کے
علاوہ دوسری کسی محدث نے بیان نہیں کی ہے دیکھو مجمع البہار نیز اجزاء الک ۲۵۶
بلکہ بنی جرح نے تو اہل مدینہ کے متعلق کہا ہے کہ وہ کذاب کو خطا کے معنی میں استعمال کرتے تھے

قال الحافظ فی التلخیص وقول عباد کذاب حانظ نے تلخیص میں حضرت عباد کے اس قول کذاب الجموں
ابو محمد اذ اخطا وھذا لفظ مستعملہ لاهل کے بارے میں لکھا ہے کہ رادیاں کذاب سے غلط ہے
البحار اذا اخطا احدہم یقال لہ کذاب۔ اور اہل حجاز اس لفظ کو اس طرح استعمال کرتے تھے۔

(ادجزء الک ۵۵) جب کوئی آدمی غلطی کرتا تو کہتے کذاب

یہ جتنی مثالیں مولانا مودودی نے دی ہیں سب کا تعلق قول سے ہے اور فتویٰ میں یہ نہیں لکھا یا کہ ظن نے حرب کا
بلکہ یہ لکھا ہے کہ ظن نے غلطی کی، یہاں ان مثالوں میں اخطا یا سہو یا دوہم کے علاوہ کوئی دوسرا معنی درست نہیں لکھا گیا۔
بہر حال مولانا مودودی نے یہاں زبردست ٹھوکہ کھائی ہے یا قصد انھوں نے تجاہل ہوتا ہے اور حضرت عائشہؓ لا حصر
انفس اور حضرت ابوسعیدؓ کو یہ کہنا اور یہ کہ حدیث سے زیادہ واقف نہیں تھے اس کو چوتھ کرنے سے تعبیر کرنا یہ مولانا
مودودی کے سوء فہم کا نتیجہ ہے اور یہاں حضرت عائشہؓ نے محض ایک حقیقت واقفہ کا بیان فرمایا
ہے اور بس۔

اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں جو نظام تھا انھوں نے اس کے خلاف ایک نیا قدم اٹھایا جس کی وجہ سے اس کے خلاف شورش برپا ہوئی اور قبائلیت کی دلی ہوئی چکارا پھوٹے۔ سلگ اٹھیں۔ مولانا لکھتے ہیں :

”مگر قیمتی سے خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ اس معاملے میں معیار مطلوب کو قائم نہ کر سکے ان کے عہد میں بنی امیہ کو کثرت سے بڑے بڑے عہدے اور بریت الٰہی سے وظیفے دیئے گئے۔ (ص ۹۹ خلافت و لوکیت)

..... اس کا نتیجہ آخر یہی ہوا جس کا حضرت عمرؓ کا اندیشہ تھا ان کے خلاف شورش برپا ہوئی اور صرف یہی نہیں کہ وہ خود شہید ہوئے بلکہ قبائلیت کی دلی ہوئی چنکاریاں پھر سلگ اٹھیں جن کا شعلہ خلافت راشدہ کے نظام کو ہی پھونک کر رہا۔ (منت الیضا)

مولانا مودودی نے اپنی اس عبارت میں حضرت عثمانؓ ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر دے دیے الفاظ میں جو سنگین الزام لگایا ہے وہ کسی وقت نظر کا حجاج نہیں ہے، یعنی مولانا مودودی کہنا یہ چاہتے ہیں کہ خلافت راشدہ کو جس چیز نے پھونک کر رکھ دیا دراصل حضرت عثمانؓ دہ طرز عمل تھا جس کو انھوں نے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے اور عطا دیئے کی شکل میں اختیار کیا تھا، گویا خلافت راشدہ کے تباہی و بربادی کے اصل باعث حضرت عثمانؓ ہوئے۔

مولانا مودودی نے اس کتاب میں ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے۔

”خلافت راشدہ سے لوکیت تک“

اس باب کے ایک ذیلی عنوان ”تغیر کا آغاز“ کے تحت لکھتے ہیں :

”اس تغیر کا آغاز ٹھیک اس مقام سے ہوا جہاں سے اس کے ردنا ہونے کا حضرت عمرؓ کا اندیشہ تھا، اپنی ذات کے قریب زمانہ میں سب سے بڑھ کر جس بات سے وہ ڈرتے تھے وہ یہی کہ کہیں ان کا جانشین اپنے قبیلہ اور اپنے اقربا کے معاملہ میں ابراہیمی مذہب کے دے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ان کے

زمانے تک چلی آ رہی تھی لیکن اس کے بعد جب حضرت عثمانؓ
جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ اس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے انھوں نے بے دریغ
اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے عطا کئے انسان کے ساتھ دوسری
ایسی رعایات کیں جو عام طور پر لوگوں میں ہٹ اعراض بن کر رہیں۔ (۱۸۱ء)
مولانا نے اس عبارت میں واضح طور پر حضرت عثمانؓ کو آنحضرتؐ اور خلفائے راشدین
کی پالیسی سے ہٹ جانے کے الزام سے متہم قرار دیا ہے اور ایسی رعایات کیں۔ والا جملہ برا
معنی خیز ہے، ظاہر بات ہے کہ یہ رعایتیں جائز تو تھی نہیں ورنہ کسی کو اس پر اعراض ہی کیوں
ہوتا؟ اور رعایتیں ناجائز ہی رہی ہوں گی جس کا ارتکاب حضرت عثمانؓ نے کیا۔
مولانا مودودی کا حضرت عثمانؓ پر ایک اعراض یہ بھی ہے کہ انھوں نے جن کو اپنا گورنر
بنایا وہ اس کام کے لئے موزوں نہیں تھے وہ اگرچہ ایمان لائے تھے مگر حضورؐ کی صحبت و تربیت سے
ان کو اتنا نائدہ اٹھانے کا موقعہ نہیں ملا تھا کہ ان کے ذہن و کردار کی پوری قلب اہمیت ہو جاتی
یعنی ان کو آنحضرتؐ کی صحبت تو میر ہوئی لیکن آپؐ کی صحبت نے ان میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔
مولانا لکھتے ہیں :

”دوسرے یہ کہ ارتش لای تحریک کی سربراہی کے لئے یہ لوگ موزوں بھی نہ
ہو سکتے تھے کیونکہ وہ لوگ ایمان تو ضرور لے آئے تھے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ
و سلم کی صحبت و تربیت سے ان کو اتنا نائدہ اٹھانے کا موقعہ نہیں مل سکا تھا کہ
ان کے ذہن اور تیز کردار کی پوری قلب اہمیت ہو جاتی۔“ (۱۹ء)
ایک جگہ لکھتے ہیں :

”تیسرے یہ کہ ان میں سے بعض کا کردار ایسا تھا کہ اس دور کے پاکیزہ ترین
اسلامی معاشرے میں ان جیسے لوگوں کو بلند مناصب پر مقرر کرنا کوئی اچھا اثر
پیدا نہ کر سکتا تھا۔“ (۲۰ء)

اس کے بعد مولانا مودودی صاحب نے صحابی رسول حضرت دینہ بن عتبہ کے سیرت

دکر دار پر بحث کی ہے جن کو حضرت عثمانؓ نے اپنا گدز بنایا تھا اور یہ ثابت کیا ہے کہ وہ شراب نوش اور فاسق تھے۔ ص ۱۱۳

گویا مولانا حضرت عثمانؓ کے بارے میں یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ انھوں نے جن کو اپنی خلافت کے زمانہ میں عہدے دیئے اور جن کو خلافت کے نظم و نسق میں شریک کیا وہ اچھے گیر کٹر و نیک سیر و کردار کے آدمی نہیں تھے ایسے

اس کتاب میں تو نہیں لیکن مولانا نے اسنی ایک دوسری کتاب "تجدید احیاء دین" میں تو صاف صاف لکھ دیا ہے کہ حضرت عثمانؓ خلافت کے اہل نہیں تھے، اور ان کے دور خلافت میں جاہلیت کا نظام گھس آیا تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

"مگر ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار دست کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ

لے لیکن یہ بات بیان زمین میں رہے کہ مولانا خود وہی کی یہ بات تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ الزام صرف حضرت عثمانؓ تک محدود نہیں رہے گا بلکہ اس الزام سے نبی کی ذات و شخصیت بھی نہیں بچ سکیں گے، اسلئے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جو لوگ گورنر تھے ان میں وہ لوگ بھی تھے جن کو آنحضرتؐ نے امیر، قائد اور گدز بنایا تھا اور یہ لوگ اس عہدے پر حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کے زمانے میں بھی باقی رہے، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جو لوگ گورنری کے عہدے پر تھے وہ یہ ہیں۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ، حضرت عبداللہ بن عامرؓ، حضرت سعید بن العاصؓ، حضرت ولید بن عقبہؓ، مروان بن الحکمؓ رضی اللہ عنہم۔ ان میں حضرت معاویہؓ آنحضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کاتب دہی تھے، نیز حضرت عروہؓ کے زمانہ میں فلسطین و شام کے گورنر تھے۔

حضرت ولید بن عقبہؓ کو حضرت ابوبکرؓ نے مشرق اور دن میں شکوکشی کے سلسلہ میں سپہ سالار بنایا تھا نیز حضرت عروہؓ کے زمانہ میں بھی امیر رہے۔

حضرت سعید بن العاصؓ کے بارے میں خود آنحضورؐ نے ان کے ایمان و اصلاح کی گواہی دے کر آپؐ کا رشتہ دار کہا ہے ۱۲۰ پر لافخہ فرمائیے اب صرف مروان بن الحکم اور حضرت عبداللہ بن عامرؓ کے بارے میں خود ہی حقائق ۱۲۱ و ۱۲۲ میں چاہیں کر سکتے ہیں۔

سخت ہوتا جا رہا تھا اور دوسری طرف حضرت عثمانؓ جن پر اس کا غلبہ
بار کھا گیا تھا ان تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر
پیش روؤں کو عطا ہوئی تھی اسلئے ان کے زیادہ خلافت میں جاہلیت کو
اسلامی نظام اجتماعی میں گھسنے کا موقع نہ مل گیا۔

گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاذ اللہ ایک نااہل آدمی کو خلافت کے لئے مناسب
خیال فرمایا (اس لئے حضرت عثمانؓ ان چھ آدمیوں میں سے ایک تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے اپنی وفات سے پہلے منتخب کیا تھا) اور صحابہ کرام نے اس نااہل کو معاذ اللہ خلیفہ بنا کر
باتفاق اس کے رہنمائی پر بیعت خلافت کر لی۔

انہوں نے حضرت عمر اور صحابہ کرام کو حضرت عثمانؓ کی اس کمزوری کا اور کٹ کر سکے
اور آج چودہ سو سال کے بعد ہمارے یہ محققین اس راز کو پارہے ہیں۔
بقیہ مشا پر

اے مولانا مودودی حضرت عثمانؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ نااہل تھے۔ ان کے نزدیک ان میں
اخلاق کی وہ قوت اور بلند کرداری نہیں تھی جس کی وجہ سے وہ بار خلافت کے متحمل ہو سکتے لیکن
- تاریخ لایہ فیصلہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے علاوہ صحابہ کرام کی نگاہ میں اس عہدہ خلافت کیلئے حضرت
عثمانؓ کے موجود ہوتے ہوئے کوئی دوسرا نہیں تھا جسے صحابہ کرام اس عظیم عہدہ کو سپرد کرنا پسند فرماتے
چنانچہ اس کے مقابل کوئی تھا تو وہ حضرت علیؓ تھے مگر خلافت کیلئے بالاتفاق صرف حضرت عثمانؓ
کا نام لیا جاتا تھا چنانچہ البیہار میں حضرت عبدالرحمنؓ (جو خود خلافت کیلئے نامزد تھے) اور جو اس
گم میں پیش پیش تھے) کا یہ قول نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں۔

انہ سئل من یمکنہ سوالہ من
اہل الشوریٰ وخیوہم فلا یشیر الا
عثمان بن عفان۔
حضرت عبدالرحمنؓ نے اہل شوریٰ اور غیر اہل شوریٰ
سے جن سے بھی اس بارے میں دریافت کرنا
مکن تھا سب کے رائے معلوم کی ہر ایک نے صرف
حضرت عثمانؓ کا مشورہ دیا۔

اعیان العباد یعنی اللہ والے

عطار بن ابی رباح

حضرت عطار بن ابی رباح مکہ مکرمہ کے باشندہ تھے، حرم پاک کے مفتی کی حیثیت سے جانے جاتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی ولادت ہوئی تھی۔

علم و فضل میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت میں اپنی نظیر آپ تھے، آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام ہانی، حضرت ابوسریحہ، حضرت ابن عباس، حضرت حکیم بن خزام، حضرت زید بن ابی ارقم، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ بہت سے صحابہ کرام سے ان کو شاگردی کا شرف حاصل ہے۔

ان کے شاگردوں میں سے مجاہد بن جیسر، ابوالفتح سبسی، ابوالزبیر، عمرو بن دینار

امام زہری، حضرت قتادہ، عمرو بن شعیب وغیرہ کے علاوہ سیکڑوں تابعین و تبع تابعین ہیں۔

حضرت عطاء فرماتے تھے کہ میں نے دو سو صحابہ کرام کا زمانہ پایا ہے، ان کے علم و فضل کی کوئی ہوا
خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، عمر بن سعد کی والدہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے تھے مسید المسلمین عطاء بن رباح یعنی مسلمانوں کے
سردار عطاء بن رباح ہیں، حضرت امام جعفر فرماتے تھے کہ لوگو عطاء کی مجلس اختیار کرو،
خدا کی قسم وہ مجھ سے بہتر ہیں، نیز فرماتے تھے کہ جتنا ہو سکے ان سے علم حاصل کرو، انھیں کا ارشاد
ہے کہ روئے زمین پر حج کے مسائل کو جاننے والا ان سے بڑا عالم دو سو انہیں ہے۔ ابن ابی لیلیٰ
کہتے ہیں کہ عطاء نے ستر سے زیادہ حج کئے ہیں، ابو حازم کہتے ہیں کہ اہل مکہ میں تنویلی کے بارے میں
عطاء کا مقام سب سے اونچا ہے، اسماعیل بن اسیر کہتے ہیں کہ عطاء خاموش رہا کرتے تھے لیکن
جب گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اللہ کی طرف سے یہ عہدہ ہیں، حضرت امام اعظم کا ارشاد تھا کہ
میں نے عطاء سے افضل اور جاہر جعفری سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا، عبد اللہ بن رباح کہا کرتے
تھے کہ میں نے عطاء سے اچھا مفتی نہیں دیکھا، ابی بکر مجلس میں اللہ کا ذکر ہوتا، ان کی زبان ذکر اللہ
سے خاموش نہیں رہتی تھی، اور جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اس کا جواب وہ نہیں دیتے تھے۔
زہد و اتعاریں بھی ان کا درجہ بہت اونچا تھا، ابن جریر کہتے ہیں کہ بیس سال تک سجدہ
ہی ان کا فرش تھی اور ان کی نماز بہت خوب ہو کا کرتی تھی، عمر بن زید کہتے ہیں کہ میں نے ان کے بدن
کے کپڑوں کی قیمت کا اندازہ لگایا تو وہ پانچ درہم سے زیادہ کا نہیں تھا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ میں عطاء کے ساتھ اٹھارہ سال رہا، بوڑھے اور ضعیف ہونے کے
بعد بھی جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو سورہ بقرہ کی دو سو آیت اس طرح تلاوت کرتے کہ بدن
میں ذرا بھی حرکت نہ ہوتی تھی۔

شاہی دربار میں ان کا وقار یہ تھا کہ جب یہ غلیفہ کے دربار میں جاتے تو خلیفہ کھڑے ہو کر
ان کا استقبال کرتا اور اپنے ساتھ ان کو اپنے تخت پر بٹھلاتا، اور یہ بھرے دربار میں ارکان
دولت کے سامنے پوری قوت ایمان کے ساتھ کھڑے ہوتے اور خلیفہ اس کو بنور سناتا، اس طرح کا

ایک واقعہ (مصمبی بیان کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ عبدالملک بن مروان جب حج کے لئے مکہ آیا تو عطار اس کے پاس گئے، جب خلیفہ کی نگاہ ان پر پڑی تو ان کی طرف وہ بڑھا اور اس نے خود سلام میں پیش قدمی کی اور ان کو اپنے تخت پر بٹھلایا، اور خود نیچے ان کے سامنے بیٹھ گیا، پھر ان سے پوچھا کہ اے ابو محمد سر عطار کا کنیت ہے؟ کس ضرورت سے آنا ہوا، تو انھوں نے اس سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اللہ اور اس کے رسول کے حرم میں تقویٰ کے ساتھ رہئے آپ حرمین پاک کی آبادی کی فکر میں رہئے، اور اس کی عمارت کی دیکھ بھال کیجئے، ان جگہوں میں ہاجرین اور انصار کی اولاد بستی ہے ان کا خوب خیال رکھئے اور ان کے حقوق میں کوتاہی برتنے سے ڈریے، آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کو جو مقام ملا ہے یہ انھیں اولادوں کے باپ دادا کا وعدہ ہے، اور سرحدوں کی حفاظت میں کوتاہی سے ڈریے اور یہ سرحدیں ہی مسلمانوں کا قلم ہیں، آپ مسلمانوں کے احوال کا جائزہ لیتے رہا کریں، اسلئے صرف آپ ہی سے روز قیامت ان کے بارے میں سوال کیا جائیگا اور جو آپ کے دروازہ پر جائیں ان کے بارے میں تقویٰ اختیار کیجئے، ان سے غفلت اختیار نہ کیجئے اور اپنا دروازہ ان کے لئے نہ بند کریں۔

عبدالولید نے عطار کی ان باتوں کو سن کر کہا کہ میں یہ سب کر دوں گا، پھر وہ کھڑا ہوا اور اس نے عطار کا ہاتھ پکڑ کے دن سے کہا کہ آپ کی یہ گفتگو تو دوسروں کے بارے میں تھی، آپ کی اپنی ضرورت کیلئے؟ تو عطار نے اس کو جواب دیا کہ مخلوق کے سامنے میں اپنی ضرورت نہیں رکھتا۔ یہ کہہ کر اس کے دربار سے نکل گئے، ان کے دربار سے نکلنے کے بعد دربار میں موجود لوگوں سے کہا کہ خدا کی قسم یہی شرف ہے اور یہی سرداری ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کو علم و فضل اور تقویٰ و طہارت اور عمل و کردار کی صفت سے متصف کرتا ہے تو آپ نے دیکھا کہ اس کے سامنے بادشاہ بھی بے حیثیت ہو جاتے ہیں، اور خود بادشاہ ایسے آدمی کو تخت پر بٹھا کر کے اس کے سامنے باادب ہو کر بیٹھتا ہے اور اگر اس انسان میں ظاہری ہزار عیوب بھی ہوں تو ان عیوب کی طرف کسی کی نگاہ نہیں پڑتی ہے، آپ کو سن کر تعجب ہو گا کہ عطار بن رباح ظاہری طور پر سوا یا عجیب تھے، ان میں کون کون سے عیوب تھے تو لکھا ہے کہ

کان عطاء اعور، امثل، اخفس، اعرج، اسود یعنی حضرت عطاء کانے تھے، ہاتھ مغلیج تھا، ناک چنی تھی، منگڑے تھے، اور سیاہ رنگ کے تھے۔ یہ تو ابوداؤد کا بیان ہے۔ اور عثمان بن عطاء کہتے ہیں۔ کان عطاء اسود شاید السواد، لیس فی راسہ شعرا لاشعرات۔ یعنی حضرت عطاء بہت کانے تھے، ان کے سر میں صرف چند ہی بال تھے۔

اور امام ذہبی کہتے ہیں کہ ان کی عربی بھی بہت کمزور تھی، نوے سال کی عمر ہو گئی تھی اس وقت ان کی خواہش تھی کہ کاش میں اپنی طرح عربی بولتا۔

اور ان سب کے باوجود عطاء کا تعلق مروانی یعنی غلاموں سے تھا، لیکن علم و فضل نے ان کو اتنا اونچا کر دیا تھا کہ ان کی زبان سے جو بھی نکلتا پورے حجاز میں اسے تسلیم کر لیا جاتا، حج کے زمانہ میں خلیفہ وقت کی طرف سے اعلان کیا جاتا کہ لا یفتی الناس الا عطاء بن رباح، یعنی لوگوں کو صرف عطاء بن رباح فتویٰ دیں گے۔

عطاء کی عمر نوے سال سے زیادہ ہوئی، قتادہ کہتے ہیں کہ ان کی عمر اٹھاسی سال تھی، اور ان کی وفات ۳۱۱ھ میں ہوئی، بعض حضرات نے ان کی وفات کا سال ۳۱۰ھ اور ۳۱۲ھ بھی بتلایا ہے۔
(سیر اعلام النبلاء ص ۲۷۳ ج ۵)

میمون بن مہران

میمون بن مہران نام تھا، ابوایوب کینیت تھی، ایک عورت کے غلام تھے، جس نے ان کو آزاد کر دیا تھا، ان کی نشوونما کو ذہبی ہوائی اور بعد میں رقیہ میں سکونت پذیر ہوئے، رقیہ جزیرہ کا علاقہ تھا اس وجہ سے ان کو جزیری کہا جاتا ہے۔

علم و عمل نے ان کو بڑی شان والا بنایا تھا، امام ذہبی ان کو الامام، الحج، اور عالم الجزیرہ و مفتی جزیرہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ان کا شمار تابعیین کے اس طبقہ سے ہوتا ہے جنہوں نے متعدد صحابہ کرام سے حدیثیں

سنی تھیں، ان کی روایت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے احادیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔

ان کے شاگردوں میں ان کے صاحبزادہ کے سوا حضرت اعش، حمید الطویل، حجاج بن ارطاة، جابر بن برکان، امام اوزاعی، معقل بن عبید اللہ کے سوا ایک بڑی جماعت ہے۔ ان کی پیدائش کا سال وہ ہے جس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موت ہوئی تھی یعنی سنی چالیس ہجری۔

سیمون بن مہران کی شخصیت علم و عمل کی جامع تھی، فضل و کمال میں اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے، عبادت گزاری میں اپنے وقت کے بے نظیر آدمی تھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان کو عہدہ قضا پر متین کیا تھا، انھوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو کھلے کسے بڑھا ہو گیا ہوں، مجھے اس ذمہ داری سے معاف فرمایا جائے تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان کو نکھا، میں نے تم کو دشواری میں ڈالنے کے لئے اس عہدہ پر نہیں رکھا ہے، بس اتنا کر دو کہ جائز طریقہ پر جو خراج کا مال ہو اس کو لے کر میرے پاس بھیج دو اور جو بات واضح طور پر سمجھ میں آئے اس کے مطابق فیصلہ کرو۔ اور اگر کوئی مشکل معاملہ ہو تو میرے پاس بھیج دو، پھر نکھا خان الناس لو کان اذا ابوعلیہم امرت کو کہ لم یقم دین و لا دنیا یعنی لوگ اگر کاموں کے بوجھ سے ڈر کر اس کو چھوڑ دیں گے تو نہ دین قائم رہے گا اور نہ دنیا۔

اللہ نے حضرت سیمون کو عبادت کا کیسا ذوق دیا تھا، ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ سیمون نے سترہ روزیں سترہ ہزار رکعتیں نماز ادا کی تھیں، اٹھا رہیں بعد ان کے پیٹ کا کوئی حصہ کٹ گیا اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

سیمون بن مہران کے ملفوظات میں سے چند یہ ہیں

فرماتے تھے کہ تین چیزیں وہ ہیں کہ اس میں نیک و بد میں فرق نہیں کیا جائے گا، امانت دونوں کی لوٹائی جائے گی، دونوں سے کیا عہد پورا کیا جائے گا، دونوں کے ساتھ صلہ رحمی معاملہ ہوگا۔

فرماتے تھے کہ آدمی کو اپنی فکر میں رہنا چاہئے، جب تک لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے غیریت سے رہیں گے۔

نیز فرماتے تھے کہ جو پوشیدہ برہان کو کرے، پوشیدہ قہر کے اور جو علانیہ برہان کرے اس کو علانیہ قہر کرنا چاہئے۔

فرماتے تھے سلطان کے پاس حاجت لیجانے سے بہتر ہے کہ دو رکعت نماز پڑھے اور اپنی حاجت اپنے مالک کے سامنے رکھے۔

نیز ان کا قول تھا کہ جب تک آدمی اپنا سمحت محاسبہ نہ کرے اور یہ نہ جانے کہ اس کا لباس اور اس کا کھانا کہاں سے ہے، متقی نہیں ہو سکتا۔

فرماتے تھے کہ مجھے بیت المال کا امین بنایا جائے تو میں اس کا امین بن سکتا ہوں مگر ایک کالی بے شکل باندی کے پاس رہنے سے مجھے اپنی امانت داری کے بارے میں شک ہے کہ میں اپنے نفس اور خواہش کو دبا سکوں گا یا نہیں۔

امام بخاری کے علاوہ تمام ارباب صحاح نے میمون بن مہران کی روایتیں لی ہیں، یہ ثقہ محدث تھے، اور علم حدیث کے بڑے عالم تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں وقد خرج ارباب الکتاب لمیمون بن مهران سوى البخاری فما ادری لهم متوکلہ یعنی تمام محدثین نے ان کی حدیثوں کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے سوائے امام بخاری کے، مجھے نہیں معلوم کہ انھوں نے ان کی حدیث کیوں چھوڑی۔

میسون بن مہران کا انتقال ۱۱۸ھ میں ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۴۱۸)

بریلوی مذہب پر ایک نظر

ایصالِ ثواب کا کھانا کس کیلئے

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا۔

زندگی میں اپنے لئے ایصالِ ثواب کر سکتا ہے یا نہیں؟ جواب دیا گیا ہاں کر سکتا ہے۔ محتاجوں کو چھپا کر دے، یہ جو عام رواج ہے کہ کھانا پکایا جاتا ہے اور تمام اغنیاء و برادری کو دعوت ہوتی ہے ایسا نہ کرنا چاہئے۔ ایصالِ ۳۷ ص ۵۲ ج ۳
فتاویٰ ۱۔ بریلوی حضرات اعلیٰ حضرت کے اس ارشاد پر عمل کریں اور ایصالِ ثواب کا کھانا صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی چھپا کر

قرآن کی تحریف اور اعلیٰ حضرت کی تصدیق

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا۔ دو جلدات عاتلِ افغانی اس کے یہ منہ کر سکتے ہیں کہ آپ کو کثیر امت والا پایا کہ شفاعت کا وعدہ فرما کر آپ کو بے پردہ کر دیا؟
اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہہ سکتے ہیں تاویل کے درجہ میں ہوگی۔ ایصالِ ۳۷ ص ۵۲ ج ۳
فتاویٰ ۱۔ بریلوی مذہب کے یہ وہ ذمہ دار حضرات ہیں جو قرآن کو اپنی ہوس کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ یہ اپنی رائے سے قرآن کی آیت کا جو چاہے مطلب بلا تکلف بیان کرتے ہیں۔ ذرا کوئی قرآن اٹھا کر دیکھ لے اس آیت کا کیا ترجمہ ہے۔ اور یہاں اس کا کیا

ترجمہ کیا جا رہا ہے۔

رسول کو عہد کے درجہ سے بڑھانا جائز نہیں

اعلیٰ حضرت نے نکتہ بیان فرمایا۔

تمہارا دین یہ ہے۔ اشدھان محمدًا عیدہ و رسولہ عہدہ پہلے ہے رسول بعد کو کہ عہد کو عہد کے درجہ سے نہ بڑھا دینا۔ احادیث میں کس قدر تاکید کے ساتھ سجدہ کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ کہیں فرمایا۔ سجدہ بغیر اللہ جلیم ہے۔ کہیں فرمایا۔ سجدہ اللہ کے لئے خاص ہے، کہیں فرمایا سجدہ بغیر اللہ کو نہ کرو۔ اتنی احتیاطوں کے ساتھ سجدہ حرام کیا گیا ہے۔

(الفتاویٰ ص ۳۷ ج ۲)

فنا خدا :- بریلوی مذہب میں تو رسول بھی صفات الہیہ کے ساتھ متصف ہوتا ہے، وہ مختار کل ہوتا ہے، وہ متصرف فی الکائنات ہوتا ہے، وہ عالم الغیب ہوتا ہے، وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتا ہے، وہ دور اور قریب سب کا سننے والا ہوتا ہے، اس کی نگاہ میں کائنات کا ذرہ ذرہ ہوتا ہے، بندہ کے قلوب اس کی مٹھی میں ہوتے ہیں، وہ مالک نفع و ضرر ہوتا ہے، وہ اللہ کی تمام صفات کمال کا جامع ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ ساری باتیں وہی نہیں کہ رسول کو مرتبہ جدیدیت سے اٹھا کر مرتبہ الوہیت تک کر دیا گیا ہے؟

گناہ بجانا سننے والے کی امامت مکروہ ہے

اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا۔

زید عالم بالسنہ ہے، عالم باعمل سماع بالمراسر سنسے، اس کی امامت جائز ہے۔ اس کی امامت میں کراہت تو نہیں؟ ارشاد ہوا۔

مراسر حرام ہیں، ان کا سننا عالم باعمل کا کام نہیں، اگر اعلاناً اس کا مرتکب ہوا اس کو امام نہ کریں اور کراہت سے تو کسی حال میں خالی نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۲۶۸)

فائدہ :- اعلیٰ حضرت کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ جس قوالی میں باجا سازگی اور اس قسم کی گانے بجانے کی چیزیں ہوں تو قوالی ناجائز اور حرام ہے، اور اس قوالی کا سننے والا فاسق ہے، اس کی امامت مکروہ ہے۔

شبینہ مکروہ ہے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :

شبینہ ایک یا چند حافظ لکھ کر کرتے ہیں مکروہ ہے۔ اکابر نے ایک رات میں بڑوں ختم فرمایا مکروہ خاص اپنے لئے ذکر جماعت میں۔ (ایضاً ص ۵۰۳ ج ۳)

فائدہ :- بریلوی حضرات اس شبینہ کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں، مگر اعلیٰ حضرت نے فیصلہ کر دیا کہ غلط مکروہ ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی کام کتنا بھی اچھا بظاہر ہو کون اگر شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے تو وہ مکروہ اور ناجائز ہی ہوگا، البتہ اعلیٰ حضرت سے یہ ضرور پوچھنا ہے کہ آپ کے یہاں تو وہی کام مکروہ و ممنوع ہوتا ہے، جس کی مخالفت کی صراحت قرآن و حدیث میں ہو، آپ بتائیے کہ شبینہ کو قرآن و حدیث میں کہاں منع کیا گیا ہے اصل ارشاد میں اباحت ہے اپنا یہ کلیہ بھول گئے۔

اعلیٰ حضرت کا دین و مذہب

اعلیٰ حضرت نے مرتے وقت وصیت کی تھی۔

رضا حسین، حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان متباہر نہ شو
نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا،
ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا دین و مذہب عام مسلمانوں کے مذہب سے الگ کوئی مذہب ہے، جس کی بنیاد اعلیٰ حضرت کی کتابوں پر ہے۔

اعلیٰ حضرت کی فاتحہ کے سلسلہ کی وصیت

اعلیٰ حضرت نے دم واپس اپنے اعزاء کو وصیت کی
 ”اعزائے اگر طبیب خاطر ممکن ہو تو ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ پیچ
 دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگر چھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ
 خواہ بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فرنی، اردو کی پھر بڑی دال مع ادرک دلو از م
 گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف اگر روزانہ ایک چیز سے
 تو یوں کرو یا جیسے مناسب جانو: (وصایا ص ۱۱)

فائدہ کا :- معلوم نہیں اعلیٰ حضرت کی اس وصیت کا اعزاء کی جانب سے استقبال
 ہوا یا نہیں؟ اور کبھی ان چیزوں کی فاتحہ بھی کرا اعلیٰ حضرت کے کام و دہن کو ان اعزاء نے لذت
 آشنا کیا یا نہیں، بہر حال بریلوی حضرات پر بھی اعلیٰ حضرت کی اس فاتحہ کا قرض ہے، اسے
 حسب وصیت اعلیٰ حضرت چکانے کی فکر کرنی چاہئے۔

قرن الشیطن کا مطلب دیوبندی گروہ

مفتی یار محمد خاں لکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہاں سے قرن
 الشیطن یعنی شیطانی گروہ نکلے گا۔ اردو میں قرن الشیطن کا ترجمہ ہے۔ دیوبندی گروہ۔
 اردو میں دیکھتے ہیں شیطان کو بند کہتے ہیں گروہ یا تابعدار۔ ”جاو ابھی“

فائدہ کا :- حدیث میں ہے کہ آپ نے نجد کے بارے میں فرمایا تھا کہ ہنالک

زالال والفتن و بھائیطلع قرن الشیطن جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہاں زلزلے اور
 فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سراغ اہر ہوگا۔

اس کا ترجمہ مفتی صاحب نے دیوبندی گروہ کیا ہے، جس طرح قرآن کا ترجمہ غلط جام ہے
 اسی طرح حدیث رسول کا بھی غلط ترجمہ حرام ہے۔ مفتی صاحب معلوم نہیں کیسے مفتی ہیں کہ

بلا تکلف اس امر حرام کا ارتکاب کیا اور آنحضرتؐ کی طرف مذہبات منسوب کی جو آپ نے فرمائی دتھی۔ اس طرح انھوں نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا۔ صحیح حدیث ہے مَنْ تَقَوَّلَ عَلَىٰ فَلْيَتَّبِعْ مَقْعِدَهُ مِنَ النَّارِ یعنی جس نے میری طرف کوئی بات منسوب کی جس کو میں نے کہا نہیں اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، مفتی صاحب اپنا انجام سوچ لیں۔

قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا حرام ہے

مفتی صاحب ہوسوف لکھتے ہیں۔ قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا حرام ہے بلکہ اس کے لئے نقل کی ضرورت ہے۔ (ایضاً ص ۱۱)

فائدہ ۱۔ بریلوی حضرات نے قرآن کو اپنی ہوس کی جولا نگاہ بنایا ہے اور بلا تکلف قرآن کا مطلب اپنی طرف سے گڑھتے ہیں۔ حدیث کے سلسلہ میں تو ابھی ایک نمونہ آپ کے سامنے خود مفتی صاحب کے قلم کا گزرا ہے اور اس کتاب میں اس کا نمونہ جگہ جگہ آپ نے دیکھا ہو گا۔

تحریف کا مطلب

مفتی صاحب لکھتے ہیں :
”تحریف یہ ہے کہ قرآن کے ایسے معنی یا مطلب بیان کرے جو کہ اجماع امت یا عقیدہ اسلامیہ یا اجماع مفسرین کے خلاف ہو۔ (ایضاً ص ۱۵)

فائدہ ۲۔ کاش یہ بات مفتی صاحب اور دیگر علمائے بریلوی کو بھی سمجھ میں آجاتی تو بشر کا مطلب یا ”قل لا اِلهَ اِلَّا اِنْفِی نَفْعًا و لا ضَرًّا“ کا مطلب یا ”دو جہاں عاتق“ یا غنی کا مطلب یا غیب کے سلسلہ کی جو آیات ہیں ان کا مطلب بریلوی حضرات وہ نہ کرتے جو کرتے چلے جا رہے ہیں۔

خُمارِ سَلَفِیَّت

شیخ کلہو حفظ اللہ نے شیخ جن حفظ اللہ کے گھر ناشتہ کیلئے بھوسا بھیجا

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی ابھی تھوڑی دیر پہلے شیخ کلہو ایک بورا بھوسا شیخ جن حفظ اللہ کے گھر چھوڑ گئے ہیں اور ان کی بیوی سے کہا ہے کہ شیخ جن سے کہہ دینا کہ کل سے ناشتہ اسی نما کیا کریں، یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور شیخ جن حفظ اللہ کی بیوی بڑبڑا رہی ہے کہ شیخ کلہو نے ہم لوگوں کو جانور سمجھ لیا ہے۔

باپ۔ بیٹا شیخ کلہو تو شیخ جن کا بڑا احترام کرتے ہیں انھوں نے ان کے ساتھ ایسا بھونڈا مذاق کیسے کیا؟

بیٹا۔ اباجی شیخ جن نے پرسوں کی رات جامع مسجد میں ایک تقریر کی تھی۔

باپ۔ جی بیٹا میں نے بھی سنا ہے کہ شیخ جن حفظ اللہ کی وہ تقریر رکعات تراویح کے موضوع پر تھی اور بڑی زبردست تھی، لوگوں نے ان کے نام کے خوب خوب نعرے لگائے۔

بیٹا۔ اباجی اصل میں ان کی اسی تقریر نے شیخ کلہو کو ان کے گھر بھوسا لیجانے پر آمادہ کیا ہے

شیخ کلوا کا کہنا ہے کہ شیخ جن حفظ اللہ حیوان ناطق ہیں اور حیوان کی غذا بھوسا ہوتی ہے اس لئے شیخ جن حفظ اللہ کو اب ناشتہ میں بھوسا کھانا چاہئے۔

باب - بیٹا یہ تو صحیح ہے کہ حیوان کی غذا بھوسا ہوتی ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ شیخ جن ہی نہیں بلکہ ہر انسان حیوان ناطق ہوتا ہے مگر اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ حیوان ناطق کی غذا بھوسا ہوتی ہے، دعویٰ تو شیخ جن کے حیوان ناطق ہونے کا ہے یعنی دعویٰ تو خاص ہے اور جو دلیل دی جا رہی ہے وہ عام ہے، دعویٰ خاص پر دلیل عام سے استدلال کرنا اور اس پر کوئی حکم مرتب کرنا انتہائی درجہ کی حماقت ہے۔

بیٹا - اباجی یہی حماقت تو تراویح کے باب میں شیخ جن نے کی ہے اور ہمارے تمام بڑے اور چھوٹے علما کرتے ہیں کہ دعویٰ خاص پر دلیل عام سے استدلال کرتے ہیں، شیخ کلوا کا اعتراض تو یہی ہے۔

باب - بیٹا میں نے سمجھا نہیں، تم کہنا کیا چاہتے ہو، ذرا صاف صاف بات کر دو۔
بیٹا - اباجی شیخ جن نے آٹھ رکعت تراویح ثابت کرنے کے لئے بخاری شریف کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت سے زیادہ رات کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

اور ہمارے علما رکھتے ہیں کہ تراویح اس نماز کو کہتے ہیں جو رمضان کے مہینہ میں باجماعت عشاء کے بعد ادا کی جائے، تو دعویٰ تو ہمارا خاص ہے کہ تراویح اس نماز کو کہتے ہیں جو ماہ رمضان میں باجماعت عشاء کے بعد ادا کی جائے اور دلیل یہ ہم حضرت عائشہ کی اس حدیث کو پیش کرتے ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تنہا رمضان اور غیر رمضان میں یعنی پورے سال پڑھا کرتے تھے، یعنی ہم اپنے دعویٰ خاص پر دلیل عام سے استدلال کرتے ہیں۔ یہاں بھی تو ہم وہی حماقت کر رہے ہیں جو شیخ کلونے شیخ جن کو حیوان ناطق مان کر بھوسا کھلانے کی کی ہے جس طرح شیخ کلوا خاص حیوان یعنی حیوان ناطق کے لئے بھوسا کھانے کا ثبوت پیش کرنا چاہتے

چہاں اسی طرح ہمارے علماء کو بھی کوئی ایسی صحیح حدیث پیش کرنی چاہئے تھی جس سے یہ ثابت ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی باجماعت نماز ادا کی ہو جس کو تراویح کہتے ہیں اور آپ نے یہ نماز آٹھ رکعت پڑھی تھی۔
مگر شیخ جن نے بھی اپنی تقریریں اور ہمارے تمام علماء جب اس موضوع پر زبان کھولتے ہیں تو یہی حماقت کرتے ہیں کہ دعویٰ خاص پر دلیل عام سے استدلال کرتے ہیں۔

باپ - بیٹا، بات تو تمہاری معقول ہے، ہمارا دعویٰ خاص ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلیل عام ہے، نہ اس میں جماعت کا ذکر ہے نہ خاص رمضان کا ذکر ہے۔

بیٹا - اباجی ہمارے محدثین کرام اور علمائے عظام کو یہ معقول بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟
باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

حافظ عبد اللہ محدث غازی پوری نے یہ کیا کیا؟

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی حافظ عبد اللہ محدث غازی پوری کون بزرگ ہیں؟

باپ - تعجب ہے بیٹا، تم جماعت اہل حدیث کے اتنے بڑے عالم کو نہیں جانتے؟

یہ ہماری جماعت کے مشہور محدث استاد الاساتذہ حضرت مولانا عبد الرحمن محدث مبارکپوری کے استاد خاص اور شیخ الكل فی الكل حضرت جی میاں صاحب دہلوی کے شاگرد رشید تھے، پوری زندگی علم حدیث کی خدمت میں گزری، سلفیت کو ان سے بڑا فروغ ہوا۔

بیٹا - اباجی، میں حافظ صاحب کو خوب جانتا ہوں، مگر شیخ کو حفظ الشرائع سے کچھ ناواقف

ناراض سے دکھائی پڑتے ہیں، کل ایک مجلس میں حافظ صاحب کا ذکر ہو رہا تھا تو ان کے چہرہ پر ناگواری کے اثرات دکھائی پڑ رہے تھے۔

باپ۔ بیٹا۔ اس کی ایک وجہ ہے، اس کو تم معمولی بھی کہہ سکتے ہو اور وہ دہر بڑی بھی ہو سکتی ہے، اصل میں شیخ کو حفظ اللہ نے ان کا رسالہ رکعات تراویح پڑھا تھا، اور اس کے سارے مضامین کو انہوں نے مستحضر کر لیا تھا اور وہ چاہ رہے تھے کہ کسی حنفی آدمی سے ان کی تراویح کی تعداد کے بارے میں گفتگو ہو تو وہ حافظ صاحب کے رسالہ کے مضامین کی روشنی میں اس کو ناکوں چنا چوائیں۔

بیٹا۔ اباجی پھر کیا ہوا، کسی حنفی عالم سے گفتگو ہوئی،
 باپ۔ جی میا ہوئی، اور اس گفتگو نے تو ان کو حافظ صاحب سے برہم کر دیا۔
 بیٹا۔ اباجی ہو کیا؟ پورا قہر سنائیے۔

باپ۔ بیٹا۔ اتفاق سے جس حنفی عالم سے انکی گفتگو ہوئی وہ دیوبند کا پڑھا ہوا تھا، تھا تو نوجوان ہی مگر تھا بڑا تیز، جب شیخ جن نے اس سے گفتگو شروع کی تو وہ خاموش کھڑا مسکرا رہا تھا، جب شیخ جن کی گفتگو کا تسلسل ٹوٹا تو اس نے کہا کہ جس رسالہ کے مضامین کی روشنی میں آپ گفتگو کر رہے ہیں، پہلے وہ رسالہ سامنے رکھئے اور ساتھ میں بخاری شریف بھی لیتے آئیے گا۔

شیخ جن گھر گئے اور حافظ محدث غازی پوری کا رسالہ رکعت التراویح اور بخاری شریف لے کر آئے۔

بیٹا۔ پھر کیا ہوا، اباجی۔

باپ۔ اس دیوبندی نوجوان نے کہا کہ حافظ صاحب نے اس رسالہ میں جو آٹھ رکعت کے ثبوت کی سب سے قوی دلیل دی ہے، اس کو دکھلائیے وہ کیا ہے؟

شیخ جن نے جھٹ سے رسالہ کا صفحات کھولا اور اس کے سامنے یہ حدیث پڑھی عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن أنہما سأل عائشۃ رضی اللہ عنہما

کہتے کہ انت صلواتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان
فقال ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشاء
دکعت۔ یعنی ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ انھوں نے ام المؤمنین عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیونکر تھی؟
عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے نہ رمضان
میں اور نہ غیر رمضان میں۔

بیٹا۔ جب شیخ کو نے بخاری شریف کی یہ حدیث سنائی ہوگی تو اس دیوبندی کا چہرہ قی
پڑ گیا ہوگا؟

باپ۔ نہیں بیٹا، وہ کھڑا سکر رہا تھا، جب شیخ کو حدیث پڑھ چکے تو اس نے کہا کہ شیخ جی
پوری حدیث پڑھے، تو شیخ کو نے کہا کہ میں نے پوری حدیث پڑھی ہے، کیا ہمارے
حافظ حدیث غازی پوری ناقص حدیث ذکر کریں گے، حدیث میں چوری کرنا حفیوں کا
کام ہے، اہل حدیث کا نہیں۔

بیٹا۔ اباجی پھر کیا ہوا، وہ خفی اب بھی کھڑا سکر رہا تھا کہ بھاگ کھڑا ہوا۔

باپ۔ نہیں بیٹا، وہ اب بھی کھڑا سکر رہا تھا، اور اس نے بڑے تحمل سے شیخ کو کو
مخاطب کیا کہ شیخ جی آپ خزانہ ہوں آپ کے حافظ صاحب نے یہ حدیث ناقص ذکر کی ہے
اور اگر آپ کے خیال میں ناقص حدیث ذکر کرنا چھوڑ دے تو حافظ صاحب غازی پوری
نے یہ چوری کی ہے، بخاری شریف آپ کے پاس ہے، میں نے اس کا سلیے تنگ کیا تھا
بخاری شریف میں دیکھئے کہ یہ حدیث پوری ہے یا ناقص۔

بیٹا۔ اباجی پھر کیا ہوا، کیا بخاری شریف سے معلوم ہوا کہ حافظ صاحب نے حدیث کو
ناقص نقل کیا ہے۔

باپ۔ جی بیٹا، بخاری شریف کو جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ حافظ صاحب نے اپنے رسالہ میں
حدیث کو ناقص نقل کیا ہے، حدیث کا آخری حصہ جس میں یہ ہے کہ حضور کس طرح نماز

اداکر تے تھے حافظ صاحب نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

بیٹا۔ اباجی اس آخری حصہ کے الفاظ کیا ہیں

باپ۔ بیٹا اس میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز چار چار رکعتیں بڑی طویل بڑے خوب انداز میں پڑھتے تھے، اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

بیٹا۔ اباجی جب بخاری شریف میں پوری حدیث موجود تھی تو حافظ صاحب نے اس حدیث کو ناقص کیوں ذکر کیا اور اس کا آخری حصہ کیوں چھوڑ دیا؟

باپ۔ بیٹا یہی تو شیخ کلو حنفہ رحمہ اللہ سے وہ دیوبندی سوال کر رہا تھا، اور شیخ کلو سے اس کا کوئی جواب نہیں بن رہا تھا اور شرم سے ان کا سر جھکا ہوا تھا اور غصہ سے ان کا چہرہ لال ہو رہا تھا۔

پھر اس دیوبندی نے کہا کہ حضرت حافظ عبد اللہ محدث فازی پوری صاحب نے اس وجہ سے حدیث کے آخر کا حصہ چھپایا تھا کہ خود ائمہ حدیث کا اس حدیث کے مطابق عمل نہیں ہے، کسی بھی اہل حدیث مسجد میں اس طرح نماز تراویح یعنی چار چار رکعت ایک سلام سے ادا نہیں کی جاتی ہے، اور عام طور پر وتر بھی اگر تین رکعت پڑھتے ہیں تو دو رکعت پر سلام پھیر کر کے ایک رکعت الگ سے پڑھتے ہیں۔

بیٹا۔ تو گویا یہی وجہ ہے کہ جب شیخ کلو کے سامنے حافظ صاحب محدث فازی پوری کا نام لیا جاتا ہے تو ان کا چہرہ بگڑ جاتا ہے

باپ۔ جی بیٹا، اس دیوبندی کے سامنے ان کی بڑی سبکی ہوئی تھی، وہ دیوبندی ان سے بار بار پوچھ رہا تھا کہ جس حدیث پر ائمہ حدیث علماء کا خود عمل نہیں اس کو دوسروں کیلئے بطور حجت وہ کیوں پیش کرتے ہیں؟

بیٹا۔ اباجی ہمارے بڑے بڑے علماء بھی ہم کو شرمسار کر دیتے ہیں ایسا کیوں؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

حافظ محدث غازی پوری کا علامہ عینی کی عبارت کا قابل توجہ ترجمہ

بیٹا، اباجی

باپ، اباجی بیٹا

بیٹا۔ اباجی ذرا اس عبارت کا ترجمہ کر دیں۔ فالجواب ان السیادة فی العشر

الاخیر یحمل علی التظویل دون السیادة فی العدد۔

باپ۔ بیٹا یہ عبارت عمدۃ القاری لکھ ہے، اس کا ترجمہ تو بالکل پہل ہے۔ ترجمہ یہ ہے

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو عشر آخر میں نمازیں زیادہ

پڑھتے تھے تو اس کو طویل نماز پڑھنے پر محمول کیا جائے گا نہ کہ رکعتوں کی تعداد میں

زیادہ کرنے پر۔

بیٹا۔ اباجی اگر کوئی اس عبارت کا یہ ترجمہ کرے تو

آپ عشر رمضان میں صرف رکعتوں کو طول دیتے تھے یعنی لمبی لمبی رکعتیں پڑھتے

تھے رکعتوں کی تعداد نہیں بڑھاتے تھے۔

باپ۔ بیٹا یہ ترجمہ غلط ہے۔ صرف رکعتوں کو طول دیتے تھے۔ رکعتوں کی تعداد نہیں بڑھاتے

تھے۔ اس میں ادلاؤ صرف کا لفظ جو صبر کے لئے آتا ہے، مترجم کا اپنا اضافہ ہے

دوسرے یہ ترجمہ جہنم اور یقین کو بتلا رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے

تھے، جبکہ علامہ عینی کی عبارت میں صیغہ مجہول ہے اور وہ اپنا خیال ظاہر فرما رہے

ہیں کوئی یقینی فیصلہ نہیں کرتے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی مگر یہ ترجمہ تو حافظ محدث غازی پوری نے کیا ہے؟

باپ۔ بیٹا حافظ صاحب نے یہ ترجمہ کیا ہے؟ انشاء وانا یراجون۔

بیٹا۔ اباجی کہیں حافظ صاحب نے اپنا ذاتی رجحان کو تو اس ترجمہ میں داخل تو نہیں کر دیا ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

جلد ۱۰ جمل مفتاحی

(ادارہ)

اہل علم کیلئے دو عظیم تحفے

برصغیر کا جامعہ ازہر دارالعلوم دیوبند کو اللہ نے دین اور علوم دین کا سب سے بڑا مرکز بنایا ہے، یہاں سے ہر سال سیکڑوں کی تعداد میں فضلاء نکلتے ہیں، اور دین کے ہر شعبہ میں نمایاں خدمات انجام دیتے ہیں، دین کا کون سا شعبہ ہے جس میں ان فضلاء دارالعلوم دیوبند کے اہم فوٹوش نہ ہوں، یہ صرف برصغیر کی بات نہیں ہے بلکہ دنیا کے جس کونہ اور جس گوشہ میں آپ جائیں گے اور وہاں اگر مسلمانوں کی چھوٹی سی بھی بستی ہوگی تو دیوبند کا فیضان آپ کو وہاں نظر آئے گا، اللہ نے بزرگوں کے اخلاص کے طفیل اس ادارہ کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں جتنی ڈالی ہے اور دین کا جتنا اس درسگاہ سے کام لیا ہے اور اس کے فضلاء نے علم اور دین و دعوت کے مختلف شعبوں میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اس کی مثال پوری دنیائے اسلام میں کہیں نظر نہیں آتی، یہاں کے فضلاء اور اس درسگاہ سے نسبت والوں کا اگر آپ کام دیکھیں گے تو آپ کو ان میں سے بعض ایسے اشخاص بھی نظر آئیں گے جنہوں نے تنہا ایک پوری اکیڈمی اور ادارہ کا کام کیا ہے۔

ادھر گزشتہ کچھ مدت سے تصنیف و تالیف کے میدان میں کوئی نمایاں کام نظر نہیں آ رہا تھا جس کا دارالعلوم سے ہر تعلق رکھنے والوں کو بڑا قلق تھا۔ خدا جزائے خیر دے حضرت فدائے ملت مولانا اسماعیل صاحب مدنی فوراً استدعا کردہ کو انھوں نے اس بات کو بڑی شدت سے محسوس کیا اور دارالعلوم میں مجلس شوریٰ سے کہہ کر متعدد شعبے کھلوئے، ان شعبوں کا کھلنا تھا

کوتیف و تالیف کامیدان پھر اپنی سابقہ روایات پر نظر آنے لگا۔

بعض اساتذہ کرام کے ذاتی شوق نے اور بھی اس میدان کو سرگرم کر دیا۔ ان میں نمایاں نام حضرت مولانا ریاست علی، بجنوری دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی سعید صاحب پالنپوری زید مجہد کا ہے۔

حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری کی ایضاً بخاری بخاری کی اردو شرح میں ایک نمایاں مقام حاصل کر چکی ہے، اس کی چار جلدیں طبع ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں، اور پانچویں جلد اب آنے ہی والی ہے، ان جلدوں کا مطالعہ کرنے سے حضرت مولانا ریاست علی صاحب دامت برکاتہم کے علمی ذوق حدیث میں تحقیق و تدقیق اور تلاش و جستجو، محنت اور لگن اور دماغ سوزی کا اندازہ ہوتا ہے، اگر حضرت مولانا کا شہید قلم ذرا اور تیزی دکھلائے اور مکمل بخاری کی شرح ان کے قلم سے وجود میں آجائے تو اہل علم کیلئے بہترین علمی تحفہ ہوگا اور یہ شرح اپنے موضوع پر بے نظیر ہوگی، اب تک جہاں تک ہمارا علم ہے بخاری کی اردو شرح مکمل کسی دیوبندی ناقل کے قلم سے وجود میں نہیں آئی ہے۔

حضرت مولانا مفتی سعید پالنپوری دامت برکاتہم کی یوں تو متعدد چھوٹی بڑی علمی کتابیں ہیں، اور کسی کتاب کے سلسلہ میں ان کا نام ہی آجائے اس کتاب کے باوجود اور بخاری اور باذن ہونے کی دلیل ہے، مگر خاص طور پر انکی بے نظیر تالیف حجتہ اللہ الباقی کی شرح و ترجمہ اللہ الواسع نے قابل علم کی دنیا میں دھوم مچا رکھی ہے، کسی علمی اردو کتاب کو ایسی پذیرائی اور صہبت عرصہ کے بعد دیکھنے کو ملی ہے، مولانا پالنپوری کے قلم جلد و رقم کا کمال یہ ہے کہ ایسی لائق اور خالص علمی کتاب کو ان کے قلم نے ایسی آسان بنا دیا ہے کہ کم استعداد کے لوگ بھی اس سے استفادہ کر رہے ہیں، اور اب معلوم ہو رہے کہ حضرت مولانا بعض دوسری تصانیف کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اردو میں قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھ رہے ہیں، مولانا پالنپوری کا علم بہت گہرا اور ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے اسلئے امید ہے کہ ان کی یہ اردو تفسیر بھی اہل علم کے حلقہ میں ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی۔ (۱۱)

(۱۱) مزید بخاری یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی تقریر ترمذی تحفۃ الامم کے نام سے مندرجہ شہرہ پور ہے، انکا پانچ جلدیں آچکی ہیں یہ تفرغاً باسات جلدوں میں پوری ہوگی۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ ان بزرگوں کے علمی ذوق اور ان کے میدان تصنیف کے کارہائے نمایاں نے دارالعلوم دیوبند کے بعض نوجوان فضلاء کو بھی علمی و تحقیقی ذوق عطا کر دیا ہے، ان میں ایک نمایاں تر نام دارالعلوم دیوبند کے شبہ تخصّص فی الحدیث کے نوجوان استاذ حضرت مولانا عبدالرشید صاحب پورہ محرونی کا ہے۔

مولانا عبدالرشید صاحب بالکل نوجوان ہیں، مگر انہوں نے ان کو بلند علمی ذوق سے نوازا ہے اور بطور خاص علم حدیث کا ان کا گہرا اور وسیع مطالعہ ہے، تحریری صلاحیت بھی قابلِ رشک ہے، اور دوسرے ساتھ عربی زبان پر بھی قدرت ہے، حضرت مولانا عبدالرشید صاحب کی ادھر دو بلند پایہ علمی کتاب منظر عام پر آئی ہے، ایک عربی میں اور ایک اردو میں، عربی کتاب کا نام

(۲) العرف الذی کی شرح جامع الترمذی ہے۔

یہ کتاب اصلاً حضرت علامہ الزور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی درسی تقاریر و انادات کا مجموعہ ہے مگر فاضل مرتب کی خود اپنی محنت و جستجو اور تحقیق نے اس کو ترمذی کی باقاعدہ شرح بنا دیا ہے اگر اس کی بقیہ جلدیں بھی آجائیں تو مکمل ترمذی کی اسے شرح کہا جاسکتا ہے۔ حضرت مولانا نے علامہ کشمیری کے ان انادات کو جو مختلف شاگردوں نے دورانِ درس اپنے اپنے انداز میں اردو و عربی میں ضبط کیا تھا، ان کو ایک مستقل تصنیف کی شکل دی ہے، اور احادیث کی تحقیق و تخریج نے جو صرف مؤلف ہی کی قلم سے ہے، ان انادات کی قدر و قیمت کو بہت بڑھا دیا ہے۔ بہر حال بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے حضرت کشمیری کے علوم و فنون اور ان کی نادر علمی تحقیقات کا یہ کتاب گراں قدر مجموعہ ہے، اور اہل علم اور خصوصاً حدیث و فقہ سے تعلق رکھنے والوں کے لئے ایک بیش قیمت تحفہ ہے، اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی محنت کا بہترین بدلہ دے اور انکو توفیق دے کہ وہ بقیہ جلدیں بھی جلد سے جلد اہل ذوق کی خدمت میں پیش کر سکیں۔

مصنف کی دوسری کتاب

(۲) حدیث اور فہم حدیث ہے۔ یہ کتاب بھی اپنے موضوع پر بے حد وقیع ہے۔ مصنف سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں احادیث کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا ہے، خصوصاً اصول

نقد حدیث کی جو بحث اس کتاب میں آگئی ہے اتنی جامعیت کے ساتھ اور اتنے دل نشین انداز میں کہیں دوسری جگہ نہیں ملتی۔ اس کتاب میں جو موضوعات ہیں وہ بقول مصنف یہ ہیں، علمِ حدیث کی تعریف، تقسیم، حجیت حدیث، تاریخ تدوین حدیث، دسی کتابوں کا تعارف و خصوصیات نقد حدیث کا روشنی معیار، نقد حدیث کا درجائی معیار، فقہی اختلاف میں حدیث کا کردار ضعیف حدیث کی استدلالی حیثیت، امام اعظم ابوحنیفہ اور علم حدیث۔ ان سارے مضامین پر مصنف کا الگ الگ مقالہ ہے، اور ہر مقالہ پڑھنے والے کو اپنی گرفت میں ایسا لے لیتا ہے کہ جب تک کہ پورا مقالہ وہ پڑھ نہ لے اس کی تشنگی باقی رہتی ہے۔ یہ خالص علمی کتاب ہے مگر مولانا عبدالمکرّم معروفی نے اس کو بڑے دل نشین اور سادہ انداز میں اس طرح پیش کیا ہے کہ نہ داغ ٹھکتا ہے اور نہ طبعیت اکتاتی ہے، بلکہ ایک صفحہ کے بعد دوسرے صفحہ کی طلب رہتی ہے۔ علم حدیث کے موضوع پر یہ اردو میں بہترین کتاب ہے، اور طلبہ حدیث کے لئے عظیم علمی تحفہ ہے، مصنف کی اس کاوش پر ہم ان کو مبارکباد دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے مزید حدیث اور علم حدیث اور دوسرے علمی موضوعات پر داد تحقیق دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

عربی والی کتاب فہرست کے ساتھ چھ سو سے زائد صفحات کی ہے اور اردو والی کتاب پونے پانچ سو صفحات سے زائد کی ہے، اور دونوں کتابوں کی طباعت اور کاغذ انتہائی معیاری اور ان کی جلد میں بہت خوبصورت ہیں۔ عربی کتاب مولانا انظر شاہ صاحب کے اہتمام میں جامعۃ الامام انور شاہ الکشمیری دیوبند سے چھپی ہے، اور اردو کتاب مکتبہ عثمانیہ دیوبند نے چھاپی ہے۔ ہم مصنف سلمہ اللہ کو ان دونوں کتابوں کی تالیف و تصنیف پر ولی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو مزید توفیق و ہمت عنایت فرمائے۔

مکتبہ اشرفیہ غازی پور سے شائع ہونے والا دوسرا ایسی دینی و علمی مجلہ

جلد ۱۱ — شماره ۵



ارمغان المبارک و شوال المکرم

۱۴۲۹ھ

سالانہ چندہ — ۴۰ روپے

پاکستان کیلئے

پاکستانی ایک سو پچاس روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ

غیر مالک سے دسٹن ڈارامیکی

✽

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابو بکر غازی پوری



مکتبہ اشرفیہ قاسمی منزل واسطہ غازی پور یوپی

موبائل نمبر 94534 97685

23 3001

پن کوڈ

مجلہ ۱۔ جمل مفتاحی

فہرست مضامین

۳	مدیر	اداریہ
۶	محمد ابو بکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۱۰	" "	جموعہ کے خطبہ کے وقت نماز کا مسئلہ
۲۲	" "	مقام صیغہ کتاب و سنت کی روشنی میں
۳۰	محمد عبداللہ قاسمی غازی پوری	بریلوی مذہب پر ایک نظر
۳۸	محمد ابو بکر غازی پوری	ایسی سلفیت سے خدا بچائے
۴۷	" "	محروم من کل الخیر قسم کے لوگوں کیلئے { لمحہ عبرت
۵۵	علامہ اشیرازی	نہما ر سلفیت
۶۱	(ادارہ)	تمغہ الامنی شرح ترمذی
۶۴	"	حکایات و واقعات

باسمہ تعالیٰ

ایک طرف ہمارا یہ رونما ہے کہ بڑھتی ہوئی ہنگامی نے ہماری کمزوری ہے ،
اور واقعہ یہ ہے کہ اس وقت اشیائے خوردنی کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں، غریبوں
کے گھروں میں چولہا نہیں جل رہا ہے ، دو دقت کا کھانا ملنا مشکل ہو رہا ہے ، مریضوں کیلئے
دوا علاج کے پیسے نہیں ہیں ، یہ سب حقیقت ہے ، مگر دوسری طرف ہمارا حال یہ بھی ہے
کہ شادی ہو ، بیاہ ہو ، گھروں کی آرائش و زیبائش ہو ، مو بائیل کا استعمال ہو ، ٹی وی ہو
من میں ہمارا پیسہ بے دریغ خرچ ہو رہا ہے ، شادی بیاہ کی محفلوں میں جاؤ تو معلوم ہوتا ہے کہ
کہیں کوئی ہنگامی نہیں ہے ، امر اور روسا کی بات نہیں ہے ، شادی بیاہ پر بے تحاشا خرچ
کر رہے ہیں ، غریب گھرانے بھی ، مو بائیل بچے بچے کے ہاتھ میں ہے ، ایک گھر میں کئی کئی مو بائیل
ہے ، ہر گھر میں ٹی وی ہے ۔ آخر یہ پیسے کہاں سے آرہے ہیں ، ہزاروں ہزار کا جنریٹو
کی شادی میں دیا جا رہا ہے ، اب عام طور پر پلازے کے نام سے جو شادی گھر بنے ہوئے ہیں ،
شادیاں ان میں ہو رہی ہیں ، جس کا کاروبار صرف ایک رات کا ہزار ہا ہزار روپے ہوتا ہے ، پھر
کھانے کے متنوع اقسام جو ہوتے ہیں ان کا خرچ اند جو دلچاند دولہن کو سجانے کا انتظام
ہوتا ہے اس پر آنے والا خرچ ان اخراجات کو دیکھ کر عقل حیران رہتی ہے کہ گرانی کے اس زمانہ
میں ان اخراجات کو پورا کرنے کیلئے رقبے کہاں سے فراہم ہو رہی ہیں ؟

ہم غیر دنیا کی بات نہیں کرتے ہیں ، اپنوں کی بات کرتے ہیں کہ ہمارے معاشرہ میں
آج وہ ساری باتیں عام ہو گئی ہیں جن کا تصور بھی ہم کبھی نہیں کر سکتے تھے ، مسلمان نوجوانوں
میں جو ری ، لوٹ مار ، نشہ آور چیزوں کی خرید و فروخت ، جو ملازم پیشہ لوگ ہیں ان میں

رشتوں کا چال چلن، دھوکہ دہی سے مال کا حصول ان راستوں سے پیسے آرہے ہیں، چونکہ دنیا داروں
 کا رجحان عام طور پر ختم ہو گیا ہے اس وجہ سے ان بیہودہ کاموں کے کرنے والوں کو یہ احساس
 بھی نہیں ہوتا کہ ہم کوئی گناہ کا کام یا غلط کام کر رہے ہیں۔

جب کسی معاشرہ میں مذکورہ باتیں اور ان جیسی باتوں کا رجحان عام ہو جائے اور
 ان کو گناہ یا غلط کام سمجھنا بھی ذہنوں میں باقی نہ رہے، تو وہ معاشرہ فساد کی جس انتہا کو
 پہنچے گا اسکو بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

آج ہم اسی گندے اور غلط معاشرہ میں جا رہے ہیں کچھ اہل درد اور اہل خلاص
 ہیں جو ان برائیوں کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں، تو ان کی آواز صدای صحرا ثابت ہو رہی ہے
 اللہ تعالیٰ اس اپنا فضل فرمائے، ورنہ ہم نے اپنی تباہی کا سامان جٹانے میں کوئی کسر نہیں
 چھوڑی ہے۔

اس حقیقت کے دانشگاہ ہونے کے باوجود بھی کہ اس وقت اسلامی دنیا میں بلکہ
 پوری دنیا میں جو تباہی و بربادی مچی ہوئی ہے اس کی جڑ امریکہ ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام
 مسلم ممالک ایران کو چھوڑ کر اپنی قربت امریکہ سے بڑھاتے چلے جا رہے ہیں اور اس کی چودھریٹ
 کے سامنے سرنگوں ہیں۔ گویا امریکہ ہی ہمارا خالق و مالک ہے، وہ جو چاہے کرے اور جو
 چاہے کچے ہیں بہر حال اسے تسلیم کرنا ہے، وہی ہمارے سیاہ سفید کا مالک ہے۔

اگر ہمارے اسلامی ملکوں کے حکمرانوں کا ضمیر اس حد تک مردہ ہو چکا ہے کہ ان کو
 امریکہ کا ہر کرڈا شیریں نظر آتا ہے اور ان کا ہر جھوٹ سچ نظر آتا ہے، اور اس کے حکم و فریب
 میں اس کا خلاص نظر آتا ہے اور اس کی ہر دھکی ہمارے لئے صاعقہ آسمانی بن جاتی ہے تو
 ہمارے ان ممالک کا خدا ہی حافظ ہے۔

افسوس یہ ہے کہ ہندوستان جیسا شہر طاقت ملک بھی امریکہ کی گود میں جا رہا ہے
 ہمیں اپنے اس ملک سے توقع تھی کہ وہ امریکہ سے آنکھیں آنکھ ڈال کر بات کرے گا اور

امریکہ کی چال کو سمجھے گا، اور کسی امریکی مفاد کے لئے اپنے ملکی وقوسی مفاد کو قربان نہیں کریگا مگر ہم دیکھ رہے ہیں گانگترسی گورنمنٹ نے اور ہمارے پرائم منسٹر نے امریکی چالپوسی میں اور اس کو اس ملک کے سیاہ سفید کا فیصلہ کرنے میں اسی طرح اپنی ٹیکمیل اس کے ہاتھ میں دیئے ہوئے ہیں جس طرح ہمارا پڑوسی ملک پاکستان کا حال ہے، پاکستان بہر حال ایک کمزور ملک ہے، مشرق جیسا آدمی پاکستان کا صدر ہے، جس کی مسلم دشمنی اور امریکہ نوازی سب پر عیاں ہے، وہ اگر امریکہ کا غلام بنا ہوا ہے تو بے منکر ہمیں تو اپنی حیثیت کا احساس ہونا چاہئے، آج ہمارا ملک ہندوستان طاقت و ثروت اور سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی میں جس مقام پر ہے وہ ہم سب کیلئے باعثِ فخر ہے، اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس حال میں ہم اگر امریکہ نوازی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو یہ ہمارے لئے باعثِ شرم ہے ہمیں اپنا مفاد مقدم رکھ کر امریکہ ہو یا اور کوئی مغربی ملک اس سے آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنے کی ضرورت پیدا کرنا چاہئے اور اپنی حیثیت کو ان ملکوں سے تسلیم کرانی چاہئے۔

ہمیں بار بار یہ کہتے ہوئے خراب معلوم ہوتا ہے کہ زرم کے قارئین و خریدار حضرات زرم کا بقایا جمع کرانے میں اور زرم سالانہ کی تجدید میں بہت سستی دکھلاتے ہیں بار بار یہ اعلان کیا جا چکا ہے کہ زرم کے پاس کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہیں ہے، اس کا خرچ میں بڑی کفایت کی جاتی ہے اس کے باوجود بھی اس کا خرچ بڑا نہیں ہوتا، رہائی بگڑ پوڑی جہاں زرم چھپتا ہے اسکی ایک بہت بڑی رقم زرم کے اوپر بقایا ہے۔

ہم اپنے خریداروں سے کوئی اور درخواست کرنے کے بجائے صرف یہ گناہ کرتے ہیں کہ براہِ کم آپ حضرات زرم سالانہ بھیج کر زرم کی خریداری کی تجدید کرائیں اور جن کے ذمہ گذشتہ سالوں کا بقایا ہے اسے ادا کر دیں، نوازش ہوگی، کم ہوگا۔ ادارہ زرم آپ کا شکوہ گزار ہوگا، اور اگر کسی وجہ سے زرم کی خریداری ختم کر لی ہے تو اسکی اطلاع کر دیں تاکہ زرم آپ کے نام نہ جائے اور ادارہ خسارہ سے بچے۔

نبوی ہدایات

۱ - حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھیتوں اور باغات میں (ضرورت سے) زیادہ مت لگو کہ دنیا میں تمہاری رغبت بڑھ جائے۔ (ترمذی)

کھیت اور باغات، زمین اور جائیداد بنانے کا بہت زیادہ شوق آخرت سے بے رغبت کرنے والی چیز اور دنیا میں لگانے والی چیز ہے، انسان ان چیزوں میں جب بہت زیادہ لگتا ہے تو اس کے دل میں دنیا کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور آخرت میں جو چیز کام آنے والی ہے یعنی ذکر اللہ، عبادت اور توبہ الی اللہ، اور حساب و کتاب کی فکر و درخ اور جنت کا تصور ان چیزوں سے انسان غافل ہو جاتا ہے، اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت سے زیادہ زمین و جائیداد بنانے سے منع فرمایا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین و جائیداد، کھیتی و باغات بنانے سے جو منع فرمایا ہے اس کی علت بھی آپ نے بیان فرمائی کہ فتنو غبوا فی الدنیا یعنی اس کا نتیجہ ہوگا کہ تمہاری رغبت دنیا میں ہو جائے گی یعنی آخرت کے مقابلہ میں تم دنیا کو مقصود بنا لو گے اس سے معلوم ہوا کہ اگر زمین و جائیداد کی کثرت کی وجہ سے انسان کا رشتہ اللہ سے ٹوٹتا نہیں ہے اور یہ چیزیں اس کو اللہ کے حقوق ادا کرنے سے مانع نہیں بنتی ہیں اور زمین و

جاؤ اور کھینچا ہوا ہونے کے باوجود آدمی پر نیکو آخرت سوار رہتی ہے تو پھر ایسے آدمی کیلئے جاؤ اور وغیرہ کا بنانا جائز ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کا رجحان نہ پیدا ہو کہ یہی چیز باعث خسار ہے اور اگر یہ رجحان نہیں پیدا ہوتا ہے اور زمین و جاؤ اور کی وجہ سے شرعی امور انجام پانے میں کوئی کوتاہی نہیں ہوتی ہے تو بھر زمین و جاؤ اور بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان جائز امور میں جو کچھ خرچ کرتا ہے اس پر اسکو اجر ملتا ہے سو اٹے تعمیر پر خرچ کرنے کے۔ (ترمذی)

گھروں اور عمارتوں پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اور بلا ضرورت اونچی اونچی عمارتوں کی تعمیر کرنا شریعت کی نگاہ میں یہ پسندیدہ چیز نہیں ہے، آدمی کیلئے ایسا گھر جس میں وہ اطمینان سے رہ لے وہ زندگی گزارنے کیلئے کافی ہے، بلا ضرورت گھر کی تعمیر و ہزاروں اور لاکھوں روپیہ خرچ کرنا یہ کوئی عقلندی نہیں ہے کہ اینٹ لگا کر پراپنی وہ کمائی لگائی جائے کہ اگر وہی فقیر و فقراء پر خرچ ہو تو کتنے غربت کے ماروں کا پیٹ بھرے، اور اگر اس مال کو مسجدوں کے بنانے میں، مدرسوں کی تعمیر میں، جہاں پانی کی قلت ہو وہاں کنوئیں وغیرہ کی تعمیر میں، بیواؤں اور یتیموں کی مدد میں، کسی غریب گھرانے کی بچیوں کی شادی بیاہ کرانے میں قرضداروں کے قرض کی ادائیگی کرانے میں، تو اس سے اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو۔

اونچی اونچی بلند گوں کے بنانے والوں میں عام طور پر کبر اور فخر کا زہر پیدا ہو جاتا ہے جو بہت بڑی اخلاقی بیماری ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو معلم اخلاق اور روحانی طبیب تھے، آپ کے فرمودات میں اخلاقی بیماریوں کا علاج بھی ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس کام سے منع فرماتے ہیں جس سے انسان کا اخلاق بگڑے اور اس کی آخرت برباد ہو۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ

کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال (یعنی اپنے مال کی کثرت پر فخر کرتا ہے) حالانکہ بندہ کا مال صرف وہ ہے جو اس نے کھایا اور ختم کر دیا، یا پہنا اور لباس کو پرانا کر دیا، یا اللہ کے لئے دیا تو اس نے آخرت میں اپنے لئے ذخیرہ بنا لیا، اس کے علاوہ جو کچھ وہ اس کیلئے نہیں لوگوں کے لئے بچھوڑ کر اس کو جانا ہے۔ (مسلم)

انسان ہر طرح سے مال حاصل کرنا چاہتا ہے اور جب اس کے پاس زیادہ جمع ہو جاتا ہے تو فخر کرتا ہے کہ میرے پاس تو بہت زیادہ مال ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہئے کہ آدمی کتنا بھی مال جمع کر لے اس کے کام کا مال تو بس تین قسم کا ہے، ایک یہ کہ جس سے وہ اپنا پیٹ بھر لے، کھاتا ہے پیتا ہے اور اس کا کھانا پینا بیشاب بچانہ کے راستہ سے باہر ہو جاتا ہے، یا بدن کا حصہ بن کر تھیل ہو جاتا ہے، دوسری قسم یہ ہے کہ جو وہ اپنے لباس پر خرچ کرتا ہے پھر وہ لباس بھی پرانا ہو جاتا ہے، تیسری قسم وہ ہے کہ جو وہ کار خیر میں خرچ کرتا ہے اور اس کو آخرت میں اپنے لئے ذخیرہ بنا تا ہے جس کا بدلہ اس کو اللہ کے یہاں ملے گا، اس کے علاوہ اس کا جو مال بھی ہے وہ اس کے کام کا نہیں ہے یا تو وہ ضائع ہونے والا ہے، بھری ہو جائے، ڈاک بڑے تو اسے ڈاک لے جائیں یا اور کسی طرح وہ برباد ہو جائے یا جب وہ مرے گا تو اس کے ہاتھ میں کچھ نہ ہوگا سب ورثہ کا ہو جائے گا۔

جب صورت حال یہ ہے اور واقعہ یہی ہے تو عقلمند وہ ہے جو اپنے مال کو واقعی اپنا بنائے اور اس کو اس کام میں لگائے جس سے اس کا فائدہ ہو، اور اس کی شکل یہی ہے کہ اللہ کے راستہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرے تاکہ آخرت میں وہ اپنے مال سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے۔

(۴) حضرت سہل بن سعد کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا کی قیمت اللہ تعالیٰ کے یہاں پھر کے برابر بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کا فروں کو ایک گھونٹ بھی پانی نہ پلاتا۔ (ترمذی وابن ماجہ)

یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں دنیا بڑے بے حیثیت چیز ہے اس کی کوئی قیمت اللہ کی نگاہ میں نہیں ہے اگر ذرا بھی اس کی کوئی قیمت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں کو جو اللہ کے باغی اور نافرمان ہیں، اللہ ان کافروں کو اس دنیا سے کچھ بھی نہ دیتا، جب دنیا کی یہی حقیقت ہے تو اب جو خدا پرستار ہیں انکو اس بے حیثیت اور بے قیمت چیز میں اپنا دل لگانا اور اس کو مقصود بنانا اور اس کی فکر میں ہر وقت لگے رہنا اور دوسروں کو خوش حالی میں دیکھ کر کھلنا اور کرٹھنا نہایت نامعقول حرکت اور خدائے تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات ہوگی کہ تم نے اس کی حیثیت سمجھی جس کو اللہ نے بے حیثیت بنایا تھا تم نے اس کی قیمت سمجھی جس کو اللہ نے بے قیمت بنایا تھا۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کے پیچھے تین چیز ہوتی ہے، ان میں سے دو تو میت کو چھوڑ کر واپس چلی آتی ہیں، ایک میت کے ساتھ قبر میں جاتی ہے۔ میت کے پیچھے اس کے گھروالے ہوتے ہیں اس کا مال ہوتا ہے اور اس کا عمل ہوتا ہے، میت جب قبر میں جاتا ہے تو اس کے گھروالے اور اس کا مال دنیا میں رہ جاتا ہے، اس کے ساتھ جو چیز جاتی ہے اس کا عمل ہوتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

یعنی انسان کو آخرت میں کام آنے والی چیز صرف اس کا اچھا عمل ہے، نہ آخرت میں اس کا مال کام دے گا اور نہ اس کے اہل و اتارب اس کے کام آئیں گے۔ بس عقلمند وہ ہے جو آخرت کی تیاری میں لگا رہے۔ مال و اولاد کی نگہیں لگ کر اپنی آخرت کو تباہ کرنا عروج بے وقوفی ہے۔

مجلہ مفتاح

محمد ابو بکر غازی پوری

جموعہ کے خطبہ کے وقت نماز کا مسئلہ

محرم المعام حضرت الاستاذ المکرم زید محمدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مزارع گرامی !
ذمزم اور آپ کی کتابوں سے ہم نے غیر متقلدین کے بارے میں بہت کچھ سیکھ لیا ہے
اور اب وہ سامنے آ کر گفتگو سے گھبراتے ہیں، مگر جاہل عوام میں خفیہ تبلیغ سے باز نہیں
آتے، مثلاً کسی کتاب سے بخاری و مسلم وغیرہ احادیث کی کتابوں سے عوام کے سامنے کوئی
حدیث پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو امام ابو حنیفہ کا مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے،
اس طرح بڑی آسانی سے لوگوں کو اپنا شکار بنالیتے ہیں۔

ابھی چند روز قبل جموعہ کے خطبہ کے وقت نماز کے بارے میں انھوں نے فتہ اٹھایا
اور عوام کے سامنے مشکوٰۃ کے حوالہ سے مسلم شریف کی سید وایت پیش کی کہ رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جمعہ کیلئے آؤ اور امام خطبہ دے رہا ہو تو مختصر اور رکعت پڑھو۔
جیکہ خفیہ کے یہاں خطبہ کی حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔
بلکہ کم آپ اس مسئلہ پر کچھ لکھ دیں تاکہ ہم اس کا جواب دے سکیں۔

والسلام
محمد ابراہار اعظمی
مقیم حال جگگاؤں۔ ممبئی

نہزم !

غریز مسلہ جب تمہارا خط آیا تھا تو میں نے سفر پر تھا، پھر عمرو کے لئے چلا گیا، اور رمضان بعد دوسری مصروفیات نے ایسا گھیر لیا کہ تمہارے خط کی طرف توجہ نہ ہو سکی، اس اتفاق سے وہ کاغذات میں نظر آ گیا تو اب اس کا جواب لکھ رہا ہوں۔

غیر مقلدین کی بڑی بیماری یہ ہے جس کا علاج آسان نہیں ہے کہ وہ فریب دینے میں اور حقائق کو چھپانے میں بڑے ماہر ہوتے ہیں، چونکہ ان کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی پر عمل کرنا نہیں ہوتا ہے بلکہ ان کا جو ایک خود ساختہ مذہب ہے اسکی پاسداری ملحوظ ہوتی ہے، اس لئے وہ اس کیلئے دھوکہ اور فریب دہی کا ہر عمل اپنے لئے جائز رکھتے ہیں، اور چونکہ اللہ تعالیٰ ان کے مقدس احکام شرعیہ پر عمل سے محرومی رکھی ہے اس وجہ سے وہ صرف دو ایک حدیث کو دیکھتے ہیں متعلقہ مسئلہ کی تمام حدیثوں کو نہیں دیکھتے، نہ انکی نگاہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے عمل پر ہوتی ہے، حالانکہ احادیث کا صحیح مفہوم معلوم کرتے کیلئے صحابہ کرام کا عمل نگاہ میں رکھنا ضروری ہے، صحابہ کرام کے عمل ہی سے حدیث کا صحیح مفہوم واضح ہوتا ہے، اور ان کا عمل ہی بتلاتا ہے کہ حدیث کس موقع کی ہے، ناخوش یا خوش اس کا حکم عام ہے یا خاص واقعہ یا خاص حالت سے اس کا تعلق ہے، اس حدیث پر عمل کرنا محض جواز کے درجہ میں ہے یا واجب اور سنت کے درجہ میں ہے۔

غرض جب تک کہ متعلقہ مسئلہ کی ساری احادیث نگاہ میں نہ ہوں اور اس کے بعد صحابہ کرام کے عمل پر نگاہ نہ ہو، اس وقت تک احادیث مبارکہ کے صحیح مفہوم اور انکی صحیح مراد تک رسائی بہت دشوار ہے۔

نصحاء کرام رحمہم اللہ کا یہی امتیاز تھا کہ انکی نگاہ احادیث کے پورے ذخیرہ پر ہوتی ہے اور انکی نگاہ میں صحابہ کرام کا عمل بھی ہوتا ہے۔ اور صحابہ کرام سے تابعین نے جو سکھا تھا وہ اس کو بھی دیکھتے تھے پھر اللہ نے جو ان کو فقیہی صلاحیت اور دینی بصیرت دی ہوئی تھی اس سے وہ کام لیتے اور کسی مسئلہ دینی و شرعی کے بارے میں انتہائی غور و فکر کے بعد

وہ کوئی رائے ظاہر کرتے، اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تو اس بارے میں خرم و احتیاط بہت مشہور ہے، انکی مجلس میں تو اکابر فقہار کی موجودگی میں بحث و مباحثہ اور پوری تحقیق کے بعد ہی کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی فیصلہ صادر کیا جاتا تھا۔

ظاہر پرستوں کی نگاہ دو ایک حدیث پر ہوتی ہے، وہ ان کے ظاہر معنی کو دیکھ کر اچھلنے کودنے لگتے ہیں جبکہ فقہاء رحمہم اللہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عل صحابہ ان تینوں کو نگاہ میں رکھ کر فیصلہ کرتے ہیں، اور سنت رسول اللہ کا علم ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ احادیث کے تمام ذخیرہ پر نظر نہ ہو، اور کسی مسئلہ میں واقعی حکم شرعی معلوم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عل صحابہ کا علم نہ ہو۔

اب آپ اس مسئلہ میں دیکھیں کہ خطبہ جمعہ کے وقت نماز کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں، وہ دو ایک سے زیادہ نہیں، جب کہ جمعہ کی نماز ہر مسلمان پر فرض تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دور دور سے جمعہ پڑھنے کیلئے لوگ حاضر ہوتے، مگر جمعہ کے خطبہ کے وقت دو رکعت نماز جو تحیۃ المسجد کہلاتی ہے، اس کا حکم احادیث کی کتابوں میں عام طور پر نہیں ملتا، اگر آپ صرف مشکوٰۃ شریف ہی کو دیکھیں گے تو اس کا فیصلہ کر لیں گے کہ احادیث میں اس تحیۃ المسجد کا ذکر شاذ و نادر ہے، مشکوٰۃ شریف میں صرف اس ایک حدیث کے علاوہ کوئی دوسری حدیث نہیں ملتی جس میں خطبہ جمعہ کے وقت تحیۃ المسجد دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہو، مشکوٰۃ شریف کی مندرجہ ذیل احادیث میں آپ غور کریں۔

(۱) صاحب مشکوٰۃ بخاری شریف سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سلمان نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ، جو آدمی جمعہ کے روز غسل کرے، خوشبو جو اسے میر جو لگائے اور پھر جمعہ کے لئے مسجد میں اس طرح آئے کہ بیٹھتے ہوئے لوگوں میں سے دو آدمیوں کو ادھر ادھر نہ کرے پھر جو اس کیلئے مقدر ہے نوافل پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے تو خاموش رہے، تو اللہ اس کی گناہیں دوسرے جمعہ تک کی معاف کر دیتا ہے۔

اس حدیث میں آپ غور کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے ثم انصبت اذا تكلم الا صا یعنی امام خطبہ شروع کرے تو آنے والا خاموش ہو کر اس کا خطبہ سنے۔

یعنی اصل چیز اس موقع پر جمعہ کا خطبہ سنانا ہے نہ کہ کسی اور کام میں خواہ وہ نمازی ہو اس میں مشغول ہونا ہے، یہی امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں تو کیا ان کا یہ مذہب حدیث کے خلاف ہے؟

(۲) مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قریب قریب اسی معنی کی ایک روایت ہے جس کو مسلم نے روایت کیا ہے، اس میں ہے۔ ثم انصبت حتی یفرغ من خطبتہا کہ پھر آنے والا خاموش رہے تا آنکہ خطیب خطبہ سے فارغ نہ ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث پر اگر امام ابو حنیفہ کا عمل ہے تو غیر مقلدین کو ناگوار ہی ہوتی ہے، اسلئے کہ خود ان کا عمل اس پر نہیں ہے۔

(۳) مشکوٰۃ شریف ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث اور ہے اس کو بھی مسلم شریف کے حوالہ سے نقل کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اچھی طرح سے وضو کرے پھر جمعہ کو حاضر ہو، پھر کان لگا کر خطبہ سنے اور خاموش رہے تو دوسرے جمعہ تک کے اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور تین روز مزید کے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا من تمس المحصا فقد لغا یعنی جس نے کنکری کو بھی ہاتھ لگایا تو اس نے لغو ہوا کیا۔ آپ اس سے اندازہ کہ شریعت میں جمعہ کے خطبہ کی کتنی اہمیت ہے کہ شریعت کو اس میں ذرا بھی خلل حتیٰ کہ کنکری کا چھونا بھی برداشت نہیں۔

اب اگر امام ابو حنیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے یہ فرمائیں کہ خطبہ جمعہ کے درمیان کوئی ایسا عمل جو خطبہ سننے میں اور اس کی

طرف کان لنگھنے میں خارج ہو جائے نہیں تو غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ حدیث کی مخالفت، یعنی احادیث پر عمل کرنا ان کے نزدیک احادیث کی مخالفت ہے۔

(۴) بخاری و مسلم کی ایک روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم نے خطبہ کے دوران اپنے ساتھی سے یہ بھی کہا کہ ”تو خاموش رہ“ تو بھی تو نے لنو کام کیا۔ (مشکوٰۃ)

آپ اندازہ لگائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پاک میں خطبہ جمعہ کی کتنی اہمیت ہے کہ اگر کوئی بات کر رہا ہو تو اس کی طرف بھی بالکل دھیان نہ دو حتیٰ کہ اس کو اتنا بھی نہ کہو کہ ”تو خاموش رہ“

اور غیر مقلدین باقاعدہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے کو واجب قرار دیتے ہیں خواہ اس کی وجہ سے خطبہ جمعہ کا سننا اور خاموش رہنا مفقود ہوتا رہے ان کو اس کی پرواہ نہیں ہے۔

(۵) مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت سنیں جس کو ابو داؤد سے صاحب مشکوٰۃ ہی نے نقل کی ہے، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی جمعہ کے روز غسل کرے، اچھا لباس پہنے اور جو اس کے پاس خوشبو ہو اس کو لگائے پھر جمعہ میں حاضر ہو اور کسی کی گردن نہ پھاندے، پھر جو نوافل مقدر ہو پڑھے پھر جب امام خطبہ کیلئے نکلے تو اس کے خطبہ سے فارغ ہونے تک وہ خاموش رہے تو اس جمعہ اور اسکے پہلے والے جمعہ تک جو اس کے گناہ تھے اللہ تعالیٰ انکو معاف کر دے گا۔

اس حدیث میں مہاف ارشاد ہے کہ یہ بشارت اس کیلئے ہے جو امام کا خطبہ شروع سے لے کر آخر تک خاموش رہ کر بنور سنے، اور امام کے خطبہ دینے کیلئے نکلنے کے بعد صلی لا وظیفہ صرف خاموش رہتا ہے، کوئی دوسرا عمل جائز نہیں ہے۔

(۶) مشکوٰۃ ہی میں ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ کی روایت ہے، حضرت اس

بن اوس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے روز اپنا کپڑا صاف کیا پھر نہایا اور جمعہ میں جلدی سے پیدل چلتا ہوا پہنچا اور امام سے قریب ہو کر خطبہ اور کوئی بیکار کام نہیں کیا تو اس کو ہر قدم کے بدلہ ایک سال روزے کا ثواب ملتا ہے اور ایک سال نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث میں بھی آپ غمہ کریں گے تو خطبہ سننے کی اہمیت اور اس موقع پر خاموش رہنے کی اہمیت واضح ہوگی۔

(۷) مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے اسکو بھی مشکوٰۃ والے نے نقل کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کے خطبہ کی حالت میں جو کلام کرے وہ گدھے کی طرح جس کی پیٹ پر کتابیں لدی ہوں رگدھے کو کیا پتہ کہ کتابوں میں کیا ہے اور جو شخص کسی کو خاموش رہنے کو کہے تو اس کا جمعہ ہی نہیں۔

آپ اندازہ لگائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں جمعہ کا خطبہ کیا اہمیت رکھتا تھا، اب اگر اسی اہمیت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے احناف یہ فرمائیں کہ خطبہ جمعہ کے وقت صرف خطبہ کا سنا واجب ہے تو کہا جاتا ہے کہ احناف احادیث کے خلاف کرتے ہیں کتنی عجیب بات ہے۔

ہم نے یہ حدیثیں اسی مشکوٰۃ سے نقل کی ہیں جس سے غیر متقلدین نے آپ کے سامنے وہ حدیث نقل کی تھی جس میں دو رکعت نماز کا حکم موجود ہے۔

آپ مندرجہ بالا احادیث میں غور فرمائیں گے تو کسی ایک حدیث میں بھی آپ کو دو رکعت پڑھنے کا ذکر نہیں ملے گا۔

(۸) اسی مشکوٰۃ میں سنن ابو داؤد سے نقل کیا گیا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھے، آپ نے منبر سے لوگوں کو بیٹھنے کا حکم فرمایا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تھے کہ ان کے کان میں آپ کا آواز بیٹھ جاؤ، کی سپونجی تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

دروازہ کے پاس بیٹھ گئے، آپ نے جب ان کو دیکھا تو فرمایا عبد اللہ بن مسعود تم قریب آؤ۔
 اس میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر مسجد میں داخل ہو کر امام کے خطبہ کے وقت سکوت
 پڑھنا ضروری ہوتا یا بشریعت کا حکم ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ کو پہلے ان
 دور کتوں کو ادا کرنے کا حکم دیتے یا عبد اللہ بن مسعود آتے ہی دو رکعت نماز پڑھتے پھر بیٹھتے مگر
 نہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے خود دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کی اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو
 اس کا حکم دیا، اسلئے کہ حضور خطبہ کیلئے نکل چکے تھے اور منبر پر بیٹھ چکے تھے اور اس وقت شرعی
 مسئلہ یہ ہے کہ اذا خرج الامام فلا یصلوا ولا یتکلموا کلام یعنی جب امام خطبہ کیلئے نکل چکا ہو تو
 نہ تو کوئی اب نماز پڑھے اور نہ بات چیت کرے، اب صرف خطبہ کا سننا ہی اس کیلئے واجب
 اور ضروری ہے۔

غیر مقلدین نے ان تمام احادیث کو چھوڑ دیا ہے اور پھر بھی اہلحدیث بننے کا حوصلہ
 رکھتے ہیں۔

خیر اب آپ دیکھئے کہ اس بارے میں صحابہ کرام کا کیا عمل تھا، ان کا جو عمل ہو گا وہی حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہو گا، اسلئے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ولداہ اور
 عاشق تھے ان کا کوئی کام خلاف سنت نہیں ہوا کرتا تھا۔

(۱) حضرت ثعلبہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا زمانہ پایا ہے، اس زمانہ میں ہمارا معمول یہ تھا کہ جمعہ کے روز جب امام
 خطبہ کے لئے نکلا کرتا تھا تو ہم نماز چھوڑ دیا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ تحقیق
 استاذ عوامہ ج ۲ ص ۷۲)

معلوم ہوا کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان کے زمانہ میں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
 اجمعین جو حضرت عمر اور حضرت عثمان کے زمانہ میں مسجد نبوی میں نماز جمعہ ادا کیا کرتے تھے ان
 کا معمول یہی تھا کہ جب امام جمعہ کے روز خطبہ کے لئے آتا تو صحابہ کرام کوئی نماز نہیں
 پڑھا کرتے تھے۔

(۲) ایک دفعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کو اس وقت حاضر ہوئے جب حضور خطبہ شروع کر چکے تھے تو حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دھوپ میں کھڑے رہے آپ نے ان کو سایہ میں بیٹھنے کا حکم فرمایا، حضرت ابی نے دو رکعت نماز پڑھی اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھو۔ (ایضاً ص ۸۹)

(۳) حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خطبہ کیلئے امام کے نکلنے کے بعد نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (ایضاً ص ۱۱۱)

(۴) اور حضرت عطاء بطور خاص حضرت ابن عمر کا یہ عمل ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کو حاضر ہو کر نماز ادا کرتے رہا کرتے تھے، لیکن جب امام آجاتا تو آپ نماز ترک کر دیتے۔ (ایضاً ص ۱۱۱)

(۵) اور مجمع الزوائد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا۔ اذا دخل احدکم المسجد والامام حلی المنبر فلا مصلوۃ ولا کلام حتی یفزع الامام۔ (جز ۲ ص ۱۸۲)

یعنی جب تم میں کوئی مسجد میں اس وقت آوے جب امام منبر پر جا چکا ہو تو اب نہ کوئی نماز ہے اور نہ بات چیت کو ناہی، تا آنکہ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے۔

صحابہ کرام کے بعد تابعین کا اس مسئلہ میں کیا معمول تھا تو اگر ہم صرف مصنف ابن ابی شیبہ کو دیکھیں تو تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت کا وہی مسلک نظر آتا ہے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی وغیرہ ائمہ کا ہے۔ چند نام ملاحظہ ہوں۔

(۱) عن عطاء ! انکم کسوا المصلوۃ والامام یخطب یم الجمعۃ۔

(جز ۲ ص ۷۱ مصنف ابن ابی شیبہ)

یعنی حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ تابعین کرام اور صحابہ کرام جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ دیکھئے حضرت عطاء کے زمانہ میں عام طور پر مسلمانوں کا یہی عمل تھا کہ وہ دورانِ خطبہ نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

(۲) عن ابن سیرین استہکان یقول : اذا خرج الامام فلا یصل احد حتی یفزع الامام - یعنی حضرت ابن سیرین کہتے ہیں کہ جب امام خطبہ کیلئے نکلے تو امام کے فارغ ہونے سے پہلے کوئی ناز نہ پڑھے۔ (ایضاً)

(۳) اسماعیل بن ابی خالد فرماتے ہیں۔ روایت شریعاً داخل یوم الجمعة من ابواب کذا مجلس ولسم یصل۔ یعنی میں نے شریعاً کو دیکھا کہ یوم جمعہ کو ابواب کندہ کی طرف سے مسجد میں آئے اور بیٹھ گئے اور نماز نہیں پڑھی۔ (ایضاً)

(۴) ہشام بن عروہ اپنے والد حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں۔ قال اذا تعد الامام علی المنبر فلا صلوة۔ (ایضاً)

یعنی جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو پھر کوئی نماز نہیں۔

(۵) امام ہریری فرماتے ہیں۔ عن السہری۔ فی الرجل یجئ یوم الجمعة والامام یخطب مجلس ولا یصلی۔ یعنی جو آدمی جمعہ کے روز اس وقت مسجد میں آئے جب امام خطبہ دے رہا ہے تو بیٹھ جائے نماز نہ پڑھے۔

(۶) سعید بن المسیب فرماتے ہیں۔ خرج الامام یقطع الصلوة (ایضاً ص ۷۲) یعنی امام کا خطبہ کے لئے نکلنا نماز کو قطع کر دیتا ہے۔

آپ دیکھ رہے ہیں یہ تمام تابعین وہی کہہ رہے ہیں جو احادیث کا مسئلہ ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ کے دوران نماز پڑھنی مکروہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فرمان کا کیا مطلب ہے کہ آپ نے بعض صحابہ کرام کو دو رکعت اختصار کے ساتھ پڑھنے کا حکم بھی دیا ہے، تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ جمعہ کی نماز مہینہ میں چار دفعہ پڑھی جاتی ہے، اور ہر باغی مسلمان پر یہ نماز فرض ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ امر دو ایک ہی صحابہ کے بارے میں مرید ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے ان دو ایک صحابہ کو جو اس کا حکم دیا تھا اس کی کوئی خاص وجہ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اگر عام مسلمانوں کے بارے میں ہوتا تو ایسا ممکن نہ تھا کہ

صحابہ کرام اور خصوصاً خلفائے راشدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تابعداری نہ فرماتے، اور پھر تابعین کی ایک بڑی جماعت اس حکم کے خلاف اپنا مذہب بناتی، صحابہ کرام اور تابعین کے بارے میں ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، اگر اس خاص وجہ کا غیر مقلدین یہ نگاہیں تو بہتر ہے ورنہ ہم سے پوچھیں ہم ان کو بتلا دیں گے، ہم اس سے سر دست صرف نظر کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بعض صحابہ کرام کو دورانِ خطبہ نماز پڑھنے کا حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی دیر خطبہ کو موقوف کر دیا تھا۔ اور اسی وجہ سے آپ نے ان کو مختصر نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ تاکہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ خطبہ شروع کر سکیں، مصنف بن ابی شیبہ میں محمد بن قیس کی روایت سے یہ بات صاف ہو رہی ہے۔

عن محمد بن قیس : ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث احراک ان یمصلی رکعتین امسک عن الخطبۃ حتی یرفع من رکعتہ ثم عاد الی خطبۃ۔

یعنی محمد بن قیس فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو زمین (سیک غلفانی کو) دورانِ خطبہ دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا تو آپ خطبہ سے اُٹکے رہے، جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تب دوبارہ آپ نے خطبہ شروع کیا۔ (مثلاً ایضاً) اس حدیث سے مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا کہ دورانِ خطبہ اگر امام کسی کو کسی وجہ سے دو رکعت پڑھنے کا حکم کرے تو وہ خطبہ سے رکا رہے، جب نماز پڑھنے والا اپنی دو رکعت سے فارغ ہو جائے تو دوبارہ خطبہ شروع کرے، یہی فقہ حنفی کا بھی مسئلہ ہے کہ اگر کسی مصلحت سے امام کسی کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم کرے تو وہ خطبہ سے رکا رہے نماز سے جب وہ شخص فارغ ہو تو خطبہ دینا شروع کرے۔

اب اگر اس حدیث کو سلسلے میں رکھا جائے تو ساری احادیث میں تطبیق ہو جائیگی کسی حدیث کا چھوڑنا لازم نہ آئے گا اور نہ یہ کہنے کی کسی کو جرأت ہوگی کہ صحابہ کرام اور تابعین غلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والے تھے۔

ابن جریر شہر تابی ہیں، معنف عبدالرزاق میں ان کی سند سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مذکور ہے، حضرت جابر فرماتے ہیں :

جاء رجل والنبي صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة فيخطب فقال له : اركعت ركعتين ؟ قال لا قال فاركع -

قال ابن جرير دا قول انا : ليست فائت الركعتان لاحدا الا لاهري قطع له الامام خطبته واهم كذا اللث - ص ۲۲۲

یعنی ایک آدمی اس وقت آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم نے دو رکعت نماز پڑھ لی تو اس نے کہا کہ نہیں تو آپ نے اس سے فرمایا، تو پڑھ لو۔

ابن جریر اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں ۔

” میں کہتا ہوں یہ دو رکعت اس شخص کے لئے ہے جسے امام نے حکم کیا ہو اور اس کیلئے خطبہ کو اتنی دیر کیلئے موقوف کر دیا ہو۔

اس سے بھی یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ تابعین رحمہم اللہ کے نزدیک اس دو رکعت نماز ادا کرنے کا مفہوم کیا تھا اور کس کیلئے دوران خطبہ یہ دو رکعت جائز ہوگی ۔

غیر مقلدین کی معصیت یہ ہے کہ وہ صرف ایک دو حدیث کو دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں خواہ اس کی وجہ سے کتنی بھی احادیث کا انکار ہو جاتا ہو، اور خواہ صحابہ کرام و تابعین کا عمل اس کے خلاف گواہی دے رہا ہو، اس کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی ہے ۔

جبکہ محتاط علمائے کرام متعلقہ مسئلہ کی تمام احادیث، پھر خلفائے راشدین کا عمل پھر عام صحابہ کرام کا عمل اور پھر تابعین اور ائمہ دین کا عمل ان سب کو نگاہ میں رکھ کر کوئی فیصلہ کرتے ہیں، اور کوشش کرتے ہیں کہ حدیث کا ایسا مطلب لیا جائے کہ وہ حدیث دوسری احادیث سے ٹکرائے نہیں اور صحابہ کرام اور اسلاف امت کا عمل اس کی روشنی میں غلط نہ قرار پائے، اور اسی کا نام فقہ ہے، اور اسی فقہ کے بارے میں اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ من ادا اللہ به خیرا یفقه فی الدین
 کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو فقہ فی الدین کی دولت سے نوازتا ہے۔
 غیر مقلدین اس نعمت سے محروم ہیں، اس لئے ان کی بات لائق اعتقاد نہیں نہ ان کا
 کوئی قوی جب تک کہ جمہور اہل سنت سے ان کی تائید حاصل نہ ہو قابل قبول ہے۔

وَالسَّلَامُ

محمد ابوبکر غازی پوری

۵۴ کا بقیہ :-

ہمارے دوستوں کو اور بزرگوں کو خصوصاً ان لوگوں کو جن کو اللہ نے علم سے نوازا
 ہے اور مدت دراز سے جن کا مشغلہ حدیث کی تدریس و تعلیم ہے وہ اپنی زندگی کو اللہ
 والوں کی دشمنی سے پاک و صاف رکھیں اور کوئی ایسا نقش نہ چھوڑیں جس کی پیروی
 کرنے سے ان کے تلامذہ، مریدین، خلفاء، عقیدت مند حضرات ایسے خراب انجام
 سے دوسروں کے لئے باعثِ عبرت بن جائیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ، اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ الْأَمِيِّ

مجلد ۱ جمل مفتاحی

مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں اور مولانا مودودی

جن کو خلافت و ملکیت کے مطالبہ کا
مولانا مودودی کی حضرت علیؑ پر تنقید شرف حاصل ہوا ہے وہ جانتے کہ مولانا
 مودودی نے حضرت علیؑ کو خلیفہ راشد کی ساری خصوصیات کا حامل بتلایا ہے اور اس بارے
 میں ان کا قلم حضرت علیؑ کی مدح و توصیف میں خوب چلا ہے جیسا کہ ایک صاحب ایمان کے
 ایمان کا جو حضرت علیؑ کے مقام و مرتبہ سے واقف ہے یہی تعاضد ہے اور اس سے
 فی الحقیقت ہمیں مسرت تھی لیکن چونکہ مولانا مودودی کا مزاج تنقیدی ہے اسلئے وہ بڑی
 سے بڑی شخصیت کے بارے میں کچھ ایسے حقائق دریافت کر لیا ہے جس کی وجہ سے وہ شخصیت
 بھی ان کے ہدف تنقید سے بچ نہیں پاتی، چنانچہ حضرت علیؑ کے بارے میں بھی سارے
 محاسن و محامد کے باوجود مولانا موصوف کو ایک ایسا نکتہ مل گیا جس کی بنا پر مولانا نے
 حضرت علیؑ کو بھی اپنی تنقید کا نشانہ بنا ہی لیا۔

قصہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ کو حضرت عثمانؓ کا قصاص نہ لے سکے، قاتلین عثمانؓ سے
 قصاص لینا واجب تھا۔ یہ قاتلین عثمانؓ حضرت علیؑ کے ساتھ تھے، حضرت علیؑ نے ان سے
 کیوں قصاص نہیں لیا؟ ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کو جس انتشار کا سامنا تھا اس کی وجہ سے
 قاتلین عثمانؓ پر ان کی گرفت مضبوط نہیں تھی، وہ موقع کے منتظر تھے اور حالات پر قابو پالینے
 کے بعد شریعت کے اس حکم کو وہ ضرور نافذ کرتے لیکن سازشیوں کی سازش نے اس موقع

نہیں پہنچایا تا آنکہ وہ خود قتل کر دیئے گئے اور اس طرح قصاص عثمان کا مسئلہ رہ گیا۔
لیکن مولانا مودودی کے نزدیک حضرت علیؑ نے قصداً حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیا بلکہ ان قاتلین کو ان کا تقرب حاصل ہوتا گیا بلکہ انھوں نے قاتلین عثمان میں جو سرفرازی تھی ان کو گورنری کے عہدے تک دے دیئے اور گویا اس طرح انھوں نے کتاب و سنت کے ایک قطعی حکم کو نافذ کرنے سے پہلو تہی برقی مولانا لکھتے ہیں :

” البتہ صرف ایک چیز ایسی ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ جنگ جمل کے بعد انھوں نے قاتلین عثمان کے بارے میں اپنا رویہ بدیا، جنگ جمل تک وہ ان لوگوں سے بیزار تھے، بادلِ نخواستہ ان کو برداشت کر رہے تھے اور ان پر گرفت کرنے کیلئے موقع کے منتظر تھے۔ لیکن اس کے بعد بتدریج وہ لوگ ان کے یہاں تقرب حاصل کرتے چلے گئے جو حضرت عثمان کے خلاف شورش برپا کرنے اور بالآخر انھیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے حتیٰ کہ انھوں نے مالک بن حارث الاشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنری کے عہدے تک دے دیئے، دراصل انھیں قتل عثمان میں ان دونوں صحابہ کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے، حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں ہم کو ہر شے میں ایک کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔“

(ص ۱۴۶)

مولانا مودودی نے خلافت کو ملکیت

کی طرف لے جانے والے اسباب پر بحث کرتے ہوئے ان کے تین بڑے اسباب

حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ پر تنقید

ذکر کئے ہیں ان میں سے دو بڑے سبب کا خاندانِ حضرت صحابہ تھے۔ ایک تو وہ لوگ جو حضرت علیؑ کی خلافت سے الگ رہے۔ (۱) دوسرے خونِ عثمان کا مطالبہ کرنے والے حضرات

(۱) ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں، حسان بن ثابت، رافع بن خدیج، قتادہ بن عبیدہ، کعب بن مالک، بقرہ، عکرمہ وغیرہ۔

جن میں پیش پیش حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سادہؓ رضی اللہ عنہم تھے۔
ان دونوں فریقوں کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں :

”ان دونوں فریقوں کے بارے میں اور جلالت قدر کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے
بھی یہ کہ بغیر کوئی چارہ نہیں کہ دونوں کی پوزیشن آئینی حیثیت کے لحاظ سے
درست نہیں مانی سکتی۔“ (ص ۱۲۳)

ان صحابہ کرام پر اس الزام کے بعد یہ لوگ خلافت کو ملکیت کی طرف لے جانے
والے تھے انھوں نے صحابہ کرام کے مطالبہ خون عثمان کے طریقہ کو جاہلانہ اقدام قرار دیا ہے۔
چنانچہ بڑے غیض و غضب میں لکھتے ہیں :

”ظاہر ہے یہ جاہلیت کے دور کا قبائلی نظام تو نہ تھا کہ کسی مقتول کے خون
کا مطالبہ لکھ دیا جائے اور جس طرح چاہے اٹھ کھڑا ہو اور جو طریقہ چاہے
اسے پورا کرانے کیلئے استعمال کرے۔“ (ص ۱۲۴)

مزید ان صحابہ کرام یعنی حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ وغیرہ کے مطالبہ
خون عثمان کو ناجائز اور غیر آئینی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

”اس سے بھی زیادہ غیر آئینی طریقہ کا یہ تھا کہ پہلے فریق نے بجائے
اس کے کہ وہ جا کر اپنا مطالبہ پیش کرتا، جہاں خلیفہ، مجرمین، اور مقتول کے
ورثہ سب موجود تھے اور عدالتی کارروائی کی جاسکتی تھی بصرے کا
رخ کیا اور فوج جمع کر کے خون عثمان کا بدلہ لینے کی کوشش کی (ص ۱۲۵)

پھر ان صحابہ کرام کے اس اقدام کو خلاف شریعت بتلاتے ہوئے نہایت غلطی میں

بیمہ گذشتہ صفحہ ۲۳
مسلم بن مخلد ابوسعید، محمد بن سلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، کعب بن عجرہ، قدام بن مظعون،
عبد اللہ بن سلام، مغیرہ بن شعبہ، عبداللہ بن عمر، سعد بن ابی وقاص، صہیب، سلمان سلام، اسامہ بن
زید (ابواب ص ۲۲۶) یہ یاد رہے کہ مولانا کے نزدیک ”ملوکیت“ جاہلانہ نظام ہے۔

آکر فواتے ہیں :

” شریعتِ الہی تو درکنار، دنیا کے کسی آئین و قانون کی رو سے بھی اسے

ایک جائز کاروائی نہیں مانا جاسکتا۔“ (ص ۱۲۴، ۱۲۵)

حضرت معاویہؓ کے بارے میں لکھتے ہیں :

اس سے بدرجہا غیر آئینی طرز عمل دوسرے فریق یعنی حضرت معاویہؓ کا تھا۔^{۱۲۵}

ادنیٰ پ کا آخری بند بھی سن لیجئے۔

” یہ سب کچھ دورِ اسلام کے نظامی حکومت کے بجائے زمانہ قبلِ اسلام

کے قبائلی بد نظمی سے اشیہ ہے،“ (ص ۱۲۵)

یعنی مولانا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، اور

حضرت معاویہؓ وغیرہ کا یہ طریقہ جو انھوں نے قصاص عثمان کے مطالبہ کے لئے اختیار

کیا تھا۔

(۱) غیر آئینی اور غیر شرعی تھا

(۲) جو شرعی طریقہ ان صحابہ کرام کو اپنانا چاہیئے تھا اس کے بجائے انھوں نے جاہلیت

کے زمانہ کے طریقہ کو اپنایا تھا۔

(۳) ان صحابہ کرام کو گویا یہ معلوم نہیں تھا کہ کسی مطالبہ کو پیش کرنے کیلئے آئینی اور

شرعی طریقہ کیا ہے۔

(۴) جاہلینی اور اسلامی، آئینی اور غیر آئینی طریقہ میں وہ امتیاز نہ کر سکے یا قصداً

انھوں نے شرعی طریقہ کو چھوڑ کر غیر شرعی اور آئینی کو چھوڑ کر غیر آئینی اور اسلامی

کو چھوڑ کر غیر اسلامی طریقہ اپنایا۔

یہ ہے مولانا حمزہ ودی کا ان صحابہ کرام کے بارے میں نقطہ نظر جن کے علم و لطف

کے آگے مسلمانوں کے سر جھکے ہوئے ہیں، کیا صحابہ کرام کا یہ مقدس گروہ آنحضرتؐ کی وفات کے

فورا بعد یک بیک جاہلی نظام اور جاہلیت کی طرف اس تیزی سے جھکتا چلا گیا تھا؟ تو پھر

آنحضرتؐ کی تعلیم و تربیت کا ان پر اثر کیا رہا؟ اور آپؐ کے فیضِ صحبت سے انکی باطنی زندگی میں کون سا انقلاب برپا ہوا؟ ذرا اندازہ لگائیے کہ جب آدمی محض اپنے ذاتی مطالب پر کسی تحقیق کی بنیاد رکھتا ہے تو یہ تحقیق اس کو راہِ حق سے گمراہی کے راستے پر لیجاتی ہے۔

حضرت معاویہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ
رضی اللہ عنہم وغیرہ پر مولانا مودودی کا اعتراض
مولانا مودودی نے اپنی اس کتاب میں حضرت معاویہؓ

حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت مغیرہ اور ان میں خاص طور پر اول الذکر کے بارے میں سخت لب و لہجہ میں گفتگو کی ہے، ہمیں ان کی عبارتیں پڑھ کر سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کوئی شعبہ یا کوئی اور دشمنِ دین اس سے بدتر انداز گفتگو ان حضرات کے بارے میں اور کیا اختیار کر سکتا ہے؟ کسی عہدِ نبویؐ کے رسول کے بارے میں ان بیہودہ عبارتوں کا نقل کرنا نفس پر بڑا شاق ہے مگر ہمیں نفس کی انتہائی کراہت کے باوجود اس فریضہ کو انجام دینا ہے تاکہ صحابہ کرام کے بارے میں مولانا مودودی کا موقف واضح ہو سکے۔

مولانا مودودی اپنی اس کتاب کے ص ۱۳۲ پر لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کی خون آلودہ قمیص اور ان کی کٹی ہوئی انگلیاں منظرِ عام پر لٹکا دیں، کیوں؟ تاکہ اہل شام کے جذبات بھڑک اٹھیں۔

اور اس سے حضرت معاویہؓ کا مقصد کیا تھا وہ بھی سن لیجئے، مولانا فرماتے ہیں:

”یہ اس بات کی کھلی علامت تھی کہ حضرت معاویہؓ خونِ عثمان کا بدلہ قاتلوں کے

راستے سے نہیں بلکہ غیر قانونی طریقہ سے لینا چاہتے ہیں۔“

ایک جگہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں ارشاد ہے:

”اس کے صاف معنی یہ تھے کہ شام کا گورنر (حضرت معاویہؓ) صرف

اطاعت ہی سے منحرف نہیں ہے بلکہ اپنے صوبہ کی پوری فوجی طاقت کو کئی

حکومت سے لڑنے کیلئے استعمال کرنا چاہتا ہے اور اس کے پیش نظر تین

عثمان سے نہیں بلکہ خلیفہ وقت سے خون عثمان کا بدلہ لینا ہے۔ ۱۳۲ء
 حضرت معاویہ نے حضرت عمرو بن عاص کے ساتھ حضرت علیؓ کے جنگ لڑنے
 کے لئے ایک سازش رچی، وہ کیا؟ مولانا فرماتے ہیں :
 پھر حضرت عمرو بن عاص کے مشورہ سے انھوں نے (حضرت معاویہ نے)
 یہ فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ کو خون عثمان کا ذمہ دار قرار دے کر ان سے جنگ
 کی جائے۔ ۱۳۲ء

اور اس سازش کو علی جامع پہنانے کے لئے ان صحابہ کرام نے جھوٹے گواہ تیار کئے
 چنانچہ مولانا موصوف رقمطراز ہیں :

حضرت جریر بن عبد اللہ نے دمشق میں شام کے بااثر لوگوں سے ملاقاتیں
 کر کے ان کو یقین دلایا کہ خون عثمان کی ذمہ داری سے حضرت علیؓ کا کوئی
 تعلق نہیں ہے۔ حضرت معاویہ کو اس سے تشویش لاحق ہوئی اور انھوں نے
 ایک صاحب کو اس کام پر مامور کیا کہ کچھ ایسے گواہ تیار کریں جو اہل شام کے
 سامنے یہ شہادت دیدیں کہ حضرت علیؓ ہی حضرت عثمان کے قتل کے ذمہ دار ہیں
 چنانچہ وہ صاحب پانچ گواہ تیار کر کے لے آئے اور انھوں نے لوگوں کے
 سامنے یہ شہادت دی کہ حضرت علیؓ نے حضرت عثمان کا قتل کیا ہے۔ ۱۳۵ء

یہ صحابہ کرام اور قرن اول کے لوگوں کی وہ تصویر جو ہمارے سامنے اور ہماری
 نسل کے لئے حضرت مولانا پیش کر رہے ہیں اور الحمد للہ یہ بھی دین کی خدمت ہی ہے اور
 نئی نسل کو اسلامی تاریخ کے غلط تصور سے بچانا ہے تاکہ وہ اپنے اسلاف کے کارناموں
 سے اور اپنی روشن تاریخ سے واقف رہے۔

ص ۱۳۹ پر مولانا حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن عاص کے بارے میں لکھتے ہیں۔
 ”حضرت عمار کی شہادت کے دوسرے روز ۱۰ صفر کو سخت معرکہ برپا ہوا جس میں
 حضرت معاویہؓ کی فوج شکست کے قریب پہنچ گئی اور اس وقت حضرت عمرو بن

عاص نے حضرت معاویہ کو مشورہ دیا کہ اب ہماری فوج نیزوں پر قرآن اٹھا
 اور کہے "لہذا احکم بیدتنا ویدتکم" اس کی مصلحت خود حضرت
 عمرو نے یہ بتائی کہ اس سے حضرت علی کے لشکر میں پھوٹ پڑ جائے گی۔
 اس کے بعد مولانا سہروردی نے حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص کی
 نیت پر سخت حملہ کر لیا ہے اور یوں رقم طراز ہوئے ہیں۔

اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ محض ایک جگہ چال تھی، قرآن کو حکم بنانا
 سرے سے مقصود ہی نہ تھا؟ (صفحہ ۱۲۹)

یعنی ان صحابہ کرام نے قرآن کو محض نامشروع کام کے لئے استعمال کیا اور اس کی
 حرمت و تقدیس بڑی بے تکلفی کے ساتھ پامال کر دیا۔
 ص ۱۲۱ میں حکیم کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے مولانا سہروردی نے صحابہ کرام
 کی خصوصاً حضرت عمرو بن العاص کی بڑی گندی تصویر پیش کی ہے جس میں ان کو خائن،
 بدعہد، ناجز و غیرہ دکھلانے کی پوری کوشش کی ہے، اگرچہ یہ الفاظ صاف صاف تو وہ
 ان کے حق میں نہیں استعمال کر سکے مگر انھوں نے ان دو صفحوں میں صحابہ کرام کو انھیں اوصاف
 سے متصف دکھلانے کی پوری کوشش کی ہے اگر ان کو قتل کرنے جاؤں تو یہ اقتباس
 بڑا طویل ہو جائے گا، آپ خود اس کو اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت معاویہؓ کے باب میں مولانا سہروردی کا ذہن بڑا مسموم ہے، ان کا قلم
 ان کے خلاف نہر پر نہر اگلتا چلا جا رہا ہے اور وہ ان کو گندے سے گندے الزام میں
 بھی مہم کرتے ہوئے باک محسوس نہیں کرتے۔

صفحہ ۱۲۲ پر رقم طراز ہیں :

”حضرت معاویہؓ کے ہاتھ میں اقتیارات کا آنا خلافت سے طو کیت کی
 طرف اسلامی ریاست کے انتقال کا عبوری مرحلہ تھا، بصیرت رکھنے والے
 لوگ اسی مرحلے میں نہ سمجھ گئے تھے کہ اب ہمیں بادشاہی سے سابقہ

درپیش ہے۔

۱۴۸؎ پر حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنے جذبات سلاویں اظہار کرتے ہیں :
 ”لیکن اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لئے خوف و طمع کے ذرائع سے
 بیعت کے کراٹھوں نے اس امکان کا (یعنی خلافت علی منہاج النبوتہ کے
 بحال رہنے کا) بھی خاتمہ کر دیا۔

یزید کی ولی عہدی کس طرح عمل میں آئی؟ اس کی جو تصویر مولانا مودودی نے پیش کی
 ہے وہ خطرناک حد تک تکلیف دہ ہے۔ لیکن مولانا ہیں کہ لذت نفس کے ساتھ بڑی
 دراز نفسی سے بیان کر رہے ہیں۔ دل پر جبر کر کے آپ بھی ان کا یہ بیان سن لیں۔
 ۔ اور اس تجویز کی ابتدا حضرت میمون بن شعبہؓ کی طرف سے ہوئی، حقیقت
 معاویہؓ انھیں کوفے کی گورنری سے معزول کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ انھیں
 اس کی خبر مل گئی تو راکوڈ سے دمشق پہنچے اور یزید سے مل کر کہا کہ صحابہ
 کے اکابر اور قریش کے بڑے لوگ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں میری
 سمجھ میں نہیں آتا کہ امیر المومنین تمہارے لئے بیعت لینے میں تا مل
 کیوں کر رہے ہیں۔ ۱۴۸؎

اور پھر حضرت معاویہؓ سے کہا :

”اب بہتر یہ ہے کہ آپ یزید کو اپنی زندگی ہی میں دلی عہد مقرر کر کے بیعت
 لے لیں تاکہ اگر آپ کو کچھ ہو جائے تو اختلاف برپا نہ ہو، حضرت معاویہؓ
 نے پوچھا کہ اس کام کا پورا کیا دینے کی ذمہ داری کون لے گا؟ انھوں نے
 کہا کہ اہل کوفہ کو یہی سنبھال لوں گا اور اہل بصرہ کو زیادہ اس کے بعد پھر
 کوئی مخالفت کرنے والا نہیں ہے۔“

بریلوی مذہب پر ایک نظر

انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا عین قانونِ اسلامی ہے

مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں :

ہماری اس تقریر سے اتنا معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا ان کو حاجت روا جاننا نہ شرک ہے نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین قانونِ اسلامی اور منشاء الہی کے بالکل مطابق ہے۔ (ایضاً ص ۲۴۳)

فائدہ ۱۷۰۔ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا چاہے قانونِ اسلامی اور منشاء الہی کے مطابق ہو یا نہ ہو مگر اس تقریر سے اتنا ضرور ظاہر ہو گیا کہ بریلوی حضرات کا یہ نہ سب اور یہی دین ہے۔

غیر خدا سے مدد مانگنا واجب ہوتا ہے

مفتی صاحب قبلہ لکھتے ہیں :

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوئیں (۱) غیر خدا سے مدد مانگنا صرف جائز نہیں بلکہ واجب ہوتا ہے۔ (ایضاً ص ۲۴۹)

فائدہ ۱۷۱۔ رضا خانی شریعت کا یہ مسئلہ ہے، رضا خانی یاد کر لے اور مفتی صاحب سے ذرا معلوم کر لے کہ غیر خدا کو گدھا بھینس، گائے، کتا، بکری، چیل، کوا، ایٹا، پتھر، لوہا، کوئٹلا، گھانس، پھونس بھی ہیں، کیا ان سب سے مدد مانگنا

واجب ہے۔ مفتی صاحب جو فرمائیں رضا خانی اس پر عمل کریں۔

بدعت کسے کہتے ہیں

مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں :

بدعت کے شرعی معنی ہیں، وہ اعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے، نتیجہ نکلا کہ بدعت شرعی دو طرح کی ہوئی، بدعت اعتقادی، بدعت عملی۔ (جامعہ الحق ص ۲۵۱)

فائدہ :- مفتی صاحب کی یہ تعریف بریلوی حضرات یاد رکھیں اور فرمائیں کہ عرس، نااتحہ، نیاز، قوالی، تعزیہ کاچوک، تعزیہ، نیز آنحضرتؐ کو بشر بنانا آپ کو عالم الغیب کہنا، آپ کو مالک و مختار سمجھنا، آپ کو نفع و ضرر کا مالک جاننا، آپ کو ہر جگہ حاضر و ناظر جاننا، کیا اس کا ثبوت ہے کہ کیا صحابہ کرامؓ یہ چیزیں کیا کرتے تھے، یا ان کا اختیار و ادبیار کے بارے میں یہی اعتقاد تھا، اگر نہیں تو بریلوی لوگ بدعت اعتقادی و بدعت عملی میں دونوں بدعتوں میں گرفتار نہیں تو بریلوی لوگ بدعت اعتقادی و بدعت عملی میں دونوں بدعتوں میں گرفتار ہیں۔

دین عقائد کا نام ہے

مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں :

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فہو رد جو شخص اس دین میں وہ عقیدے ایجاد کرے جو دین کے خلاف ہوں وہ مردود ہے، ہم نے ماکے مفتی عقیدے اسلئے کئے ہیں کہ دین عقائد ہی کا نام ہے۔ (ایضاً ص ۷۵۲)

فائدہ :- مفتی صاحب کا ترجمہ غلط ہے۔ اس لئے کہ عام ہے اعمال اور عقیدے سب کو شامل ہے۔ اور حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جو غیر شرعی

عقیدے اور عمل ایجاد کئے جائیں گے جن کا دین سے کوئی ثبوت نہ ہو وہ مردود ہے، اسلئے عقیدہ یا عمل اختیار کرنے والا بدعتی کہلائے گا، لیکن مفتی صاحب چونکہ اپنے بدعتی مذہب کے رسوم و اعمال کو صحیح قرار دینا چاہتے ہیں۔ اس وجہ سے انھوں نے حدیث کے ترجمہ میں تحریف کی ہے۔ اور اپنا من مانا ترجمہ کیلئے، البتہ اس سے اتنی بات ضرور معلوم ہوئی کہ بریلوی مذہب میں دین صرف عقائد کا نام ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرنے کے علاوہ جو اعمال ہیں ان کو دین نہیں کہا جائیگا۔

صحابہؓ کے زمانہ میں جو دینی کام ہوئے ہیں وہ بدعت ہیں

مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں :

بدعت عملی وہ کام ہے جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک کے بعد ایجاد ہو خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی خواہ صحابہؓ کے زمانہ میں ہو یا اس کے بعد۔ (ایضاً ص ۲۵۳)
 فاشد لا :- صحابہؓ کے کام کو بدعت کہنا یہ بریلوی مذہب کی نئی ایجاد ہے، علمائے امت تو صحابہؓ کے عمل کو بھی سنت کہتے ہیں۔ خود حدیث بھی اس کی شاہد ہے۔ آنحضور کا ارشاد ہے۔ علیکم بسنۃ الخلفاء الراشدین۔

میلاد بدعت ہے

مفتی صاحب کہتے ہیں :

بدعت عملی کی دو قسم اس بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ، بدعت حسنہ وہ دنیا کا کام جو کسی سنت کے خلاف نہ ہو، جیسے محفل میلاد اور دینی مدارس اور نئے نئے عہدہ کھانے۔ (ایضاً ص ۲۵۴)

فاشد لا :- اس عبارت سے اتنا تو معلوم ہی ہو گیا کہ میلاد کے نام سے

جو چیز ہے وہ بدعت ہے اور بعد کی پیداوار ہے، اور اس کا دہرہ وہی ہے جو عہدہ عہدہ

کھانے کا ہے۔ مفتی صاحب کی یادداشت کی دابھی دیجئے کہ انھوں نے اس موقع پر بھی
 عمدہ عمدہ کھانے کو یاد رکھا۔ ہاں اس سوال مفتی صاحب سے ضرور کوئی کرے کہ عمدہ
 عمدہ کھانے ہی کیوں بدعت ہیں معمولی قسم کے کھانے بدعت کیوں نہیں؟

فاتحہ بزرگان اور میلاد نہ کرنے والا گناہ گار نہ ہوگا

مفتی صاحب فرماتے ہیں :

”بدعتِ مستحبہ، وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور اس کو عام مسلمان کھڑا ثواب
 جانتے ہوں۔ یا کوئی شخص اس کو نیتِ خیر سے کرے۔ جیسے محفلِ میلاد شریف اور فاتحہ
 بزرگان کہ عام مسلمان اس کو کاد ثواب سمجھتے ہیں اس کو کرنے والا ثواب پاوے گا اور نہ
 کرنے والا گناہ گار نہ ہوگا۔ (۲۵۷ ص)

فائدہ ۱ :- معلوم ہو کہ محفلِ میلاد اور فاتحہ بزرگان کی آنحضرت اور صحابہ کرام
 کے زمانہ میں کوئی اصل نہ تھی ورنہ یہ چیز بدعت نہ ہوتی اور نیز یہ بھی معلوم ہو کہ اس کا کوئی والا
 گناہ گار نہیں ہوتا ہے۔ بریلوی حضرات جو میلاد اور فاتحہ نہ کرے اس کو مسلمان نہیں سمجھتے
 ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنے مذہب کا یہ مسئلہ معلوم نہیں۔ ذرا مفتی صاحب یہ بھی
 فرمائیں کہ کسی بدعت کو وجوب کا درجہ دینے والے کا کیا حکم ہے؟ کہیں وہ بدعت اعتقادی
 میں تو مبتلا نہیں؟

میلاد شریف قرآن وحدیث، اقوال علماء اور ملائکہ اور پیغمبروں کے فعل سے ثابت ہے

مفتی احمد رضا صاحب لکھتے ہیں :

میلاد شریف قرآن واحادیث واقوال علماء اور ملائکہ اور پیغمبروں کے فعل

سے ثابت ہے۔ (ایضاً ص ۲۷۲)

فائدہ ۲ :- ابھی مفتی صاحب نے میلاد کو بدعت اور آنحضرت کے زمانہ کے

بعد کی ایجاد بتلایا ہے، اور اب فرماتے ہیں کہ وہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے گویا بریلوی مذہب میں جو چیز قرآن و حدیث سے ثابت ہو وہ بھی بدعت ہوئی ہے۔

اللہ اپنے کاموں میں رسول کی امداد کا محتاج ہے

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں :

خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رہے اور تین سو سال تک رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پاک ہوا، رب تعالیٰ نے بتا دیا کہ جب میرا گھر بغیر میرے محبوب کی امداد کے پاک نہیں ہو سکتا۔ (ایضاً ۲۲۹)

فائدہ ۴ :- اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ کسی کام میں کسی کا محتاج ہے صریح کفر ہے۔ مفتی صاحب کو اس پر غور کرنا چاہیے۔

اگر جائز کام میں ناجائز کام مل جائے تو بھی جائز ہے

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں :

مسنون یا جائز کام میں حرام چیزوں کے مل جانے سے اصل حلال کام حرام نہیں ہو جاتا۔ ایضاً فائدہ ۴ :- مفتی صاحب نے بریلوی حضرات کیلئے یہ وہ نکتہ بیان کر دیا ہے کہ اب ان کیلئے کوئی ناجائز کام باقی ہی نہیں رہے گا۔ تجارت حلال ہے اور سود حرام ہے۔ وہ تاجر جو سودی تجارت کرے جب بھی وہ تجارت جائز رہے گی اسلئے کہ حلال کام میں حرام کے مل جانے سے حلال کام حرام نہیں ہو جاتا ہے، میلاد جائز ہے اور ناچ حرام اگر محفل میلاد میں ناچ بھی کھنکھاتا ہے وہ میلاد جائز اسلئے کہ حلال کام میں حرام کے مل جانے سے وہ حلال حرام نہیں ہو جاتا۔ ربیع الاول کا جلوس نکالنا جائز اور کفریہ مضامین کے اشتہار پڑھنا ناجائز لیکن اس جلوس میں کفریہ اشتہار بھی لگائے جائیں جب بھی وہ جلوس جائز رہے گا اسلئے کہ حلال کام میں حرام کے مل جانے سے وہ حلال کام حرام نہیں ہو جاتا اس پر اور چیزوں کو قیاس کرتے چلے جاؤ۔

امام صاحب کے قول کے ہوتے ہوئے دلائل شرعیہ کی ضرورت نہیں

مفتی صاحب لکھتے ہیں :

”جیسے کہ ہم مسائل شرعیہ میں امام صاحب کا قول و فعل کو اپنے لئے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ میں نظر نہیں کرتے۔“ (ص ۱۶ بیضا)

فائدہ ۱۔ ایک مسلمان کے نزدیک کسی کا قول و فعل کوئی چیز نہیں ہے، اصل دلائل شرعیہ ہیں اگر شریعت کے مطابق کسی کا قول و فعل ہوگا قبول کیا جائے گا ورنہ رد کر دیا جائے گا۔ مفتی صاحب حنفیت کی غلط ترجمانی کر رہے ہیں، امام صاحب کا خود ارشاد ہے جو حدیث صحیح ہے وہی ہمارا مذہب ہے۔

بڑھی عورتیں باپ دادا کے رسموں کی پیروی کریں تو ناجائز! مگر جو ان عورتیں یا مرد کریں تو؟

مفتی صاحب لکھتے ہیں :

”بڑھی عورتیں اپنے باپ داداؤں کی ایجاد کی ہوئی شادی غمی کی رسموں کی پابندی کریں جو خلاف شریعت ہے تو حرام ہے۔“ (جلد اکتی ص ۱۷)

فائدہ ۲۔ سنا آپ نے مفتی یار محمد خاں کافران مالی، اگر خلاف شریعت رسموں کا بڑھی عورتیں پابندی کریں تو حرام ہے لیکن اگر مرد یا جو ان عورتیں ان حرام اور غیر شرعی رسموں کی پابندی کریں تو جائز، یہ ہے وہ فتویٰ جو بریلوی مسلک کی مسند افتاء سے جاری ہوا۔

کون سا علم غیب ہے

مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں ۔

مدارک کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں جو علم عطائی ہو وہ غیب

ہی نہیں کہا جاتا، غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔ اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا۔ جن آیات میں علم غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے۔ (مک ایضاً)

فائدہ ۱۔ ذرا مفتی صاحب سے کوئی پوچھے کہ آپ حضرات آنحضور کو تب عالم الغیب کیوں کہتے ہیں اس لئے کہ غیب وہ علم ہے جو ذاتی ہوا اور حضور کا علم آپ حضرات کے یہاں ذاتی نہیں عطا ہے اور علم عطا ہی پر غیب کا اطلاق نہیں ہوگا تو پھر آنحضور کو عالم الغیب کہنا باطل ہوا، بس انہی کو بکریں ادا آنحضور کو عالم الغیب نہ کہیں۔

قل انما انا بشر مثلكم کا مطلب

مفتی یار محمد خان قل انما انا بشر مثلكم کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

نیز اس آیت میں کفار سے خطاب ہے۔ چونکہ ہر چیز اپنی غیر جنس سے نفرت کرتا ہے۔ پس افرمایا گیا اے کفار تم مجھ سے گھراؤ نہیں میں تمہاری ہی جنس سے ہوں۔ یعنی بشر ہوں۔

(ایضاً ص ۲۰۴)

فائدہ ۱۔ مفتی صاحب نے یہاں تو تسلیم کر لیا کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

بشر ہیں۔ البتہ ان کی ذات اور شان رسول میں گستاخی ہے کہ وہ آنحضور کو کفار کے جنس کا قرار دے رہے ہیں۔ کوئی صاحب ایمان یہ پیرایہ بیان کیوں کر اختیار کر سکتا ہے۔

مفتی صاحب نے اس کے بعد ایک عجیب بات لکھی ہے۔ اس کو بھی سن لیجئے کہتے ہیں۔

شکاری جانور دوسے جیسی آواز نکال کر شکار کرتا ہے۔ اس سے کفار کو اپنی طرف مائل

کرنا مقصود ہے۔ (ایضاً)

یعنی مفتی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ آنحضور کا کفار سے یہ کہنا اسی طرح لاپے جس طرح

شکاری اپنے شکار کو شکار کرنے کے لئے اس جیسی آواز نکالتا ہے یعنی وہ اس جیسا جانور تو نہیں ہوتا ہے۔ مگر اپنے کو اس جیسا جانور دکھا کر کہتا ہے تاکہ وہ شکار اس کو اپنے ہی جنس کا جانور سمجھ کر اس کی طرف آجائے تو گویا آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں بشر تو نہیں ہیں لیکن کفار

کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے آپ اپنے کو جھوٹ بستر ظاہر کیا جس طرح شکاری شکار جیسی جھوٹی آواز نکالتا ہے۔ دیکھا گاں صاحب کہاں پہنچے۔ معاذ اللہ کوئی مسلمان کلام الہی یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ گستاخانہ کلام بھی کر سکتا ہے۔

محض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کوئی اثر نہیں رکھتی ہے

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں۔

”اور دوسرے یہ کہ عذاب کی کمی سبزے کی تسبیح کی برکت سے ہے نہ کہ محض حضور علیہ السلام کی دعا سے، اگر محض دعا کسی کی ہوتی تو حدیث میں خشک ہونے کی قید کیوں لگائی جاتی۔“

(جاء الحق ص ۲۵۶)

فائدہ :- گویا مفتی صاحب کے یہاں حضور کی دعا بے اثر اور سبزہ بے اثر، عذاب کی کمی سبزہ کی برکت سے تو ہو سکتی ہے مگر محض حضور کی دعا سے نہیں، خدا ان جاہلوں سے سمجھے، بارگاہ رسالت میں اس سے بڑھ کر بھی کوئی گستاخی ہو سکتی ہے؟

دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں حضور سے مانگو

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں

”بخشید الحق کی اس عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگو، اولاد مانگو، مال مانگو، جنت مانگو، جہنم سے پناہ مانگو۔ (ایضاً ص ۲۳۰)

فائدہ :- بریلوی حضرات ذرا شرم کرتے ہیں اور کھل کر آنحضور کو خدا نہیں کہتے، ورنہ آنحضور کے بارے میں جو ان کا عقیدہ ہے وہ خدا نیت ہی کا ہے۔ مفتی احمد یار کی یہ عبارت اس کا ثبوت ہے۔

ایسی سلفیت سے خدا بچائے

سیر اعلام النبلاء حافظ ذہبی کی مشہور کتاب ہے، اس کتاب میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ تک کی اسلامی دنیا کی ممتاز شخصیتوں کا تذکرہ کیا ہے، ان مذکورہ شخصیتوں کا تعلق مختلف طبقات سے ہے، ان میں فقہار بھی ہیں، محدثین بھی ہیں، اولیاء اللہ اور اہل تعویف بھی ہیں، حکماء بھی ہیں، ادباء بھی، ملوک اور وزراء بھی ہیں، اطباء اور شعراء بھی ہیں غرض یہ کتاب اسلامی دنیا کی دنیا کی ممتاز شخصیتوں کا تعارف حاصل کرنے کا بہترین خواندہ ہے یہ کتاب دارالحدیث قاہرہ سے اٹھارہ جلدوں میں چھپی ہے، اس کتاب کے محقق اور مصنف استاد محمد امین شبراوی ہیں، یہ صاحب خراجاً و عقیدۃ سلفی المسلك ہیں، اس کتاب کی تحقیق و تعلیق میں ان کی سلفیت جگہ جگہ نظر آتی ہے، بعض جگہ تو ان کا کلام ایسا ہوتا ہے کہ بدن پر کپکپی ماری ہو جاتی ہے اور زبان سے بے اختیار نکلتا ہے کہ اگر سلفیت یہی ہے تو ایسی سلفیت سے خدا بچائے، آئیے ان سلفیت زدہ محقق صاحب کی سلفیت کا آپ بھی ایک نمونہ لائحہ نظر لیں۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جو خود عظیم محدث ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ ابن تیمیہ کے بڑے ملاحوں میں سے ہیں، اس کتاب کی تیرہویں جلد میں انھوں نے ابن فورک اصہبہا کا تذکرہ کیا ہے، اور ان کو شروع ترجمہ میں ان القاب سے یاد کیا ہے۔ الامام العلامة الصالح شیخ المتکلمین ابو بکر محمد بن الحسن بن خورشاذ اصہبہا۔

اور لکھا ہے کہ قتال عبد الغفار فی "سیاق التاریخ" الاستاذ ابو بکر
قبوہ بالحدیث یستغنی بہ - یعنی عبد الغفار نے "سیاق التاریخ" میں کہا ہے کہ
ابو بکر کی قبر مقام حیرہ میں ہے اور اس کے ذریعہ بارش طلب کی جاتی ہے، یعنی جب بارش نہیں
ہو تو ہے اور لوگ قطع میں ہوتے ہیں تو ان کی قبر کے پاس جاتے ہیں اور وہاں خدائے تعالیٰ
سے بارش کے لئے دعا کرتے ہیں تو اس قبر کی برکت سے اللہ تعالیٰ بارش ازل فرماتے ہیں۔

اور قاضی ابن خلعان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ بزرگ بغداد میں مدت تک درس
دیتے رہے، پھر رے گئے وہاں مبتدعہ نے یعنی کرامیہ فرقہ کے لوگوں نے ان کے خلاف
سازش رچی تو نیشاپور کے لوگوں نے ان سے خط و کتابت کر کے نیشاپور بلا لیا اور ان
کیلئے ایک مدرسہ قائم کیا دظہت بزرگ علی المتفقہۃ یعنی ان کی برکت فقہ کا علم
حاصل کر نیا اور پڑھا ہر سوئی، یعنی اللہ تعالیٰ نے انکی برکت سے علماء کا ایک طبقہ پیدا کیا
جو علوم شریعت کا ماہر تھا، ان کی تصانیف کی تعداد ایک سو کے قریب ہے پھر ان کو
غزنہ بلایا گیا، مبتدعین سے غزنہ میں ان کا مناظرہ کرامیہ فرقہ سے ہوتا رہا، پھر وہ غزنہ
سے نیشاپور واپس ہو رہے تھے کہ دشمنوں نے راستہ میں ان کو زہر دیدیا، جس کے
سبب "بُست" (۱) مقام کے پاس پہنچے پہنچتے پہنچتے انکی موت ہو گئی، انکی لاش
نیشاپور لائی گئی، پھر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ابن خلعان کے حوالہ سے لکھتے ہیں و مشہد
بالحدیث میزار دلیست حجاب عندہ الدعاء یعنی انکی قبر حیرہ میں ہے لوگ اسکی
زیارت کو آتے ہیں اور اس جگہ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

امام ذہبی جیسا امام حدیث تو اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا اور قبروں کی زیارت
اور اللہ والوں کی قبر کے پاس دعاؤں کے قبول ہونے میں اس کو کوئی اشکال نہیں ہے اور
زیارت اس کو کتاب و سنت اور شریعت کے خلاف نظر آتی ہے، مگر جو سلفی اس

کتاب کے محقق ہیں، وہ اس پر جو حاشیہ چڑھاتے ہیں اسے آپ پڑھئے اور اگر خدا توفیق دے تو انکی سلفیت پر لا حول پڑھئے۔

دوستجاہ عندہ پر حاشیہ سلفی صاحب لگاتے ہیں۔

الدعاء عند قبور الانبياء والصالحين من الابداع المنكرة العت

لا يقرها الشارع وهو ذريعة الى الشك

یعنی انبیاء (علیہم السلام) اور صالحین کی قبر کے پاس دعا کرنا بڑی خراب بدعتوں میں سے ہے جس کو شریعت رد نہیں رکھتی ہے اور وہ شرک کا ذریعہ ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

وقد كان صحابة رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اساءوا احلهم ان يدعوا لنفسه استقبال القبلة ودعا في سجدة كما كانوا يفعلون في حياته - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں کا کوئی جب اپنے لئے دعا کرتا تھا تو قبلہ کی طرف رخ کرتا تھا اور مسجد میں دعا کرتا تھا جیسا کہ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ مزید ارشاد ہوتا ہے۔

وكل من يقصد زيارة القبور او القبور ولو كان قبور سيد الخلق صلى الله

عليه وسلم للدعاء عنده فهو ضال مبتدع۔

اور جو بھی کسی بھی قبر کے پاس جا کر دعا کا قصد کرے خواہ وہ سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہی کیوں نہ ہو، پس وہ شخص گمراہ اور بدعتی ہے۔

ہائے ظالم یہ تو نے کیا کہہ دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک کا نام لینا بھی یہاں تیرے لئے مہر دی تھا، لعنت ہے تیری سلفیت پر اور لعنت ہے اس تلم پر جن کی زبان سے یہ گندی عبارت نکلی ہے، اس حاشیہ نگار نے ایک ارشاد پاک رسول کا نقل کیا ہوتا کہ آپ نے یہ فرمایا ہو کہ قبروں کے پاس دعا مانگنا ناجائز ہے، خلاف

شرع ہے، شرک ہے، بدعت ہے، اگر اسے حضور کا کوئی ارشاد صحیح یا ضعیف نہیں ملا تو خلفائے راشدین سے اس کی ممانعت نقل کی ہوتی، کسی صحابی سے، کسی تابعی سے کسی امام فقہ و حدیث سے قبروں کے پاس بطور خصوص حضور فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے پاس دعا کرنے کی ممانعت ذکر کی ہوتی، اس حاشیہ نگار نے صرف دعویٰ کیا اور دلیل نہ اسے کتاب اللہ سے ملی، نہ حدیث رسول اللہ سے نہ صحابہ کرام کے قول سے، نہ کسی امام فقہ و حدیث کے ارشاد سے، دعویٰ بس دعویٰ نرا دعویٰ کھوکھلا دعویٰ۔

حدیث پاک میں انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کیا گیا ہے قبروں کو سجدہ گاہ بنانا یعنی ان قبروں کو سجدہ کرنا اور قبروں کے پاس اللہ سے دعا کرنا ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، مگر محشی محترم سجدہ گاہ بنانے والی حدیث کو قبروں کے پاس اللہ سے دعا کرنے پر فٹ کر رہے ہیں، اور اس غلط کاری کا ان کو ذرا احساس نہیں ہوتا، اور اگر محشی صاحب کے یہاں قبروں پر سجدہ کرنا اور قبروں کے پاس دعا کونان دونوں کا مطلب ایک ہی ہے تو قلع ہے ایسی علییت پر، اس علم کے بل بوتے پر جو انبیاء علیہم السلام کا نام لے کر اور خصوصاً سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک کو خاص کر کے قبروں پر دعا کرنے کو حرام ناجائز اور شرک و بدعت بتائے، تو وہ یقیناً بہت بڑا جاہل ہے۔

کوئی صحیح العقیدہ مسلمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست نافع و ضار نہیں سمجھتا، وہ دعا خدا ہی سے کرتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ محتاط علمائے کرام نے یہ کچھ اے کہ قریب مبارک کے پاس اگر دعا کی جائے تو رخ قبلہ کی طرف کرے، اس کی وجہ محض یہ ہے کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ خود صاحب قبر سے دعا مانگی جا رہی ہے، مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دعا کی قبولیت اور اس کے با اثر ہونے میں زمان و مکان کی بھی بڑی اہمیت ہے، جو جگہ جتنی متبرک و مقدس ہوگی یا جو زمانہ جتنا مقدس و متبرک ہوگا وہاں دعا کی قبولیت کے زیادہ آثار ہوتے ہیں، خانہ کعبہ کا تعلق براہ راست بارگاہ خداوندی سے ہے وہ تجلیات الہی کا مرکز ہے اس وجہ سے وہاں پر دعا کا قبول ہونا زیادہ متوقع ہے، رمضان مبارک

کی جو اہمیت ہے وہ دوسرے ہیٹھوں کی نہیں ہے اس وجہ سے اس ماہ میں جو دعا کی جائے اس کا بارگاہِ الہی میں مقبول ہونا زیادہ ارجحی ہے، غرض دعا کے مقبول ہونے میں زمان کا بھی اثر ہوتا ہے اور مکان کا بھی اثر ہوتا ہے، تو وہ جگہ جہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ مطہر اور جو جگہ کہ زمین و آسمان میں جتنی جگہیں ہیں ان میں سب سے زیادہ مقدس و مبارک ہو وہاں پر دعا کرنے کی تاثیر کا کیا عالم ہو گا، اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اور یہی وجہ ہے کہ تمام اکابرِ اہل سنت سلفاً و خلفاً حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس دعا کرنے کو عین سعادت سمجھتے رہے ہیں، موجودہ زمانہ کے سلفیوں کے علاوہ گزشتہ زمانہ کے تمام سلف کا یہی عقیدہ رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قبروں کے پاس دعا کرنے کا ثبوت تو ہے مگر اس سے انکار ان سے ثابت نہیں ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی معاذ اللہ کوئی حقیقت نہیں ہے نہ وہ بابرکت جگہ ہے کہ اس کی برکت سے بندوں کی دعائیں اللہ قبول فرمائے، تو یہ محضی صاحب جن کا نام محمد بن الشیرازی ہے، امام بخاری کے بارے میں کیا فرمائیں گے اور ان کی کتاب بخاری شریف کے بارے میں ان کا کیا ارشاد ہو گا، حافظ ابن حجر شامی بخاری مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ بخاری شریف کو جو یہ مقبولیت عامہ حاصل ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری نے اس کتاب کے تراجم کی بیسیوں روئے شریف اور منبر نبوی کے پاس کی تھی۔ یعنی حافظ ابن حجر کی پوری عبارت پڑھئے فرماتے ہیں :

وانما بلغت هذه الرتبة وفانته هذه الخطوة لسبب عظيم
ادجيب عظمها وهو ما رواه احمد بن عدي عن عبد القدوس، قال :
شهدت عدة مشايخ يقولون حول البخاري تراجم جامعه - يعني بيضا
بين قبر النبي صلى الله عليه وسلم ومثله : وكان يصلي لكل توجه
راكتين -

یعنی بخاری شریف کو یہ عظیم رتبہ جو حاصل ہوا ہے اس کی ایک بڑی وجہ ہے اسی

اس کی عظمت کو قائم کیا ہے، اور وہ وجہ وہ ہے جس کو ابو احمد بن عدی قدس بن ہمام سے روایت کرتے ہیں، عبد القدوس فرماتے ہیں کہ میں نے متعدد مشائخ سے سنا ہے کہ امام بخاری نے بخاری شریف کے تراجم کی تبیین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور منبر نبوی کے مابین بیٹھ کر کی تھی، اور ہر ترجمہ پر دو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ (مقدمہ ص ۱۱۳)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک بالکل عام ہی جگہ ہے تو آخر امام المحدثین امام بخاری نے بخاری شریف کے تراجم کی تبیین کیلئے اسی جگہ کا کیوں انتخاب کیا؟ اس سے امام بخاری کا مقصود قبر شریف اور منبر شریف سے فیض حاصل کرنا نہیں تھا تو اور کیا تھا؟

خیر یہ تو بخاری شریف کا قصہ ہے، امام بخاری اپنی کتاب تاریخ کے بارے میں خود فرماتے ہیں۔ صنفت التأسیخ فی المداینۃ عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مقدمہ ص ۲۷۸)

یعنی میں نے تاریخ کی تصنیف مدینہ پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کے پاس کی ہے۔

میں ان سلفیوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم میں سے کون ایسے دم خرم والا ہے جس کی سلفیت امام بخاری سے بھی بڑھی ہو، اور کتاب و سنت پر جس کی نگاہ امام المحدثین سے بھی زیادہ ہو، اور جو شریعت میں کیا جائز ہے اور کیا ناجائز اس کا جاننے والا امام محدث سے بھی بڑھ کر ہو؟

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ امام بخاری کو تو حضور کی قبر اور اس کے آس پاس کا حصہ ایسا بابرکت نظر آئے کہ وہ مسجد نبوی کی ساری جگہوں کو چھوڑ کر منبر اور قبر شریف ہی کی جگہ کو تصنیف و تالیف کیلئے اختیار کریں اور سلفیت کی مار کا آج کا مارا طبقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے کو بدعت، شرک اور گمراہی بتلائے۔ ہائے بد بختو تم کہاں سے کہاں پیچ گئے؟

سودیہ کے سابق رئیس الانار شیخ ابن باز بھی کے سلفی تھے بلکہ سلفیت کا موجودہ

عروج انھیں کافیض ہے، مگر اس شیخ السلفیہ کو بھی اتنی جرأت نہ ہو سکی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و تبرکات کے بابرکت ہونے کا انکار کر سکیں۔ ابن باز صاحب مالحین اور ادیار کرام کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کو ناجائز بتلاتے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و تبرکات سے تبرک حاصل ہونے کا انھیں اقرار ہے۔ فرماتے ہیں :

ان التبرکات بأثار الصالحین غیر جائز وانما یجوز ذلک بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ لما جعل اللہ فی جسدہ دما واسۃ من البرکۃ واما غیرہ فلا یقاس۔ (حاشیہ فتح الباری ج ۳ ص: ۱۳)

یعنی مالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے، البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تبرک حاصل کرنا بطور خاص جائز ہے۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن مبارک اور جو چیز کہ آپ کے بدن مبارک سے لگے۔ اس میں برکت رکھی ہے، پس دوسروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

یہجئے یاں کا قویٰ ہے جو اپنے زمانہ میں سلفیوں کا سب سے بڑا امام تھا، اس بڑے امام شیخ ابن باز کو بھی جرأت نہ ہو سکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک اور آپ کے جسد مبارک سے جو چیز چھوئی ہوئی اور لگی ہوئی ہو اس کی برکت کا انکار کریں۔ تو اس قبر مبارک کی برکتوں کا اور اس کی فیض رسانیوں کا کیا ٹھکانا ہو گا جس قبر مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود جسد مبارک رکھا ہوا ہو، وہ جگہ قبولیت دعا کیلئے کتنی بابرکت اور پُر اثر جگہ ہوگی ؟

انہوں نے سلفیت کے مرضی کو اس مبارک جگہ پر دعا کرنا شرک و بدعت اور ضلالت نظر آتا ہے۔

اور ہمارا قویہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں دنیوی زندگی سے زیادہ قوی تر زندگی کے ساتھ آرام فرما ہیں۔

ابن تیمیہ کا بھی عقیدہ یہی ہے کہ آپ کو قبر شریف میں حیات حاصل ہے۔ ابن تیمیہ

فرماتے ہیں :

” ہم اس کا انکار نہیں کرتے اور نہ اسکو عدم جواز کے باب میں داخل کہتے ہیں جو بیان کیا جاتا ہے کہ ایک جماعت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے یاد دوسرے صالحین کی قبروں سے سلام کا جواب سنا اور حضرت سعید بن المسیب حمہ کی راقوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اذان کی آواز سننے لگے۔ (اتقوا الصراط المستقیم ص ۲۷۳)

تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں تو آپ اپنی تمام فیض رسانیوں کے ساتھ زندہ ہیں تو اگر اس جگہ دعا کی جائے یا آپ کے وسیلے سے دعا کی جائے تو اس کا انکار کیوں؟ اور اس عمل کو کفر الہی اور شرک و بدعت قرار دینا کیونکر جائز ہو گا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے خاتمہ المحدثین اور شیخ الاسلام تھے انکی کتاب بخاری کی شرح فتح الباری کے زمانہ تالیف سے لے کر آج تک ڈنکا بج رہا ہے اور لوگوں کا کہنا ہے کہ جس طرح احادیث کی کتابوں میں بخاری شریف کا کوئی ثانی نہیں ہے اسی طرح بخاری شریف کی شرح میں فتح الباری کے مقابل کی کوئی دوسری شرح نہیں ہے۔ وہ حافظ ابن حجر اس حدیث کی ان الایمان لتارنا الی المدینۃ کما تارنا الحیۃ الی حجرها۔

(یعنی یقیناً ایمان سمٹ سنا کہ مدینہ اسی طرح پہنچے گا جس طرح سانپ اپنی بل میں پہنچتا ہے)

شرح میں فرماتے ہیں

کل من له من نفسه سائق الی المدینۃ لمحبتہ فی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شمل ذالک جمیع الاثر منہ لاقہ فی
زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم للتعلم منہ و فی زمانہ الصحابة
والتابعین و تابعیہم للاقتداء بحمدہم و من بعد ذلک لزیارۃ

قدوة صلی اللہ علیہ وسلم والصلاة في مسجدك والتبرك
بمشاهدة آثارة وأثار اصحابہ (ص ۱۴۷ ج ۲)

یعنی ہر مومن کے قلب میں مدینہ منورہ جانے کا ایک جاذبہ ہوتا ہے اسلئے کہ اسکو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تعلق ہوتا ہے، تو یہ بات تمام زمانوں کو شامل ہوگی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھنے کے لئے لوگ مدینہ
پہنچتے تھے اور صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں لوگ ان کے اسوۂ زندگی
کی اتباع کے لئے مدینہ پہنچتے تھے اور اس کے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک
کی زیارت کیلئے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کیلئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کیلئے مدینہ پہنچتے ہیں۔
دیکھئے حافظ ابن حجر شائع بخاری شریف اور اپنے زمانہ کے علم حدیث کے
سب سے بڑے عالم کیا فرما گئے، فرما رہے ہیں کہ ہر صاحب ایمان کے دل میں یہ داعیہ ہوتا ہے
کہ وہ مدینہ پاک اس وجہ سے جاتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرے اور
آپ کی مسجد میں نماز ادا کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار اور آپ کے اصحاب کے آثار
سے تبرک حاصل کرے، گویا ایمان کا تقاضا ہے کہ مومن کے دل میں یہ داعیہ اور یہ شوق اور یہ
جذبہ ضرور ہو، اگر اس کا دل اس شوق اور اس جاذبہ سے خالی ہے تو یہ کچھو کچھ اس کے دل میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی نہیں، اور اس کا ایمان صرف نام کا ایمان ہے، ایمان
کی حقیقت اسے نصیب نہیں ہے۔

دیکھئے جو بات حافظ ابن حجر بخاری شریف کی حدیث کی روشنی میں ثابت
کر رہے ہیں وہی بات آج کے سلفیوں کے نزدیک شرک ہے، گراہی ہے، ناجائز اور
حرام ہے، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کیلئے اور اس سے تبرک
حاصل کرنے کیلئے اور اس جگہ دعا کرنے کیلئے سفر کو نہ الاغاصی اور گنہگار ہے، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ
اللہ تعالیٰ اس قسم کی سلفیت اور اس قسم کے سلفیوں سے ہر مومن کو بچائے۔

جلد ۱۰۱ حمل مفتاحی

محمد ابو بکر غازی پوری

محروم من کل الخیر قسم کے لوگوں کیلئے سلمۃ عبرت

کچھ محروم من کل الخیر قسم کے لوگ حضرت امام اعظم کی شان اور ان کی باکمال شخصیت کو ہلکا سمجھتے ہیں اور ان کی شان اقدس میں نازیبا کلمات کا استعمال کر کے اپنی بد باطنی کا اظہار کرتے ہیں، یوں وہ اپنی دنیا و عاقبت کو برباد کرتے ہیں۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات تو اجماعی ہے کہ آپ نے بعض صحابہ کو دیکھا ہے، اور حضرت رسول اللہ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت پر تو موافق و مخالف سب کا اتفاق ہے، اس طرح حضرت امام اعظم کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک طوبیٰ لعن راۓی و راۓی من راۓی، اس کے لئے مبارک ہو جس نے مجھے دیکھا اور اس کی روایت سے شرف یاب ہو جس نے مجھے دیکھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارت ائمہ متبوعین سے صرف امام اعظم کو حاصل ہے، اور جب یہ امر اتفاقی ہے کہ آپ رویت کے اعتبار سے تابعی ہیں تو امام اعظم قرآن پاک کی اس بشارت غلطی میں بھی داخل ہیں۔ والذین اتبعوا یا حنان رضی اللہ عنہم ورضوا عنه اعد لهم جنۃ تجوی تحتها الا غفار خالدين فیہا ابداً ذالک الفوز العظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اولین ہاجرین والآخرین اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی اتباع کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ لوگ اللہ سے راضی ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایسے باغ تیار رکھے ہیں جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

معلوم ہو کہ تابعین عظام رحمہم اللہ کا امت میں صحابہ کرام کے بعد سب سے اونچا مقام ہے، حدیث پاک میں ان کے مبارک ہونے کی شہادت ہے، اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا گواہی ہے کہ وہ ان سے راضی ہے اور وہ لوگ اللہ سے راضی ہیں، اور قرآن پاک کی یہ بھی شہادت ہے کہ ان کا مقام اور مکان جنت ہے، اور یہ بھی گواہی ہے کہ وہ انعامات خداوندی کے مستحق ہو کہ بڑی کامیابی حاصل کرنے والی جماعت ہے۔ قرآن و حدیث میں جس ذات اقدس کا یہ مقام ہو اس کی شخصیت کو ہلکا سمجھنا اور اس کے بارے میں نازیبا کلمات کا استعمال کرنا اور اس کی بزرگ ذات کو محل تفریح بنانا اور اس کا مذاق اڑانا، یہ بڑی بد قسمتی اور محروم من کل الخیر ہونے کی علامت ہے، اور ایسے لوگ اپنے ہاتھ سے اپنی دنیا و عاقبت کو برباد کرنے والے ہوتے ہیں، نہ ان کے علم میں برکت ہوتی ہے اور نہ عمل میں اور جب کبھی ان کا طغیان و تمرد عدسے بڑھ جاتا ہے تو وہ دنیا ہی مختلف قسم کے عوارض و ابتلاوات میں مبتلا ہو کر دنیا کے لئے باعث عبرت بن جاتے ہیں، ہمارے قریبی شہر بنارس میں ایک ایسا ہی گستاخ بد زبان اور امام اعظم کے حق میں بے لگام حدیث پڑھانے والا سلفی آج کل جرت کا مرقع بننا ہوا ہے، اور جمہور علماء احنفہ اور المالک یہ کہ گستاخ پاکستانی معصفت اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا فاضل غیر مقلد سلفی عالم شمس الدین افغانی دنیا کے لئے باعث عبرت ہو کر اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے کویت کے اسپتال میں ٹرپ ٹرپ کر اس نے جان دی اور مرتے وقت وہ زبان سے اپنے ان اساتذہ کا نام لے کر جن کے اشارہ پر اس نے یہ دونوں کتابیں لکھی تھیں، کہ رہا تھا کہ قتلیٰ قتلائی، قتلیٰ قتلائی، حالت شباب میں وہ کیسی موت مرا میں اس کو وہی جلتے ہیں جنہوں نے اس کی موت کا منظر دیکھا ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ پاک کا ارشاد من عادی لی دنیا فقد اذنتہ بالحرب جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں، یہ غیر مقلدین جن زبانوں پر رفیعہ بن اور بنی بالچر والی حدیثیں نقل ہو اللہ کی سورت کی چڑھی ہوئی ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے افاشدہ خدا کا یہ فرمان عظیم اس طرح بھولے رہتے ہیں

کہ گویا اس حدیث قدسی کا حدیث کی کتابوں میں کسی ذکر ہی نہیں ہے، اور اس تغافل کے نتیجے میں وہ اللہ کے ولیوں سے چار چار ہاتھ کر لئے کو تیار رہتے ہیں، اور ان کے بارے میں بدکلامی اور بدزبانی کا وہ مظاہرہ کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ، آدمی کے سینہ میں اگر دل مردہ نہ ہو تو تھر جائے، کانپ جائے۔

کس کا دل دگر وہ ہے کہ حجتہ الاسلام امام غزالی کے بارے میں یہ سنے۔ حجتہ الاسلام القبوریتہ والجمہمیتہ والصوفیتہ فی آن واحد (جمہور علماء الخفیہ ص ۴۱۲) غزالی قبر پرستوں، جمیوں اور صوفیوں کا بوقت واحد حجتہ الاسلام ہے، اور آپ کی کتاب احیاء العلوم فن تصوف میں جس کی مثال دوسری کتاب نہیں، اس کے بارے میں لکھا ہے کتاب صوفی خرافی (ص ۴۹۹)، احیاء العلوم کتاب صوفیانہ ہے، قبر پرستی والی ہے اور بکو اس ہے۔

اور کس کا دل دگر وہ ہے جو مولانا جلال الدین رومی کے بارے میں یہ بات سنے۔ امام الصوفیۃ المولیۃ، المحقق المصوفی الاتحادی الخوافی (ص ۳۶) یعنی رومی طبقہ صوفیہ مولوی کا امام حنفی صوفی وحدۃ الوجود کا قائل خرافات کہنے والا۔

اور کس کا دل دگر وہ ہے جس کے کان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ کلمات سنیں اور اس کے بدن میں کیمکی نہ پیدا ہو جائے۔ امام الصوفیۃ القبوریتہ المحشتیۃ۔ (ص ۱۱۴) چشتی قبر پرست صوفیوں کا امام ہے۔

یہ چند مثالیں ہیں ورنہ غیر مقلدین نے صوفیانے کرام ائمہ غلام اور جماعت اہل حق کے بارے میں جس زبان و قلم کا استعمال کیا ہے وہ شریف انسانوں کے قلوب ہی کو نہیں بلکہ عرش الہی کو تھر دیتا ہے، اور پھر کبھی غضب الہی کی برق و رعد اس طرح ان پر گرتی ہے کہ وہ دنیا والوں کے لئے باعث عبرت بن جاتے ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی کرے والوں کا اور ان سے بدگمانی اور

دشمنی رکھنے والوں کا اس دنیا میں ہی کیسا انجام ہو لے کسی جنسی کی کتاب سے نہیں بلکہ غیر متعلقہ
کے کیا علماء کی کتابوں سے ہیں یہاں نقل کرتا ہوں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے وہ شیوخ
اور بھائی جن کے دلوں میں امام اعظم سے کسی طرح کی کد ہے اس سے وہ اپنا دل پاک کریں تاکہ وہ
کسی غضب خداوندی کا شکار نہ ہوں۔

(۱) پہلا واقعہ - امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوزن سے آنکھ کی روشنی چلی گئی۔

اس سلسلے میں پہلا واقعہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا خود ان کا
بیان کردہ نقل کرتا ہوں، مولانا محمد ابراہیم صاحب اپنی مشہور کتاب تاریخ اہل حدیث میں تحریر
فرماتے ہیں۔

فیض ربانی - ہر چند کہ میں سخت گناہگار ہوں لیکن ایمان رکھتا ہوں، اور اپنے صالح
استاذہ جناب مولانا ابو عبد اللہ عبد اللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور جناب مولانا
حافظ عبد المنان صاحب مرحوم محدث وزیر آبادی کی صحبت و تلقین سے یہ بات یقین کے ساتھ تک پہنچ
چکی ہے کہ بزرگان دین خصوصاً ائمہ یقین سے حسن عقیدت نزل برکات کا ذریعہ ہے اس لئے
بسا اوقات خدا تعالیٰ اپنے فضل عظیم سے کوئی فیض اس ذرہ بے مقدار پر نازل کر دیتا ہے، اس
مقام پر ایک صورت یہ ہے کہ جب میں نے اس مسئلہ (ادباء کی بحث) کے لئے کتب متعلقہ الماری
سے نکالیں اور حضرت امام صاحب (امام ابو حنیفہ) کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف
کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آگیا، جس کا اثر بے پردہ بنی ہو گیا کہ دن دوپہر
کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا یکایک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا
گویا ظلمت بعض مافوق بعض کا نظارہ ہو گیا، مٹا خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا
کہ حضرت امام صاحب سے بظنی کا نتیجہ ہے، اس سے استغفار کرو، میں نے کلمات
استغفار دہرائے شروع کئے، وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کے بجائے ایسا نور چمکا کہ
اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا، اس وقت سے میری حضرت امام صاحب حسن عقیدت
اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحب سے حسن عقیدت نہیں ہے

کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معارج تدریجاً آنحضرت معلّم سے خطاب کر کے فرماتا ہے اعتماد نہ علی مایویٰ میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھے جھگڑا کرنا ہے سو ہے۔

هذا والله ولي الهداية -

خاتم الکلام -

اب اس مضمون کو اس کلام پر ختم کرتا ہوں، اور اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگان دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین سے سنی ظن رکھیں اور گستاخی و دشمنی بے ادبی سے پرہیز کریں کیونکہ اس کا نتیجہ ہر دو جہاں میں موجب خسران و نقصان ہے۔

نسأل الله الکیم حسن الظن والتداب مع الصالحین
ونعوذ بالله العظیم من سوء الظن بهم والوقیعہ فیهم فانہ عرق
الفضی والخروج وعلامۃ المارقین ولنعم ما قیل -

از خدا خواہیم توفیق ادب !

بے ادب محروم شد از لطف تبارک

- تاریخ اہل حدیث ص ۲۷

طبع الکتاب انٹرنیشنل جامننگر دہلی ۲۰

(۲) دوسرا واقعہ :- امام صاحب رحمہ اللہ کی شان میں گستاخی

کرنے والا مرتد ہو گیا۔

آپ نے حضرت مولانا محمد براہیم سیالکوٹی کا خود ان کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ

ملاحظہ کر لیا، اب دوسرا واقعہ ایک اور اہل حدیث عالم کا سن لیں کہ ان کے درس میں امام صاحب کے بارے میں گستاخی کرنے والے ایک طالب علم ہاشم کر گیا ہوا۔

جماعت غیر متقلدین میں جن کا سلسلہ غزوہ خاندان سے ہے یہ لوگ واقعہ اہل حدیث کہلانے

کے سخت تھے، وہ اکبر امت کے بارے میں بہت محتاط اور ان سے حسن ظن رکھنے والے اور تعریف

کے قائل اور صوفیائے کرام سے حسن عقیدت اور محبت رکھنے والے تھے، خاندان غزنویہ میں سے ایک معروف بزرگ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ اپنے مدرسے کے حال سناتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایک روز حضرت والد بزرگوار مولانا عبد الجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے درس بخاری میں ایک طالب علم نے کہہ دیا کہ امام ابو حنیفہ کو پندرہ حدیثیں یاد تھیں، مجھے ان سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں، والد صاحب کا چہرہ مبارک خمد سے سرخ ہو گیا، اس کو حلقہ درس سے نکال دیا اور مدرسے سے بھی خارج کر دیا اور بغوائے التقوا فراسقۃ المؤمن فانه ینظر بنور اللہ، فرمایا کہ اس شخص کا خاتمہ دین حق پر نہیں ہوگا، ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ مصلوٹ ہو کر وہ طالب علم مرتد ہو گیا۔ داؤد غزنویہ ترتیب و تحریر

سید ابوبکر غزنوی ص ۳۸۴

حضرت امام اعظم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی عاقبت کیسی برباد ہوتی ہے اور اس کا انجام کیسا بھیجا تک ہوتا ہے، آپ نے اس کا اندازہ ان دو واقعات سے لگایا جو کسی حنفی عالم کے بیان کردہ نہیں بلکہ اس کے بیان کرنے والے غیر متعلقہ علمائے کرام ہیں، یہ واقعے قریبی زمانہ کے ہیں، اب ایک واقعہ زمانہ قدیم کا بھی سن لیں۔

(۲) - تیسرا واقعہ - نعیم ابن حماد کا قابلِ عبرت انجام

نعیم ابن حماد معروف محدث ہیں، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شیوخ میں سے ہیں، بخاری شریف میں ان سے روایتیں ہیں، گو کہ امام بخاری کے یہ استاد ہیں اور بخاری شریف میں ان سے روایتیں بھی ہیں، مگر ان کا حال یہ تھا کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے شدید عصب و بغض رکھتے تھے، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے جھوٹی روایتیں گڑھا کرتے تھے، اور لوگوں میں ان جھوٹی روایتوں کو پھیلایا کرتے تھے۔ مشہور غیر متعلقہ عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اپنی معروف کتاب تاریخ اہل حدیث میں ان کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

نعمیم کے متعلق علمائے حدیث میں سخت اختلاف ہے بعض کی رائیں اچھی ہیں اور بعض کی بہت سخت ہیں، حافظ ذہبی میزان میں فرماتے ہیں۔ احد الاثمتہ الاعلام علی لین فی حدیثہ یعنی ائمہ اعلام میں سے ایک ہے باوجود اس کے کہ روایت حدیث میں نرم ہے خوارج لہ البخاری مقوودا لفیوہ الام بخاری نے اس کی حدیث روایت کی ہے لیکن دوسرے (تھ راوی) سے ملا کہ، قال العباس بن مصعب فی تاریخہ نعمیم بن حماد وضع کتبا فی الرد علی الخنفیۃ، یعنی عباس بن مصعب نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے نعمیم بن حماد نے خنفیوں کے رو میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

غیر تو نہ یہ حنفی کے متعلق اس کی روش کا حال ہے، اب خود سیدنا حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ذاتِ اقدس کی نسبت حافظ ذہبی کا وہ الملاحظہ فرمائیں کہ آپ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں، ابو الفتح اذنی نے کہا کہ نعمیم سنت کی تقویت میں حدیث بنالیا کرتا تھا۔ اور جھوٹی حکایتیں بھی، امام ابوحنیفہؒ نعمان کی عیب گوئی میں، جو سب کی سب جھوٹ ہیں۔ میزان ۵۲۶

..... اور نہایت مصنف شیخ ابراہیم بن خلیل حلبی سبط ابن العجمی متوفی ۸۴۱ھ میں ہے، کان نعمیم معنی یضع الاحادیث فی تقوید السنۃ و حکایات مزدورۃ فی تلب نعمان کلمھا کذب، یعنی نعمیم سنت کی تقویت میں اور جھوٹی حکایتیں بیان کرنے کے لئے جو امام ابوحنیفہؒ رحمۃ اللہ علیہ کی برائی میں ہوتی تھیں حدیثیں گڑھا کرتا تھا، جو سب کی سب جھوٹ ہوا کرتی تھیں، امام نسائی کہتے ہیں نعمیم ضعیف لیس بشفۃ یعنی نعمیم ضعیف ہے تھ نہیں ہے۔ (تاریخ اہل حدیث ص ۶۳)

حافظ محمد ابراہیم سیالکوٹی کے اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ نعمیم بن حماد صاحب کس کو دار کے محرت تھے، اب ذرا ان کا انجام کیا ہوا وہ بھی سن لیں، خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

حکومت وقت نے اسے گرفتار کیا اور اس کو سی جیل کو کھینچا گیا اور ایک گڈھے میں

ڈال دیا گیا اور اس طرح اس کو زندہ دفن کر دیا گیا و لم یکفن و لم یصل علیہ اور نہ اس کو کفن نصیب ہوا اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (تاریخ بغداد ۲۱۴/۱۳۶)

دیکھا آپ نے امام ابو حنیفہ کی شان میں گستاخوں کا انجام۔

حضرت امام بخاری کی شان اودان کی احتیاط کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس شخص سے قطعاً روایت نہ لیتے نہ مقروذا اور نہ احالہ، جو شخص حدیث کے باب میں اتنا جری ہو کہ سنت کی تقویت میں حدیثیں گرھے اور رسول اللہ کی طرف جھوٹ ان کو منسوب کرے جس کا اخلاق ایسا ہو کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے بارے میں جھوٹی حکایتیں گڑھ کر ان کو حدیث کا نام دے، ایسے شخص سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں جس کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے حدیثیں روایت نہیں کریں بہت زیادہ حیرت کی بات ہے، اگرچہ کہنے کو جی نہیں چاہتا مگر کہے بغیر رہا بھی نہیں جاتا کہ امام بخاری پر جو آخری وقت میں خدا کی زمین اپنی دست کے باوجود ایسی تنگ ہو گئی تھی کہ امام بخاری کو کہنا پڑا اللہم ان هذا الارض

قد ضاقت علی بما رحبت فاقبضنی الیہ، یعنی خدایا یہ زمین باوجود اپنی وسعت کے میرے اوپر تنگ ہو گئی پس اب مجھے آپ اپنی طرف بنالیں، یہ ابتلا اور تہنگی کہیں اسی عدم احتیاط کا نتیجہ نہ رہا ہو، اہل علم جانتے ہیں کہ جب امام بخاری پہلی دفعہ نیشاپور پہنچے تو بقول غیر مقلد عالم مولانا عبدالسلام مبارکپوری بوز شہران کی زیارت کو امتدایا، اہل شہر نے دود تین تین منزل سے جا کر ان کا استقبال کیا صرف گھوڑے سوار چار ہزار تھے، پیادہ چلنے والے گدھے سواروں اور فوجی سواروں کا اندازہ نہ تھا۔ (سیرۃ امام بخاری ص ۸۲) لیکن جب نیشاپور میں اپنے استاد امام ذہلی سے اختلاف ہوئے کہ نتیجہ میں جب شہر نیشاپور سے نکلے تو امام بخاری کا ساتھ دینے والا کوئی نہ تھا، نیشاپور سے نکل کر ایک بستی جس کا نام خرمٹک تھا اپنے ایک قریب دار کے مکان پر فرودکش ہوئے، عبدالقدوس بن المختار کہتے ہیں کہ خرمٹک پہونچ کر ایک روز میں ان کو تہجد کی نماز کے بعد دعا کرتے سنا۔ خدایا تیری زمین باوجود کشادہ ہوئے کے مجھ پر تنگ ہو گئی ہے مجھے اپنے پاس بلائے، خدا نے یہ دعا قبول کر لی اور چند روز کے بعد ہی آپ نے وفات پائی۔ (ص ۹۹ ایضاً) کتنے لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی اور کس نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تاریخ میں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ دفن ذلک عبودۃ لا دلی الا بالباب۔

مجلہ اہل مفتاحی

نہار سلفیت

کفر اور معصیت مترادف کلمات ہیں۔ حافظ عبد اللہ محدث غازی پوٹی صاحب
کافتوی

بیٹا - اباجی

باپ - بھی بیٹا

بیٹا - اباجی آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شیخ کو حفظ اللہ کے گھر گیا، مصیبت ٹوٹی ہے؟

باپ - بیٹا، میں تو کچھ پتہ نہیں ہے، کیا ان کے گھر کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے؟

بیٹا - اباجی میں ابھی ابھی ادھر سے گزر رہا تھا دیکھا کہ ان کے گھر کے پاس ایک بڑا عجیب

ہے، اور شیخ کو کچھ اس انداز سے سینہ کو پی کر رہے ہیں کہ کھنوکھ کے محلہ حسین آباد کی

محرم زدہ عورتوں کی یاد تازہ ہو رہا ہے۔

باپ - بیٹا شیخ کو حفظ اللہ صرف سینہ کو پی کر رہے تھے کہ مرثیہ بھی پڑھ رہے تھے۔

بیٹا، اباجی، وہ مرثیہ بھی پڑھ رہے تھے مگر نظم میں نہیں نثریں، ان کا مرثیہ تھا،

ہائے میں کافر ہوں، ہائے میں کافر ہوں، میں نے اباجی کا کہا نہیں مانا، میں کافر

ہوں، میں نے ماں بھی کا کہا نہیں مانا میں کافر ہوں، میں نے بچی کی شادی میں

فصول خرچ کی میں کافر ہوں، میں نے شیخ پر ہندو کو گالی دی، میں کافر ہوں، میں نے

رمضان کا دروازہ نہیں رکھا میں کافر ہوں، شیخ بھی یہ نثری مرثیہ پڑھ رہے تھے

اور لوگ حیرت سے منہ پھاڑے ان کا منہ دیکھ رہے تھے، ہماری جماعت کے لوگوں کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا شیخ کو حفظ اللہ کو اس شری مرثیہ سے کیسے روکیں، البتہ ان کی بیوی کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی اور وہ کہہ رہی تھی کہ میں اس کتاب کو آگ لگا دوں گی، اسی کے پڑھنے سے لڑکے اباجی کا یہ حال ہوا ہے۔

باپ - میا، لوگوں نے دیکھا نہیں کہ وہ کون سی کتاب ہے اس میں کیا لکھا ہے؟
 میا - اباجی لوگوں نے کلو حفظہ اللہ کی بیوی سے معاملہ جانا چاہا تو اس نے بتلایا کہ شیخ بنی کی طبیعت بالکل ٹھیک ٹھاک تھی مگر جب لڑکے ابانے اس کتاب کا صفحہ ۴۹ پڑھا تو ان کی طبیعت بگڑنے لگی اور جب اس صفحہ کی سطر ۱۸ پڑھی تو ان پر دورہ پڑ گیا اور ”میں کافر ہوں“ ”کافر ہوں“ کہتے ہوئے وہ دھاڑ مار کر رونے لگے۔

باپ - وہ کون سی کتاب تھی اور اس کے صفحہ ۴۹ کی اٹھارہویں سطر میں کیا لکھا تھا کہ جس کو پڑھ کر شیخ کلو کا یہ حال ہوا؟
 میا - لوگوں نے دیکھا تو اس سطر میں لکھا تھا، کفر بھی، المعصیت کے نزدیک بدیل، احادیث صحیحہ معصیت کا مرادف ہے۔ بس اسی عبارت کا پڑھنا تھا کہ شیخ کلو حفظہ اللہ پر ”میں کافر ہوں“ میں کافر ہوں“ کا دورہ پڑ گیا۔

باپ - یکس کا کلام ہے میا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے ہی بد فہم مولوی صاحب کی کتاب ہے؟ اگر کفر معصیت کا مرادف یعنی ہم معنی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر عاصی معاذ اللہ کافر ہے، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا کافر ہے، یتیموں کا ظلم مال کھانے والا کافر ہے، جس نے بلا غدر ناز کو مؤخر کیا وہ بھی کافر ہے، فضول خرچی کرنے والا بھی کافر ہے، کسی کو ستانے والا بھی کافر ہے، معصیت اور گناہ سے تو بڑے بڑے ادیار اللہ بھی پاک نہیں، عام مسلمانوں کی تو بات ہی الگ ہے یہ سب کافر ہوئے، قرآن میں ہے عَصٰی آدَمَ رَبِّمَا فَغَوٰی معاذ اللہ تم

سدا اللہ حضرت آدم نے بھی گویا کفر کیا تھا، اللہ بچائے ایسے اہل حدیث عقلمندوں سے، آخر وہ کتاب کس بندہ خدا کی ہے؟

بیٹا - اباجی - یہ کتاب حافظ عبد اللہ محدث غازی پوری کی ہے، اور کتاب کا پورا نام ہے "ابراء اهل الحديث والقرآن محافى جامع الشواهد من التهمة والبهتان -

باپ - بیٹا - حافظ صاحب تو ہماری جماعت کے بڑے جید عالم دین اور محدث تھے۔ حضرت میاں صاحب کے خاص شاگرد اور مولانا عبد الرحمن مبارکپوری کے استاذ تھے، ان کے قلم سے ایسا جملہ کیسے نکل گیا۔

بیٹا - اباجی ہمارے بڑے علماء کی ایسی عقلمندی والی باتوں نے ہی تو ہمارے چھوٹے علماء کا دماغ خراب کیا ہے، اپنے علاوہ سارے مسلمانوں کو کافر بنانا اسلام سے خارج کرنا ان حضرات کا مشغلہ بنا ہوا ہے۔

باپ - جی بیٹا - ہماری حرکتوں نے ہمیں بدنام کر کے رکھ دیلے۔

بیٹا - اباجی اس کا احساس جماعت کے اکابر کو بھی ہے۔

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

پرعت شرعی و سنت کی تعریف

اور حافظ عبد اللہ محدث غازی پوری

بیٹا - اباجی - رات شیخ جنین حفظہ اللہ کی تقریر کا بڑا خراب اثر ہوا، آج فجر بعد

ہی سے شہر کے چائے خانوں میں انکی تقریر پر بحث و مباحثہ کا موضوع بنی ہوئی ہے، شیخ کلو حفظہ اللہ اور شیخ محمد حفظہ اللہ میں تو ہاتھ پائی ہوتے ہوئے بھی۔

باپ - بیٹا کل سے میری ناک بہ رہی ہے، رات عشاء کی نماز بھی میں نے گھر ہی پر ادا کی اور جو شانہ پی کر سو گیا، میں ان کی تقریر میں تھا نہیں، شیخ کلو حفظہ اللہ کی تقریر کا موضوع کیا تھا؟

بیٹا۔ اباجی وہ سنت اور بدعت پر تقرر کر رہے تھے، انھوں نے دورانِ تقرر سنت اور بدعت کی تعریف میں حافظ عبداللہ محدث غازی پوری کی کتاب ابدار اهل الحدیث والعلان ۶۹ سے یہ عبارت پڑھی۔
 ”ہمارے نزدیک بدعت شرعی سنت کی تعریف یہ ہے کہ جو بات دلیل شرعی یعنی قرآن و حدیث سے ثابت ہو وہ سنت ہے اور وہی دین کی بات ہے، اور جو بات دلیل شرعی کے برخلاف ہو وہ بدعت شرعی ہے خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حادث ہوئی ہو یا بعد اس کے۔“

شیخ کلوکہ رہے تھے کہ جو بات قرآن سے ثابت ہو اس کو بھی سنت کہنا یہ سلی دفعہ سنا جا رہا ہے، اور یہ کہنا تو بڑی جرات کی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بدعت کا وجود تھا اور جو کلام خلفائے راشدین اور صحابہ کے زمانہ میں حادث ہوا وہ بھی بدعت ہے، یہ کلام تو سراسر زین و ضلالت والا ہے۔
 باپ۔ بیٹا، حافظ صاحب تو بڑے محدث تھے، ان کے قلم سے بدعت اور سنت کی صحیح تعریف بھی نہیں نکل سکی، بڑے تعجب کی بات ہے۔

بیٹا۔ اباجی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین کے زمانہ میں کون کون سی بدعتیں ایجاد ہوئی تھیں؟

باپ۔ بیٹا۔ یہ سوال شیخ جمن ہی سے کرنا چاہئے، اس سوال کا جواب دینے کا مجھ میں حوصلہ نہیں ہے۔

بیٹا۔ اباجی، اچھا ذرا قرآن والی سنت بھی بتلا دیں۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں جو بات قرآن سے ثابت ہو وہ سنت ہے۔

باپ۔ بیٹا یہ بات اگر حافظ صاحب کے قلم سے نہ نکلی ہوتی تو میں کہتا کہ یہ نہایت ہی جاہلانہ کلام ہے، اس کا علم سے دور دور کا واسطہ نہیں۔

بیٹا۔ اباجی، جب ہمارے اسابر علماء کی فہم و سمجھ اودان کے علم کا یہ حال ہے تو ہمارے

چھوٹے علماء کا کیا حال ہوگا، ہمارے علماء کی یہ نا فہمی اور شریعت کی سوٹی موٹی باتوں کا بھی صحیح علم نہ ہونا یہ عدم تقلید اور مجتہد بننے کا شوق کا نتیجہ تو نہیں ہے؟
 باپ - یہ نہیں بیٹا۔

تقلید شخصی بلا دلیل ہے
 حافظ عبد الباقی محدث غازی پوری

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی۔ مقلدین تقلید شخصی کے تامل ہیں، اس کی دلیل ان کے پاس کیا ہے؟
 باپ - تقلید شخصی قطعاً منہکالت و گمراہی ہے، ہمارے تلمذ اکابر کا اس پر اتفاق ہے، کتاب و سنت سے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، دیکھو ہمارے بڑے محدث حافظ عبد اللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اہل الکھیت والقرآن میں لکھتے ہیں۔
 .. وایض ہر سو کہ تقلید شخصی واجب ہونے کا مسئلہ بلا دلیل ہے، نہ خدا نے کہیں فرمایا نہ رسول نے نہ اصحاب و خلفاء نے نہ ائمہ مجتہدین نے .. ص ۵۰

بیٹا - اباجی، جب تقلید شخصی بلا دلیل ہے، اور وہ خدا اور رسول کے فرمان کے خلاف ہے تو شیخ کہہ حفظ اللہ کو ہمارے اس عقیدہ میں اشکال کیوں ہے، وہ تو فرماتے ہیں ہماری جماعت نے تقلید شخصی کے بارے میں جو عقیدہ بنایا ہے وہ محل نظر ہے۔
 باپ - بیٹا۔ شیخ کلو حفظ اللہ نے حضرت حافظ صاحب محدث غازی پوری کا یہ رسالہ نہیں پڑھا ہوگا۔

بیٹا - اباجی، ان کے پاس یہ رسالہ موجود ہے، اور آجکل تو مجمع و شام اسی رسالہ کے مطالعہ میں ان کا وقت گزرتا ہے، انہوں نے اس رسالہ میں تقلید کی بحث ایک ایک سطر پڑھی ہے۔

باپ - پھر بھی انکو اشکال ہے؟

بیٹا - جی اباجی، ان کو اس پر اشکال کئی طرح ہے، پہلے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم حافظ صاحب کی اس بات کو تسلیم کر لیں تو یہ حافظ صاحب کی تقلید ہوگی، اور حافظ صاحب بجا یا اگر وہ کثیر تو ہیں نہیں، وہ تو فرد واحد ہیں، تو یہ تقلید شخصی ہوگی، اور حافظ صاحب تقلید شخصی کو قرآن و حدیث کے خلاف بتلاتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حافظ صاحب کا یہ کہنا کہ تقلید شخصی بلا دلیل ہے اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے ان کی بات خود بہت بڑی ہے، تقلید شخصی اور اس کا بوجب تو اس حدیث سے ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علیکم بسنتی و سنتی الخلفاء الراشدين اس سے معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنا واجب اور ضروری ہے، اور ایک زمانہ میں ایک ہی خلیفہ راشد تھا نہ کہ کئی، حضرت ابوبکر کے زمانہ میں صرف وہی خلیفہ راشد تھے، حضرت عمر کے زمانہ میں صرف وہی خلیفہ راشد تھے، حضرت عثمان کے زمانہ میں صرف وہی خلیفہ راشد تھے، اور ان کی سنت کو اختیار کرنا از روئے فرمان رسول واجب ہے، تو تقلید شخصی کو فضائل اور گمراہی بتلانا خود بہت بڑی گمراہی ہے۔

باپ - بیٹا شیخ کلو حفظہ اللہ کا اشکال تو کافی وزن دار معلوم ہوتا ہے، تقلید شخصی اور اس کا وجب، تو صاف صاف اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

بیٹا - اباجی اتنی موٹی موٹی بات سے بھی ہمارے علماء کیوں نا واقف رہتے ہیں، کہیں یہ خود مجتہد بننے کے شوق کا تو کدھنہ نہیں ہے؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

مجلہ مفتاحی

تحفۃ الالمعی شرح ترمذی

حضرت مولانا مفتی سعید رضا پالپوری دامت برکاتہم کی تقریر ترمذی شریف

حضرت مولانا مفتی سعید پالپوری دامت برکاتہم شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر المدرسین علمی دنیا میں معروف و مشہور و محبوب شخصیت سے متعارف ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب حجتہ اللہ البالغہ کی چار جلدوں میں انکی اردو شرح رحمۃ اللہ الواسعہ نے حضرت مفتی صاحب کو بلند علمی مقام عطا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا مظلہ کو تحریر و تقریر کا منفرد اسلوب عطا کیا ہے، مشکل مسائل کو اپنی سادہ زبان میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ دقیق سے دقیق مسئلہ بھی عام فہم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ کمال ہے جس میں حضرت مفتی صاحب منفرد ہیں۔

ادھر کچھ ہی روز پہلے حضرت مفتی صاحب مظلہ کا ایک تازہ علمی شاہ کار ترمذی شریف کی درسی تقریر بنام تحفۃ الالمعی کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا، یہ کتاب اب تک پانچ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے، جن کے صفحات کی تعداد تقریباً تین ہزار سو پچھتی ہے اور ابھی غالباً اس کی دو جلدیں اور آئیں گی۔

حضرت مفتی صاحب مظلہ کے ذمہ عرصہ کئی سال سے ترمذی شریف کا درس متعلق تھا، ان کی درسی تقریر کو ٹیپ کیا گیا اور پھر کیسٹوں کی مدد سے ان کے لائی و فائی فرزند مولانا حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے کاغذ پر منتقل کیا اور پھر مفتی صاحب نے اس پر

نظر ثانی کی، نظر ثانی بڑی گہرائی و گیرائی سے کی گئی اسلئے مفہوم و معنی میں شاید وہابی ہی کو کچھ نظر نظر آتا ہے، طباحتی غلطیاں بھانہ ہونے کے برابر ہیں، اسی ضخیم کتاب میں طباعت کی غلطیوں کا نہ ہونا مفتی صاحب دامت برکاتہم کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے۔

ہماری نظر سے اردو میں متعدد درسی تقریریں مختلف کتب حدیث کی گذری ہیں مگر یہ پہلی درسی تقریر ہے جس کو فی الحقیقت درسی تقریر کہا جاسکتا ہے، اور تقریروں میں تحریر کا رنگ نظر آتا ہے مگر یہ درسی تقریر واقعی درسی تقریر معلوم ہوتی ہے، پڑھو تو ایسا معلوم ہو سکتا ہے کہ ہم درس میں بیٹھے ہیں اور مفتی صاحب اپنے منفرد انداز کلام میں ہم سے مخاطب ہیں، نرم لہجہ، تقریر جامع، ہر حدیث کی شرح ضرورت کے مطابق، نہ بہت زیادہ طویل اور نہ حد درجہ مختصر، احادیث پر محدثانہ کلام فقہی مسائل میں وقت نظر اور وسعت نظر کے ساتھ منصفانہ گفتگو اور ان مسائل کی تشریح و تفسیح، اعدال و توازن کے ساتھ مذہب حنفی کی دلائل کی روشنی میں ترجیح، تمام محدثین و فقہاء کرام کا ادب و احترام، گمراہ فرقوں کا تعاقب اور ان کا بلیغ انداز میں رد اور ساتھ ساتھ طلبہ کو پند و نصائح اور ان کی زندگی کو سنوارنے والی باتیں، جگہ جگہ پر مزاج گفتگو کا انداز اور اس طرح کی بہت سی چیزیں ہیں جس نے اس شرح کو دوسری شرحوں اور درسی تعاریر سے ممتاز کر دیا ہے۔

ہمارے لئے خوشی کی یہ بات ہے کہ اس شرح کے مکمل ہو جانے کے بعد پوری ترمذی شریف کا ترجمہ بھی اہل علم اور طلبہ کے ہاتھ میں ہو گا، اب تک کسی حدیث کی کتاب کا مکمل اردو ترجمہ کسی حنفی اہل قلم کے ہاتھ سے میری نظر سے نہیں گذرا ہے۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی حیات میں برکت دے، آج کے دور قحط الرجال میں انکی شخصیت ہم جیسے طلبہ کیلئے باعث عبرت ہے، حضرت مفتی صاحب نے تھوڑے عرصہ میں پورے ایک ادارہ کا کام کیا ہے، اور کہتے جا رہے ہیں، انکی عمر اگر دھل رہی ہے تو ان کے قلم کی جوانی اور اس کی روحانی بڑھتی جا رہی ہے، اور یہ سب اللہ کی توفیق و نصرت کے بعد برکت ہے کہ مفتی صاحب کو بلا وجہ کی مجلس جملانے سے مطلب نہیں ہے، کثرتِ خطا

ہے انکو اجتناب ہے، انکو اپنے وقت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہے، مکمل کیسویں لحد بھی کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہتے ہیں، سیاست سے مولانا کا دور کا واسطہ نہیں ہے، علمی کام میں لگے رہنا اور مست رہنا۔ یہی ان کا مزاج اور یہی انکی طبیعت ہے، اور جب آدمی کام کرتا ہے تو اس کی طبیعت بارخ و بہار رہتی ہے، مفتی صاحب بارخ و بہار والی اسی طبیعت کے مالک ہیں، نیز زاہد خشک ہیں نہ عالم انا پرست، تواضع اور خوش طبعی کے مالک ہیں، مفتی صاحب پانچویں دامت برکاتہم، ان کی اس کتاب میں انکی زندگی کی ان جھلکیوں کو دیکھا جاسکتا ہے۔

بارک اللہ فی حیاتہ و متعہ بنصرہ و توفیقہ و تقویٰ و فہمہ و عافیتہ
خدا مات دینہ و علوم دینہ، و ادام ظلہ مع صحتہ و سلامتہ و عافیتہ
و جنہ اہ بما عند اللہ الحسین من الخیرات و قبول الحسنات و العفو
عن السيئات اتمہ بحیب اللعوات۔

اب آخر میں ایک ہلکا سا ملاحظہ، مفتی صاحب نے اپنی اس کتاب میں ”وضو“ کو چھڑک کر مؤنث استعمال کیا ہے، وضو ٹوٹ گئی، وضو نہیں ٹوٹی، انکی وضو جاتی رہی وغیرہ ہمارے کانوں کو ان کا مؤنث استعمال عجیب سا لگا، میں نے سوچا شاید اس کا مؤنث استعمال بھی ہوتا ہو، تو لغت کی طرف مراجعت کی، میرے پاس اردو لغت میں صرف فیروز اللغات تھی، اسی کی طرف رجوع کیا تو لفظ وضو کے بارے میں کوئی صراحت تو نہیں ملی مگر دوسرے استعمالات سے اس لفظ کا ذکر ہی ہونا معلوم ہوا۔ مثلاً نکاح ہے (وضو تازہ کرنا)، (وضو ٹوٹنا) وضو ٹھنڈے ہونا، وضو ڈھیلے ہونا۔

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے ہم سفر گذار ہیں کہ انکی کرم فرمائی ہے میں اس عظیم اور ضخیم اور بے حد وسیع کتاب کی پانچوں مطبوعہ جلدیں بطور ہدیہ دستیاب ہوئیں اور یہاں سے تقبیر استفادہ کر رہے ہیں۔ اس کتاب کو نہایت آب و تاب کے ساتھ بہترین جلد نگاران کاغذ اور نفیس کیورٹرز کتابت کیے ساتھ انکے مکتبہ، مکتبہ حجاز، دیوبند نے چھاپا ہے، کتاب پر قیمت درج نہیں ہے۔

مجلہ مقتدی

حکایات و واقعات

ایک ولی کی قبر پر دس ہزار قرآن ختم

ابوجعفر ہاشمی یا نجوش صدی کے ایک حنبلی المسلک بزرگ ہیں۔ ان کا تعلق سادات گھرانہ سے تھا، نہایت عابد و زاہد، پرہیزگار اور علم شریعت میں کامل دستگاہ رکھنے والے بزرگ تھے، تقویٰ کا عالم یہ تھا کہ کوئی مشتبہ لقمہ ان کے پیٹ میں نہیں گیا۔ اہل بدعت کے سخت مخالف تھے، ان کا رعب و دبدبہ خلیفہ تک محسوس کرتا تھا، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے برکت حاصل کرتا تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو خلقت کا ہجم اندازہ سے باہر تھا، حضرت امام احمد بن حنبل کے پہلو میں ان کو دفنایا گیا، اور ایک مدت تک لوگ ان کے قبر کے پاس جھے رہے، لکھا ہے کہ ان کی قبر پر دس ہزار مرتبہ قرآن ختم ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۶۱)

مکتبہ اشرفیہ غازی پور سے شائع ہونے والا دواہی دینی و علمی مجلہ

جلد ۱۱ شمارہ ۶



ذیقعدہ، ذی الحجہ
۱۴۲۹ھ

سالانہ چندہ — ۴۰ روپے

پاکستان کیلئے

پاکستانی ایک سو پچاس روپے سالانہ

پاکستان اور دیگر دیش کے علاوہ
غیر مالک سے دس سالہ امریکی



مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابو بکر غازی پوری



مکتبہ اشرفیہ قاسمی منزل ریسید غازی پور یوپی

موبائل نمبر 94534 97685

23 3001

پن کوڈ

فہرست مضامین

۳	میر	اداریہ
۶	محمد ابو بکر غازی پوری	نبوی ہدایات
۹	" "	مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں
		اور مولانا مودودی
۱۷	محمد عبد اللہ قاسمی غازی پوری	بریلوی مذہب پر ایک نظر
۲۲	محمد ابو بکر غازی پوری	اعیان العباد
۳۲	" "	ذرا یہ سہی ملاحظہ فرمائیے
۴۱	" "	اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر کی قسم کیوں کھائی ہے؟
۴۵	" "	مختلف سوالات کے مختصر جوابات
۵۲	" "	حکایات و واقعات
۵۴	" "	ضمیمہ حدیث کا انکار کرنے والوں کیلئے لمحہ ہجرت
۵۸	لطیف شیرازی	خمار سلفیت

مجلہ ۱۰ جمل مفتاحی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس وقت مسلمانوں کو دیکھا جائے تو ان کیلئے ملک کے حالات نہایت خطرناک ہیں، ہندو فرقہ پرست تنظیموں نے پورے ملک میں مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کے نام پر نہایت خطرناک کمپین کھیلنے کا پروگرام بنایا ہے، ان تنظیموں کا براہ راست تعلق اسرائیل اور اسرائیل کی خفیہ ایجنسی موساد سے ہے، اور اسرائیل ہی کے اشارے پر مسلمانوں کے خلاف ان تنظیموں کی ساری کاروائیاں ہو رہی ہیں، اور مسلمانوں کا جینا دو بھر کر دیا گیا ہے۔

اس وقت پورے ملک میں مسلمان فوجیوں کی دہشت گردی کے عذرانے سے گرفتار ہو رہی ہے، کہیں بھی بم دھماکا ہوا، مسلمانوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہو جا رہی ہے، ملک انتظامیہ اس کی ضرورت قطعاً محسوس نہیں کرتا کہ ان دھماکوں کے پیچھے کن خفیہ طاقتوں کا ہاتھ ہے اس کا پتہ نکلے، سیدھے اس کی نگاہ مسلمان فوجیوں پر جاتی ہے، اور چاہے وہ عزم ہوں یا نہ ہوں مجرموں جیسا ان کے ساتھ سلوک ہونے لگتا ہے۔

سماجی نگہیں گورنمنٹ ہو یا بھاجپا سہارا یا ایادتی سہارا ہر جگہ مسلمانوں کے ساتھ معاملہ یکساں ہے، بھاجپا سے تو ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے کہ اس کے وجود میں فرقہ پرستی اور مسلمان دشمنی داخل ہے، مگر کانگریس جو سیکور ہونے کا دم بھرتی ہے اس کا حال میں بھاجپا کی سہاراؤں سے کچھ اچھا نہیں ہے، بلکہ اس وقت دیکھا جائے تو مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ہو رہا ہے اس میں کانگریس گورنمنٹ پوری طرح شریک ہے۔

ایادتی کی سہارا جب مشترک رہا کرتی تھی تو ایادتی حکومت کچھ کنٹرول میں رہا کرتی تھی، اب جب کہ یوپی میں ایادتی کی تنہا سہارا ہے تو اس وقت یوپی کا حال بہت برا ہے

اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یوپی میں آیا دتی سہارا کے دور میں مسلمانوں کے لئے ہجرات بن جائے گا۔

اس وقت ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس ملک کیلئے نہایت خطرناک مستقبل کی پیشین گوئی ہے، اگر اس وقت جن کے ہاتھ میں رام حکومت ہے ہوش اور خود مندی سے کام نہیں لیا اور حالات پر کنٹرول نہیں کیا تو نہیں کہا جاسکتا کہ آئندہ اس ملک کا نقشہ کیا ہوگا، اور امن و سلامتی کا گہوارہ رہنے والا یہ ملک فساد و قتال کی آگ میں جل کر اپنی سابقہ تاریخ کو کھو بیٹھے گا۔

کانگریس حکومت کا حال پہلے بھی برا تھا اور اب اس وقت ملک کے جو حالات ہیں اندیشہ ہے کہ اگر اس پر مرکزی حکومت نے کنٹرول نہیں کیا تو کہیں کانگریس پارٹی باورِ ماضی بن کر نہ رہ جائے۔

موجودہ پرائم منسٹر سے یہ امید تھی کہ وہ فرقہ پرست تنظیموں کے کیل کو سمجھیں اور کم سے کم جہاں کانگریس کی سہارا ہے اس جگہ ان فرقہ پرست تنظیموں پر پابندی لگے گا، لیکن اس کا موافق فراہم نہ ہوگا کہ وہ مسلمانوں کی جان و مال سے کھیلے مگر آج تک کے حالات بتلا رہے ہیں کہ ہمارے وزیر اعظم صاحب کو امریکہ سے پیار، ہندوستان کے رہنے والے باشندوں سے زیادہ ہے۔ ملک میں کیا ہو رہا ہے، خون کی ہولی کہاں کہاں کیلی جا رہی ہے فرقہ پرستی کا شیطان کہاں کہاں شگنائچ ناچ رہا ہے، بے گناہوں پر ظلم و ستم کے پیار کس طرح توڑے جا رہے ہیں، مہنگائی نے غریبوں کا کیا حال کر رکھا ہے، وزیر اعظم اور ان کی حکومت کو اس کی پروا ہے نہیں ہے، امریکہ کی خوشنودی کس طرح سے حاصل کی جاسکتی ہے، اس وقت وزیر اعظم صاحب کو اسی کی نگ ددویں سہارا داں دیکھا جاسکتا ہے۔

جسٹس ہندوستان میں الکشن ہونے والا ہے، اگر ملک کے حالات یہی رہے تو کانگریس حکومت کا خاتمہ سمجھئے، کانگریس اپنی ڈوبتا ہوئی نیا کو بچالے بہت

شکل ہے۔

اس سے پہلے والے شمارہ میں یہ اطلاع دی جا چکی ہے کہ زمزم اس وقت قرض میں
گرفتار ہے، اور شمارہ میں مسلسل چل رہا ہے، اگر تارین زمزم نے قیہ نہیں فرمائی تو
زمزم کا اب جاری رکھنا مشکل معلوم ہوتا ہے، تارین زمزم سے گزارش کی گئی تھی کہ
کہ آپ اگر صرف اپنی بقایا رقم بھی ادا کر دیں تو کم کم نصف قرض کی ادائیگی ہو سکتی ہے۔
مگر افسوس ہے کہ بہت کم حضرات نے اس پر توجہ کی، اب پھر گزارش کی جا رہی ہے کہ
جن کے ذمہ زمزم کی رقتیں باقی ہیں براہ کرم اس کو جلد ادا کر دیں۔

یہ شمارہ اس سال کا آخری شمارہ ہے، اب اس کے بعد نیا شمارہ ہو گا جن کا
اس شمارہ پر چندہ ختم ہو گیا ہے وہ جلد از جلد مبلغ ۸۰ روپیہ بھیج کر اپنی خریداری کی
تجدید کرالیں، یاد رکھیں زمزم کا اب سالانہ چندہ ہندوستان میں ۸۰ ہے اور پاکستان
میں ۲۰ روپیہ ہے۔

۳۱ کا بقیہ :-

رکعت نماز پڑھتے تھے۔
مصعب بن عثمان اور خالد بن وضاح فرماتے ہیں کہ مصعب بن ثابت صوم دیر رکھا
کرتے تھے اور دن و رات میں ایک ہزار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔
ان کا انتقال ۱۰ سالہ میں تہتر سال کی عمر میں ہوا۔

دیر اعلام النبلاء ص ۸۸ ۴۷۶

نبوی ہدایات

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں کا جو کوئی کھانا کھائے تو اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ پونچھے جب تک کہ اس کو چاٹ نہ لے۔ (مسلم)

یہ کھانا کھانے کے آداب میں سے ہے، جن کو ہم چوٹی اور معمولیات سمجھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ان کی طرف بھی ہوتی تھی، کھانا کھاتے وقت انگلیوں میں سالن اور چاول یا کوئی اور چیز جس کو کھانا کھانے والا کھاتا ہے لگی رہتی ہے، اگر اس کو چاٹ کر کے صاف نہ کر لیا جائے تو کھانے کا کچھ حصہ ہاتھ صاف کرتے وقت زمین پر گرے گا اور خدا کی نعمت کی ناقدری ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں انگلیوں کو چاٹ کر صاف کرنے کی تعلیم دے کر خدا کی نعمت کی ناقدری سے بچانا چاہتے ہیں، نیز بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کے کچھ اجزاء میں برکت ہوتی ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ برکت اسی حصہ میں ہو جو انگلیوں میں لگا رہتا ہے، اس لئے اس برکت والے حصہ کو حاصل کرنے کے لئے انگلیوں کو منہ سے چاٹ لینا چاہئے، اس کے علاوہ ایک نہایت لطیف نکتہ اس میں یہ ہے کہ انگلیوں کو چاٹ کر صاف کرنے میں بندہ کی حرص اور احتیاج کا پتہ چلتا ہے کہ بندہ

اللہ کی نعمت کا حریف اور محتاج ہے، بندہ کی یہ حرص اللہ کو محبوب ہے اور احتیاج کا خدا کے سامنے ظاہر کرنا اونچے درجہ کی عبادت اور اللہ کو راضی کرنے والی بات ہے، نیز یہ عمل ہی کسے لگا جس میں تواضع ہوگا، اور تواضع اللہ کو بہت محبوب ہے، حدیث میں آتا ہے چاہے اللہ کے لئے تواضع کرنا ہے اللہ اس کا درجہ بلند کرنا ہے۔

دیکھو حضور کی پاکیزہ تعلیمات میں کیسے کیسے نکلتے ہوتے ہیں، افسوس ہے ان لوگوں پر جو نئی تہذیب کے دلدادہ ہیں اور اس طرح کی باتوں پر ہنساکرتے ہیں، آج کافیشن یہی بن گیا ہے کہ برٹلوں میں کھانا کھاؤ تو برتن میں کچھ بچا ہوا ضرور چھوڑو، اور انگلیوں کو چاٹ کر صاف کرنا تو ان فیشن کے ماروں کے نزدیک نہایت بُری حرکت ہے۔

(۶) حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا کھاتے تھے اور ہاتھ صاف کرنے سے پہلے اس کو چاٹ لیا کرتے تھے۔ (مسلم)

کھانے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ لقمہ چھوٹا ہو، آدمی بڑا لقمہ نہ کھائے، تین انگلیوں سے کھانے میں یہی مصلحت ہے کہ کھانے کا لقمہ چھوٹا ہوگا۔ چھوٹے لقمہ میں مصلحت یہ ہے کہ آدمی اس کو مزہ لے کر ادب چاکر کھائے گا، نیز حلق وغیرہ میں پھنسنے کا بھی اندیشہ نہ ہوگا، کبھی گوشت وغیرہ کا بڑا ٹکڑا حلق میں پھنس جاتا ہے، جس سے کھانا یا سب بیکار ہو جاتا ہے، اس سے حفاظت کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تھی کہ کھانے کا لقمہ چھوٹا ہو۔

نیز بڑا لقمہ اٹھانا اور پانچوں انگلیوں سے کھانا دیکھنے میں بھی برا معلوم ہوتا ہے اور وہ معدہ میں پیوچ کر ثقل معدہ کا باعث ہوتا ہے جس سے کھانا کے ہضم ہونے میں دشواری ہوتی ہے، اور کبھی کبھار یہ ہضمی کی شکایت ہو جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں کن کن چیزوں کا لحاظ ہوتا ہے، ذرا آپ اندازہ لگائیں۔

۳ - حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (کھانے والوں) کو انگلیوں اور پلیٹ کے صاف کرنے کا حکم دیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ

تم نہیں جاننے کہ کس میں برکت ہے۔ (مسلم)

پلیٹ صاف کرنے میں وہی حکمت اور مصلحت ہے جس کا بیان پہلی حدیث میں ہو چکا ہے۔

پلیٹ کا صاف کرنا اسی وقت ممکن ہوگا جب آدمی اپنی پلیٹ میں ضرورت بھر کھانا نکالے، بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے، اور دعوت وغیرہ میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اپنی پلیٹوں کو کھانا سے بھر لیتے ہیں اور آدھا کھاتے ہیں اور آدھا پلیٹ ہی میں چھوڑ کر اٹھ جاتے ہیں، اس سے چاروں کھانے کا نقصان ہوتا ہے وہی آدمی کے غیر مہذب ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ان بہ تمیزیوں سے بچا جائے۔ (۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے میں نے سنا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ شیطان ہر چیز کے وقت تمہارے پاس حاضر رہتا ہے، اگر کھانا کھاتے وقت لقمہ گر جائے تو اس کی گندگی صاف کر کے کھاؤ، اس کو شیطان کیلئے مت چھوڑو، اسلئے کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے اس کا ہمیں پتہ نہیں ہے۔ (مسلم شریف)

کبھی کھانا کھاتے وقت کوئی لقمہ اتارے چھوٹ کر زمین پر گر جاتا ہے اور اس میں دھول لگ جاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہ ہے کہ اس کو اٹھا کر صاف کیا جائے اور پھر کھالیا جائے، اگر آدمی اس کو نہیں کھائے گا تو شیطان اس کو کھائے گا، اور کھانے میں اللہ نے جو برکت رکھی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ برکت اس گرنے ہوئے حصہ میں ہو، اس کو زمین سے نہ اٹھانے والا نہ کھانے کی شکل میں کھانے والا کھانے کی برکت سے محروم رہے گا۔

زمین پر گرا ہوا لقمہ اٹھا کر کھانے میں اللہ کی نعمت کی انتہائی قدر دانی ہے اور بندہ کے انتہائی درجہ متواضع ہونے کی علامت ہے، بندہ کی یہ صفت تواضع اللہ کو کتنی پیاری ہے اور اس پر اللہ کی طرف سے کتنے اور کیا کیا انعامات کی توقع ہے اسے بس اللہ ہی جانتا ہے۔

محمد ابو یوسف غازی پوری

قسط ۱

مقام صحابہ کتاب سنت کی روشنی میں اگر

مولانا مودودی

پھر کیا ہوا ؟ رشوتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ مولانا لکھتے ہیں :
”یہ بات کہ حضرت میسرۃ کو فدا آئے اور دس آدمیوں کو بیس ہزار دہم
دے کر اس بات پر راضی کیا کہ ایک دزدکی صورت میں حضرت معاویہ کے
پاس جائیں اور یہ نیک دلی عہد کے لئے ان سے کہیں۔ یہ دزد حضرت
میسرۃ کے بیٹے موسیٰ بن میسرۃ کی سرکردگی میں دشت گیا اور اس نے اپنا کام
پورا کر دیا۔“

بعد میں حضرت معاویہ نے موسیٰ کو الگ بلا کر پوچھا تمہارے باپ نے
ان لوگوں سے کتنے میں ان کا دین خرید لیا ہے۔ انھوں نے کہا تیس ہزار
درہم میں، حضرت معاویہ نے کہا تب تو ان کا دین ان کی نگاہ میں
بہت ہلکا ہے۔ (ص ۱۲۹)

رشوتوں کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ مولانا لکھتے ہیں :

”زیادہ کثافت (ص ۵۳) کے بعد حضرت معاویہ نے مزید کہ ولی عہد
بنانے کا فیصلہ کر لیا اور بااثر لوگوں کی رائے ہوا کہ نیک کو شش شروع

کر دی، اس سلسلہ میں انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو ایک لاکھ دس ہجے اور زید کی بیعت کے لئے راضی کرنا چاہا۔ (ص ۱۵۰)

اسی سلسلہ میں مولانا لکھتے ہیں :

” اسی زمانہ میں حضرت معاویہؓ نے مختلف علاقوں سے دُفود بھی طلب کئے اور یہ معاملہ ان کے سامنے رکھا۔ جواب میں لوگ خوشامد نہ تھے۔ بر

کرتے رہے۔“ (ص ۱۵۱)

لیکن اس زمانہ میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے حضرت معاویہ کی اس تجویز کی مخالفت کی تو ان کو ڈرانے دھمکانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت مولانا لکھتے ہیں :

” اور اس پر حضرت معاویہؓ نے کہا : اب تک میں تم لوگوں سے دُور رہتا رہا ہوں، اب میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم سے کسی نے میری بات کے جواب میں ایک لفظ بھی کہا تو دوسری بات اس کی زبان سے نکلنے کی نوبت نہ آئے گی۔ طوار اس کے سر پر پہلے پڑ چکی ہوگی پھر اپنے باڈی گارڈ کے انسر کو بلا کر حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک آدمی مقرر کر دو اور اسے تاکید کر دو کہ ان میں سے جو بھی میری بات کی تردید یا تائید

میں زبان کھولے اس کا سر قلم کر دے۔“ (ص ۱۵۲)

اس کے بعد اللہ کے گھر مسجد جیسی مقدس جگہ میں زید کی ولی عہدی کا یہ کام نہ ہوا

شائد رجوعٹ لہل کر انجام دیا گیا۔ حضرت مولانا لکھتے ہیں :

” اس کے بعد وہ انھیں لئے ہوئے مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ یہ مسلمانوں کے سردار ہیں اور بہترین لوگ جن کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کیا جاتا۔ زید کی ولی عہدی پر راضی ہیں اور انھوں نے بیعت کر لی لہذا تم لوگ بھی بیعت کر لو۔ اب لوگوں کی طرف سے انکار کا کوئی سوال

ہی باقی نہ تھا، اہل مکہ نے بھی بیعت کر لی۔“ (ص ۱۵۳)

اور بقول مولانا مودودی: جو تحریک ایک بزرگ نے (حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ) اپنے ذاتی مفاد کے لئے دوسرے بزرگ (حضرت معاویہؓ) کے ذاتی مفاد سے اپیل کر کے جنم دیا تھا وہ امر واقعہ بن گئی اور اس طرح

• خلافت راشدہ کے نظام کا آخری اور قطعی طور پر خاتمہ ہو گیا۔ (ص ۱۵۳)

مولانا مودودی نے نیرید کی ولی عہدی کا جو نقشہ پیش کیا وہ کسی تبصرہ کا محتاج نہیں ہے آپ شروع سے لے کر آخر تک کے بیان پر ایک دفعہ مزید نظر ڈال کر خود اپنے سے سوال کر لیں کہ کیا یہ تصویر خیر القرون کی اور صحابہ کرام کی زندگی کی ہو سکتی ہے، اگر یہی ہے تو پھر تسلیم کر لینا چاہئے کہ خیر القرون سے بدتر کوئی زمانہ اور صحابہ سے بدتر کوئی جماعت معاذ اللہ مسلمانوں کی پوری تاریخ میں پیدا نہیں ہوئی اور کتاب و سنت کے سارے بیانات صحابہ کرام اور اس زمانہ کے بارے میں محض اضافہ اور جھوٹ ہیں، جہاں ثبوتیں عام ہوں، جہاں بیسیوں کی خاطر دین فروشی ہو، جہاں ذاتی مفادات کی خاطر قومی مفادات کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہو، جہاں تلوار کے زور پر اپنی بات منوائی جاتی ہو، جہاں مسجدیں بیٹھ کر سفید جھوٹ بلامکلف بولا جاتا ہو، جہاں کے لوگ اتنے بے غیرت اور بزدل ہوں کہ سب دیکھتے ہوئے بھی اپنی زبان سے کلمہ حق کے اظہار و اعلان کی جرأت نہ کر سکیں اس زمانہ کو خیر القرون کہنا اور ان لوگوں کو خیر امت اور امت وسط کہنا ان کی تاریخ اور ان کے عہد کو اسلامی تاریخ کا سب سے روشن عہد کہنا اور اس تاریخ پر فخر کہنا سب غلط باطل اور جھوٹ ہے اور مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا تاریخی و قلمی سرمایہ نہیں ہے جس پر وہ فخر کر سکیں۔

خدا را آپ بتائیے کہ اس سے بھی گندی شکل میں کوئی دشمن اسلام، اسلام کی تاریخ اور صحابہ کرام کی زندگی کا نقشہ پیش کر سکتا ہے؟ اور لطف یہ ہے کہ سب اسلام کے نام پر دین کی خدمت کے نام پر اور اسلامی نسل کی حفاظت کے نام پر کیا جا رہا ہے۔

یہاں مجھے مولانا مودودی کی ایک عبارت یاد آئی۔ انھوں نے ایک حق گو صحابہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا (اس کو میں محض ناظرین کی جہرت کیلئے نقل کر رہا ہوں)

جس طرح عداوتوں میں سب سے زیادہ خطرناک وہ عداوت ہے جو دوستی کے پیرایہ کی جلنے، اسی طرح گمراہیوں میں سب سے خطرناک وہ گمراہی ہے جو حمایت کے لباس میں جلوہ گر ہو۔ (تفہیمات ص ۲۳۶)

اگر۔

”باطل کی طرف دعوت دینے والوں کا یہ عام قاعدہ ہے کہ وہ اپنی دعوت فضالت کے تمام مقاصد بیک وقت بے نقاب نہیں کرتے بلکہ سب سے پہلے دین کے مسلمات و یقینات میں سے کسی ایک چیز پر حملہ کر کے اپنی پوری قوت صرف اسی کو متزلزل کرنے میں صرف کر ڈالتے ہیں یہ گہری نفسیاتی چال ہے، اگر وہ سب کچھ ابتدا ہی میں کہوں دیں تو شاید کوئی مسلمان بھی ان کے جال میں نہ پھنسے اس لئے وہ اپنے کام کی ابتدا شکوک و شبہات کی تخم ریزی سے اور کسی ایک یقین کی بنیاد ڈھلنے سے کرتے ہیں۔“

(ایضاً ص ۲۵۵)

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مودودی کو احساس ہوا کہ وہ حضرت معاویہؓ پر سنگین الزام لگا رہے ہیں اس لئے اس کا اثر کم کرنے کیلئے انھوں نے حضرت معاویہؓ سے کچھ اپنے تعلق خاطر کا بھی اظہار کیا، چنانچہ اس باب کا خاتمہ کلام یہ ہے۔

”حضرت معاویہؓ کے حماد و مناقب اپنی جگہ ہیں، ان کا شرف مصابیت بھی۔

واجب الاحترام ہے، ان کی یہ خدمت بھی ناقابل انکار ہے کہ انھوں نے پھر سے دنیائے اسلام کو ایک جھوٹے تلے جمع کیا اور دنیائے اسلام کے غلبے کا دائرہ پہلے سے وسیع کر دیا ان پر جو شخص لمن و طعن کرتا ہے وہ بلاشبہ زیادتی کرتا ہے لیکن ان کے غلط کام کو تو غلط کہنا ہی ہوگا اسے صحیح کہنے کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم اپنے صحیح و غلط کے معیار کو خطرے میں

ڈال رہے ہیں۔“ (ص ۱۵۳)

گویا ہمیں مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت معاویہؓ کے شرفِ حمایتِ سپہ سالارِ امپراطور کھائے اور انھوں نے ان کے خلاف کوئی لعن طعن نہیں کیا ہے انھوں نے تو صرف اتنا کیا ہے کہ اپنے معیارِ صحیح و غلط کی حفاظت کی خاطر ان کے غلط کام کو غلط کہہ دیا۔ اندازہ لگائیے کہ مولانا مودودی اپنے ناظرین کو کس درجہ سادہ لوح خیال فرماتے ہیں اور گویا دنیا میں وہی ایک واحد انسان ہیں جن کے دماغ میں عقل ہے۔

مولانا مودودی کی حضرت معاویہؓ کے خلاف تبرائوزوں کا سلسلہ یہیں نہیں ختم ہو جاتا ہے، یہ سلسلہ بڑا دراز ہے آنے والے باب "خلافت و ملکیت کا فرق" میں مسلسل حضرت معاویہؓ کو موردِ لعن بنایا گیا ہے اور ساتھ ہی دوسرے اصحابِ رسولؐ کی شخصیتوں کو بھی تنقید کے خوار پرچہ چھایا گیا ہے اور کہیں کہیں مولانا کا اسلوب تو بعد درجہ عاسیانہ بلکہ یوں کہنے لگے کہ گستاخانہ ہو گیا ہے، ہم اختصار کے ساتھ اس باب کی بھی چند عبارتیں قارئین کے ملاحظہ کیلئے پیش کرتے ہیں۔

مشاہد پر لکھتے ہیں :

حضرت معاویہؓ کی خلافت اس نوعیت کی خلافت نہ تھی کہ مسلمانوں کے بتانے سے وہ خلیفہ بنے ہوں اور اگر مسلمان ایسا کرنے پر راضی نہ ہوتے تو وہ نہ بنتے وہ بہر حال خلیفہ ہو نا چاہتے تھے، انھوں نے لو کہ خلافت حاصل کی مسلمانوں کے راضی ہونے پر ان کی خلافت کا انحصار نہیں تھا، لوگوں نے ان کو خلیفہ نہیں بنایا وہ خود اپنے زور سے خلیفہ بنے اور جب خلیفہ بن گئے تو لوگوں کے لئے بیعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔

یعنی خلافت جیسے اہم جہدے پر ایک شخص زبردستی جا بیٹھا اور صحابہ اس قدر بزدل تھے کہ اس سے ڈر کر ناچاری کی حالت میں بیعت کر لی۔

ص ۱۶۰ پر "خلفاء کے طرز زندگی میں تبدیلی" کے زیر عنوان لکھتے ہیں :

"دوسری نمایاں تبدیلی یہ تھی کہ دہر ملکیت کے آغاز ہی سے بادشاہ قسم کے

خلفاء نے قیصر و کسریٰ کا سا طرز زندگی اختیار کر لیا اور اس طریقہ کو چھوڑ دیا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور چاروں خلفاء راشدین زندگی بسر کرتے تھے۔

اور

۔ اس تبدیلی کی ابتدا حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ہو چکی تھی۔ (ص ۱۱۶)

حضرت معاویہؓ کے زمانے سے جو یہ دور ملوکیت آیا تو اسلامی ریاستوں کا نقشہ کیا بنا اس کا بیان مولانا مودودی سے سنئے، ذہن میں یہ رہے کہ یہ مسلمانوں کے عہد زریں کے وقت کی بات ہے جب ابھی آنحضورؐ کی وفات پر نصف قرن بھی نہیں گزرا تھا اور صحابہ کرام کی بڑی جماعت موجود تھی، مولانا "بیت المال کی حیثیت میں تبدیلی" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

۔ دور ملوکیت میں بیت المال کا یہ تصور (یعنی جو عہد خلفاء میں تھا) اس تصور سے بدل گیا کہ خزانہ بادشاہ اور شاہی خاندان کی ملک ہے، رعیت بادشاہ کی محض باجگذا رہے اور کسی کو حکومت سے حساب پوچھنے کا حق

نہیں ہے۔ (ص ۱۶۱)

اور مولانا نے "آزادی اظہار رائے کا خاتمہ" کے عنوان کے تحت اس دور کا جو نقشہ

پیش کیا ہے وہ یہ ہے۔

۔ لیکن دور ملوکیت میں ضمیروں پر قفل چڑھا دیئے گئے اور زبانیں بند کر دی گئیں، اب قاعدہ یہ ہو گیا کہ منہ کو تو تعریف کیلئے ورنہ چپ رہو، اور اگر تمہارا ضمیر ایسا ہی زوردار ہے کہ حق گوئی سے باز نہیں رہ سکتے تو قید و قفل اور کوڑوں کی مار کیلئے تیار ہو جاؤ چنانچہ جو لوگ بھی اس دور میں حق بولتے اور غلط کاریوں پر ٹوکنے سے باز نہ آئے ان کو بدترین سزائیں عطا کیں تاکہ قوم دہشت زدہ ہو جائے۔ (ص ۱۶۳)

اور

۔ اس نئی پالیسی کی ابتدا حضرت معاویہؓ کے زمانے میں حضرت حجر بن عدی

کے قتل سے پہلے ہوئی .. (ص ۱۶۴)

حضرت حجر بن عدی کا قتل کیوں ہوا! مولانا قحط راہزیں :

یہ حضرت معاویہ کے زمانے میں جب منبروں پر خطبہ میں علانیہ حضرت علیؓ پر لعنت اور سب و شتم کا سلسلہ شروع ہوا تو عام مسلمانوں کے دل ہر جگہ پر اس سے زخمی ہو رہے تھے مگر لوگ خون کا گھونٹ پی کر خاموش ہو جاتے تھے۔ کوئی حجر بن عدی سے صبر نہ ہو سکا اور انھوں نے جواب میں حضرت علیؓ کی تعریف اور حضرت معاویہ کی مذمت شروع کر دی (ص ۱۶۴)

یہاں دیں میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، معلوم نہیں مولانا نے اس کی طرف توجہ کیوں نہیں فرمائی۔ وہ یہ کہ جب منبروں پر ان خطبوں میں علانیہ حضرت علیؓ پر لعنت اور سب و شتم کا سلسلہ شروع ہوا جس سے عام مسلمانوں کے دل ہر جگہ زخمی ہو رہے تھے تو کیا پورے بلاد اسلامیہ میں حضرت حجر بن عدی ہی وہ تنہا مرد تھے کہ حضرت علیؓ کو گالی دینے کے خلاف وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بقیہ مسلمان بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب بلکہ سارے مسلمانوں میں کوئی ایک فرد بھی اس امر حرام کے ارتکاب پر خصوصاً جب کہ وہ مسجد میں اور منبر پر ہوتا ہوا آواز بلند کرنے والا نہیں تھا، اگر واقعہ یہی ہے تب تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ عرب سے زیادہ بے غیرت اور بے حمیت اور مسلمان سے زیادہ بزدل قوم پوری اسلام کی تاریخ میں پائی نہیں گئی ورنہ یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ زمانہ تو خیر القرون کا زمانہ تھا اور صحابہ کرام کا مکتبہ عہد تھا جب لوگ خلفاء و ائمہ و اراکین کا گریبان بچڑ لیا کرتے تھے، اگر آج بھی اس گئے گذرے زمانہ میں بھی ایسے دینی اہلِ اُمداد کے اس دور میں بھی اگر کوئی حضرت علیؓ کی ذات گرامی تو بٹتی بات ہے اگر کسی معمولی انسان کے خلاف مسجد میں اور منبر پر چڑھ کر سب و شتم کر کے گا تو کتنے مسلمان صوف اسی ایک مسجد میں نکل پڑیں گے جو محض خون کا گھونٹ پی کر رہے ہیں جائینگے بلکہ اس گالی دینے والے کا ہاتھ پکڑ کر اسے منبر سے نیچے کر دیں گے خواہ وہ کتنا ہی بڑا انسان کیوں نہ ہو، اتنی دینی غیرت تو مسلمانوں میں بچھڑا ہے آج بھی ہے۔

اصل میں تو مولانا کا مقصد حضرت معاویہ کے دور کو خالص جاہلی دور دکھانا ہے اور بتلانا یہ ہے کہ اس دور میں جاہلیت قدیر اپنی پوری طاقت کے ساتھ پھرا بھڑائی تھی اسلئے مولانا کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی ہے کہ اس طرح کی تحریر کے عواقب اور انجام کیا ہوں گے اور مسلمانوں کے ذہنوں میں اپنے اسلاف والا برا اور اپنے امی کی جو تصویر ابھرے گی وہ کیسی ہوگی یعنی مواعظ بفضائل الشیعیسی دیکھ کر ہے۔

میں نے جو کہا کہ مولانا کا مقصد حضرت معاویہ کے دور کو خالص جاہلی دور دکھانا ہے وہ محض غرض اور گمان اور سوچن کی سی چیز نہیں ہے بلکہ خود مولانا کی تحریر اس پر شاہد ہے۔ چنانچہ مولانا ص ۱۶۹ پر ”نسلی اور قومی عصبیتوں کا ظہور“ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں ۱۔ ایک اور عظیم تغیر جو اس دور کو یکیت میں رونما ہوا وہ یہ تھا کہ اس میں قوم نسل، وطن اور قبیلہ کی وہ تمام جاہلی عصبیتیں پھر سے لوٹ آئیں جنہیں اسلام نے ختم کر کے خدا کا دین قبول کرنے والے تمام انسانوں کو یکساں حقوق کے ساتھ ایک امت بنا دیا تھا۔ (ص ۱۶۹)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ابھی پورے چالیس سال بھی مکمل نہیں ہوئے تھے کہ اسلامی نظام نے جس کو سر بلند کرنے کے لئے اور قیامت تک باقی رکھنے کے لئے آنحضرت تشریف لائے تھے جاہلیت قدیر کے سامنے سپر اندازی اختیار کر لی اور جاہلی نظام اور جاہلی عصبیتیں جس کو اسلام نے اکڑنا یککیت ختم کر دیا تھا اور ”دلف بین قلوبہم“ واصبحتہم بنعمتہا اخوانا کا اثر دہ سنایا تھا پھر جوں کی توں اپنی اصلی شکل میں نمود کر آئیں۔

محمد عبداللہ قاسمی غازی پوری

سطح نمبر ۱۳

بریلوی مذہب پر ایک نظر

نور محمدی اللہ کی ذات سے پیدا ہوا نور محمدی نور خداوندی ہے

علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رقم طراز ہیں :
اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوا اور
آئینہ محمدی نور ذات احمدی سے اس طرح منور ہوا کہ نور محمدی کو نور خدا سے تسرار دینا
صحیح ہوا۔ (عید میلاد النبی ص ۲۰)

فنا شد لا :- چلئے اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور خدا کا نور جب
ایک ہی ہوا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی خدائی ثابت ہو گئی، بریلوی مذہب کے
دو خدا ہوئے ایک احمد دوسرا احمد۔

حضور کی روح بھی نور اور جسم بھی نور

احمد سعید صاحب کاظمی لکھتے ہیں :
اس مقام پر یہ کہنا کہ صرف روح پاک نور ہے جسم اقدس نور نہیں ہے
بے خبری پر مبنی ہے۔ (ایضاً ص ۲۲)
فنا شد لا :- یقیناً بے خبری پر مبنی ہے اس لئے کہ آنحضور آپ کے
یہاں آدم کی اولاد انسان تو ہیں نہیں کہ آپ کا جسم خاکی ہو گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد حضرت عبد اللہ سے لیکر آدم علیہ السلام تک سب مومن تھے

کافلی صاحب لکھتے ہیں۔

لیکن متاخرین جمہور اہلسنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین سے لے کر آدم و حوا علیہما السلام تک کل آباء و اہمات مومن موجد ہیں۔ (ایضاً ص ۲۱)

فناں لا :- اس بڑے دعویٰ کے لئے دین چاہئے کافلی صاحب نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

غیر مسلم کے خواب سے مسائل کا استنباط ہو سکتا ہے

کافلی صاحب لکھتے ہیں :

ان خوابوں کا حجت شرعیہ نہ ہونا مسلم ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں کہ ان سے کسی حقیقت واقعہ پر کوئی روشنی نہ پڑ سکے اللہ کسی امر میں کم از کم استنباط کا فائدہ بھی مقصور نہ ہو۔ (ایضاً ص ۶۹)

فناں لا :- غیر مسلم کا خواب حجت شرعیہ ہو کہ نہ ہو بہر حال اتنا تو معلوم ہے کہ بریلوی مسلک میں ان خوابوں کا اعتبار ہے، بریلوی مذہب کی ہائے رے بیچارگی کہ اب غیر مسلموں کے خوابوں کی بھی ضرورت پڑ گئی۔

محفل میلاد کا خاصہ ہے کہ جس سال یہ محفل منعقد ہو وہ سال امن و امان سے گزرتا ہے

کافلی صاحب لکھتے ہیں :-

محفل میلاد کے خواص سے یہ مجرب خاصہ ہے کہ جس سال میں محافل میلاد منعقد

کی جائیں وہ تمام سال امن و امان سے گزر رہے تھے۔ (ایضاً ص ۳۲)
 فاشد لا۔ کاظمی صاحب پاکستانی ہیں ہو سکتا ہے کہ پاکستان میں
 معاملہ میلاد کے اس خاصہ و تاثیر کا انھیں تجربہ ہو وہ کہے ہیں کہ جھوٹے اس کی گواہی تو
 پاکستان ہی کے لوگ دیں گے البتہ ہندوستان میں تو تجربہ بالکل اس کے برخلاف ہے
 یہاں میلاد ہی جلسے جلوس بہت ہوتے ہیں مگر آفات و بلیات سے چھٹکارا انھیں بلکہ
 ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر مصائب و فتن کی کالی گھٹائیں انھیں بدعتوں اور
 کتاب و سنت سے ہادی کے اثر سے اٹھا کرتی ہیں۔

قیام کی ابتدا تقی الدین سبکی سے ہوئی

کاظمی صاحب نے سیرت جلیبیہ سے قیام کی ابتدا کا ثبوت تقی الدین سبکی سے
 بتلایا ہے، چنانچہ سیرت جلیبیہ کی عبارت یہ ہے جس کو کاظمی صاحب نے خود نقل کیا ہے۔
 وقد وجد القیام عند ذکر اسمہ
 صلی اللہ علیہ وسلم من عالم الامۃ
 ومقتدی الامۃ دنیا و دینا تقی الدین
 السبکی۔
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے ذکر کے
 وقت قیام کا وجود امت کے عالم اور
 ائمہ کے مقتدی تقی الدین سبکی سے ہے۔

یہ قیام کس طرح وجود میں آیا، سیرت جلیبیہ کا مصنف لکھتا ہے
 فقد حکى بعضهم ان الامام
 السبکی اجتمع عندا جمع کثیر من
 علماء عصرہ فانشد منشد قتل
 الموصی ... فعند ذلك
 قام الامام السبکی رحمه الله وجميع
 من في المجلس۔
 بعض لوگوں نے بیان کیا کہ امام سبکی کے پاس
 علماء عصر کا ایک بڑا مجمع تھا کسی گانے والے
 نے صرصری رحمتہ اللہ علیہ کے اشعار گائے اس وقت
 امام سبکی اور مجلس کے سب حاضرین کھڑے
 ہو گئے۔

اس کے بعد کاظمی صاحب لکھتے ہیں :-

ثابت ہوا کہ مسئلہ قیام میلاد میں امام سبکی اور ان کے ہمعصر مشائخ علماء کی اقتدا

کافی ہے ۔ (ص ۷۷)

حنا نڈا :- ۔۔۔ جی ہاں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ قیام میلاد نہ صحابہ کے نہ اہل بیت کے نہ تابعین کے نہ چاروں ائمہ میں سے کسی نے کیا نہ امام بخاری و مسلم کے زمانہ میں تھا ، اور نہ یہ کسی غرضی کی ایجاد ہے بلکہ ساتویں صدی ہجری کے ایک شافعی عالم کی ایجاد ہے ۔ اور آپ لوگ اسی کی پیروی کرتے ہیں ۔ سیرت حلبیہ کا مصنف اسی وجہ سے لکھتا ہے ۔ و هذا القیام بدعت لا اصل لها یعنی یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں ۔

اگر کوئی یہ کہے کہ نماز کے بعد بار بار دعا کرنی نہ چاہئے تو یہ کہنے والا کافر و مرتد ہے

محبوب علی خان صاحب لکھتے ہیں :

اور معترض کا یہ قول کہ بار بار دعا کرنے کی ضرورت نہیں اگر نادقتنی کی بنا پر تو سخت محموی کا باعث ہے ۔ قائل کو جلد از جلد توبہ کرنا چاہئے اور اگر کوئی جان بوجھ کر کوئی دہائی ، دیوبندی ، ندوی ، مودودی کہتا ہے تو وہ قرآنِ عظیم کا کھلا ہوا منکر اور انکار قرآن سے کافر و مرتد ہے اور بغیر توبہ مرگنا تو سختی نارابد ہے ۔ (توضیح اجل الدلائل ص ۳)

حنا نڈا :-۔۔۔ نماز کے بعد بار بار دعا نہ کرنا یہ باعث کفر ہے ، محبوب خاں کے فتویٰ سے یہ معلوم ہوا لیکن دلچسپ بات تو اس فتویٰ میں یہ ہے کہ دہائی ، دیوبندی ، ندوی ،

مودودی اس انکار کی وجہ سے کافر و مرتد ہوتے ہیں ، اگلاس کا انکار نہ کریں تو نہ کافر ہیں اور نہ مرتد ، حالانکہ یہ بات بریلوی مسلک کے خلاف ہے ، یہ حضرات تو ان کے سپاہی پہلے ہی سے کافر و مرتد ہیں تو اب دوبارہ کیا کافر و مرتد ہوں گے ، ذوالخاں صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ قرآن کی کسی آیت میں یہ ہے کہ نماز کے بعد بار بار دعا کرنی چاہئے تاکہ اس کا انکار کرنے والا ملعون کا منکر ہو ۔ اگلاس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے تو قرآن کی طرف ایسی بات کا منسوب کرنا جو قرآن

میں نہیں ہے یہ قرآن اور اللہ پر افترا ہے۔ خود خاں صاحب کا ایمان جارہا ہے۔ خاں صاحب غور کریں۔

بدعتی کی صحبت کا فرکی صحبت سے زیادہ مضر ہے

تجانب اہل سنت کا مصنف محمد طیب شیخ فرید کی اس فارسی عبارت کا ترجمہ کرتا ہے۔
اجتناب از صحبت مبتدع لازم است و ضرر صحبت مبتدع فوق ضرر کافر است یعنی مسلمان
کھیلانے والے بد مذہب کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے اور جو بد مذہب مسلمان کہلاتا ہے
اس کی صحبت کا ضرر کافر کی صحبت سے بڑھ کر ہے۔ (ص ۲۵۴)
خداوند لا۔۔ اگرچہ محمد طیب قادری کا یہ ترجمہ غلط ہے لیکن اتنا تو بہر حال
معلوم ہوا کہ بدعتی بد مذہب ہوتا ہے اور اس کی صحبت کھلے کافر کی صحبت سے بڑھ کر ہے۔
بریلوی حضرات بدعت کی لغت میں گرفتار ہیں اس لئے ان کی صحبت سے پرہیز کرنا ہر مسلمان
کا فرض ہے۔

ڈاکٹر علامہ اقبال زندیق

تجانب اہل سنت کا مصنف لکھتا ہے۔
لیکن ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں کہ جس طرح یورپ کے فرنگیوں نے انکو زندیق بنادیا۔
(ص ۲۲۶)

یہی مصنف لکھتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے فلسفہ کی حقیقت صوفی و ملا پر بھیتیاں،
اڑانا اللہ عزوجل کو کھری کھری بے نقط سنانا۔ (ص ۲۲۳)
ایک جگہ یہی مصنف لکھتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے قلب میں ابلیس کی بھی بہت عزت و عظمت معلوم ہوتی ہے۔
یہی مصنف علامہ اقبال کے بارے میں لکھتا ہے۔

جو شخص سائنس کے دوسو سات کا ذبح اور دوسو سات کا ملا پڑا کھو بند کر کے ایمان لائے

اور ان پر بھروسہ کر کے ارشاداتِ الہیہ کو جھٹلائے وہ حکمِ شریعتِ مطہرہ یقیناً بے ایمان
 دے دینا ہے۔ (ص ۲۳۴)

ایک جگہ مصنف لکھتا ہے :-
 شاعر مشرق صاحبِ اندِ غز و جل کی جناب میں گستاخیاں ضرور کرتے ہیں۔ (ص ۳۳۴)
 فائدہ :- ان ارشاداتِ عالیہ کا جو حاصل ہے وہ ظاہر ہے، بریلوی
 مسلک ہیں رضا فانیوں کے سوا مسلمان اور ہے بھی کون ؟ -

شبلی و حالی بھی گمراہ دے دین

تجانبِ اہلسنت کا مصنف لکھتا ہے -
 مگر شبلی و حالی دونوں کے اقوال سے اتنا ضرور ثابت ہو گیا کہ ان دونوں کو گمراہ
 دے دین بنانے والی ان دونوں کے دین و ایمان کو مٹانے والی وہی سرسید احمد خان علی گڑھ
 کی کافرانہ و ساحتانہ نگاہ تھی۔ (ص ۲۹۸)
 فائدہ :- کاش ان بریلوی لگوں کو ایمان کا وہ حصہ بھی ظاہر ہوتا جو شبلی و حالی
 کو حاصل تھا۔ تو ان کے حجات کے لئے کافی تھا۔

سٹر جاح کافر

تجانبِ اہلسنت کا مصنف لکھتا ہے -
 ۔ اس وقت سٹر جاح کے واضح کفریات کو واضح تر کرنے کیلئے ہم صرف وہی آیت
 کریمہ کی تلاوت کرتے ہیں - ص ۱۲
 نیز یہی مصنف لکھتا ہے :

سٹر جاح اپنے عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے
 اندر جو شخص اس کے ان کفروں پر مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اسے کافر نہ لانے

یا اس کے کافر اور مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر و مرتد شد اللہ عام اور بے قیود مرآتو مستحق لعنت عمر بنیہ علام - (ص ۱۲۲)

فائدہ ۱ :- بریلوی مذہب کے جتنے یگی ہیں سب کافر ہوئے اسلئے کہ انھوں نے مشرک جراح کو اپنا راہبر اور راہنما مانا ہے ۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کو تقدیر بدل دینے کی قوت تھی

تجانب اہلسنت کا مصنف لکھتا ہے :

یعنی حضور پر نور سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعض رسالوں میں تحریر فرمایا ہے کہ قضاے مبرم میں کسی شخص کو کچھ بدل دینے کی مجال نہیں مگر مجھ کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت بخشی ہے کہ وہ قضا جو لوح محفوظ میں قضاے مبرم کی طرح لکھی ہوئی ہے اور لوح محفوظ میں نہ تو کسی امر پر معلق ہے نہ کسی شے کے ساتھ مشروط ہے صرف علم الہی میں اس کی تعلیق ہے اگر میں چاہوں تو اس قسم کی قضاے مبرم میں تغیر و تبدل کر دوں ۔ (ص ۳۰۰)

فائدہ ۲ :- دیکھا آپ نے سینا غوث کی طاقت و قوت کہ اگر وہ چاہیں تو اہل تقدیر بھی بدل سکتے ہیں ۔ اور یہ قدرت صرف ان کو حاصل ہے نہ صدیق اکبرؑ کو نہ فاروق اعظمؑ کو نہ عثمان غنیؓ کو نہ علی مرتضیٰؓ کو نہ حضرت حسینؑ کو نہ کسی پیغمبرؑ اور رسولؑ کو نہ نبیؑ کو نہ ولیؑ کو یہ قدرت مخصوص ہے ۔ حضرت غوث اعظمؑ کے ساتھ یقیناً غوث اعظمؑ میں خدائی حلول کئے ہوئے ہے ورنہ تقدیر کا بدلنا تو صرف اللہ کا کام ہے ۔

احیاء العباد یعنی اللہ والے

مسروق بن الابدع الکوفی الہمدانی

مسروق بن الابدع مشہور تابعی فقیہ ہیں، بچپن میں ان کو چرایا گیا تھا، اس وجہ سے ان کا لقب - مسروق - یعنی چرایا ہوا پر ٹھہرا، اپنے زمانہ میں چوٹی کے فقہاریں مشہور ہوتے تھے، اجلا و صحابہ کرام سے علم حاصل کیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے انکو خصوصی تعلق تھا، حضرت عائشہ نے انکو اپنا مشیق بنایا تھا۔

بعض صحابہ کرام جن سے مسروق نے علم حاصل کیا یہ حضرات ہیں۔ حضرت ابی بن کعب، حضرت عمر، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت ام رومان، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ ان کے شاگردوں میں امام شعبی، امام نخعی، عبداللہ بن مرہ، عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود، امام کھول اور ان کے علاوہ اور بہت سے لوگ ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت مسروق حضرت عمرو بن معدیکعب رضی اللہ عنہ کے

بھانجہ تھے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان سے ان کا نام پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میرا نام مسروق بن الاعدہ ہے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ۔ اجدہ شیطان کو کہا جاتا ہے، تمہارا نام مسروق بن عبد الرحمن ہو گا۔ اور پھر خلیفہ کے رجسٹریں ان کا یہی نام لکھا گیا۔ حضرت مسروقؓ نے طلب علم میں بہت سفر کئے اور جہاں جہاں سے ہو سکا دبستانِ علم سے خوش چینی کی۔

حضرت عائشہؓ نے کہ یہ محبوب تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں اے مسروق تم میرا اولاد ہو اور تم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔

عبید اللہ بن زیاد جب کوئٹہ کا حاکم بن کر آیا تو اس نے پوچھا کہ اس شہر میں سب سے افضل صاحبِ علم کون ہے؟ تو لوگوں نے بتلایا کہ مسروق بن اجدہ، ابنِ دین کہتے تھے کہ میں مسروق پر کسی کو فضیلت نہیں دے سکتا۔ وہ شخص ہیں جنھوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی شہادت کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

علم و فقہ میں بلند و بالا مقام حاصل کرتے ہوئے حضرت مسروقؓ زہد و تقویٰ اور عبادت گزاری میں امتیازی شان کے مالک تھے، دنیا سے بے رغبتی کا حال یہ تھا کہ وہ قضا کے عہدہ پر رہے مگر اس عہدہ سے ایک پیسہ بھی حاصل نہیں کیا، فقہ یہ کام کرتے تھے ایک دفعہ ان کو سلسلہ نامی ایک شہر کا حاکم بنا کر کے بھیجا گیا دو سال تک وہ وہاں نہیں آئے، جب دو سال کے بعد گھر واپس لوٹے تو ان کے ہاتھ میں صرف ایک کپڑا ہی تھی، گھر والوں نے کہا کہ آپ کے پاس صرف ایک کپڑا ہی ہے، اور آپ دو سال کے بعد گھر آ رہے ہیں تو یہ افسوس سے کہنے لگے کہ یہ کپڑا ہی میری نہیں ہے دوسرے کی ہے میں نے اس سے عاریہ لی تھی اس کو لوٹانا بھول گیا۔

حضرت مسروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی چیز کا مجھے افسوس ہوتا ہے تو صرف یہ کہ ہم سے اللہ کیلئے زیادہ سجدہ نہیں ہو سکا، اور فرماتے کہ اگر کوئی نماز پیش ہے تو یہی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے جھک کر اپنی پیشانی گردا گرد کریں۔

حضرت مسروق کی بیوی فرماتی ہیں کہ مسروق نمازیں اتنا طویل قیام کرتے تھے کہ ان کا قدم سوج جاتا، بہت دفعہ ایسا ہوتا کہ انکی حالت دیکھ کر میں ان کے پاس بیٹھ کر رو دیا کرتی تھی، حضرت امام شعبی فرماتے ہیں کہ سخت گرمی میں حضرت مسروق روزہ سے تھے، اور گرمی کی شدت کی وجہ سے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے، انکی ایک بیٹی عائشہ نام کی تھی جس کی بات کہ مسروق عام طور پر ٹالا نہیں کرتے تھے، مسروق کی یہ حالت دیکھ کر وہ آئی اور اس نے ان سے کہا کہ اباجان روزہ توڑ دیجئے اور پانی پی لیجئے تو مسروق نے اس سے کہا کہ بیٹی میں اس دن کے آرام کی خاطر روزہ رکھ رہا ہوں جس کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔

حضرت مسروق فرماتے تھے کہ آدمی کے عالم ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، اور اس کے جاہل ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے عمل پر فخر کرے۔

(سیر اعلام النبلاء ص ۲۳ ج ۵)

ابوبکر داؤد بن ابی ہند

ابوبکر داؤد بن ہند کا نام دینار بن عذافر ہے، یہ اصلاً غسان کے تھے پھر بصرہ میں آباد ہوئے اور بصری کہلائے۔ "حدیث" کے بلند پایہ امام ہیں، امام ذہبی نے انکو الامام المحافظ الثقات سے یاد کیا ہے۔

سید بن مسیب، ابوعثمان ہندی، امام شعبی، محمد بن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

ان کے شاگردوں میں سفیان ثوری، شعبہ، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، یحییٰ قطان، یزید بن ہادون وغیرہ اجلائے محدثین ہیں۔

حماد بن زید نے ان کے فقہ کی بڑی تعریف کی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر فقہ نہیں دیکھا۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے داؤد جیسا آدمی نہیں دیکھا وہ علم کو بہت ٹھونک بجا کر لیا کرتے تھے۔

یزید بن زریع کہتے ہیں کہ ابوبکر داؤد اہل بصرہ کے مفتی تھے، پیش کے اعتبار سے دیکھو تو ابوداؤد درزی تھے۔

داؤد بن ابی ہند کو بچپن ہی سے جلالت کا ذوق و شوق تھا، انکے بارے میں محمد بن ابی عدی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ داؤد نے ہم لوگوں سے کہا کہ، جو انوں میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، شاید تم ہی سے کوئی اس سے فائدہ اٹھائے، پھر فرمایا کہ جب میں چھوٹا تھا تو بازار آتا جاتا تھا، جب بازار سے گھر لوٹتا تو اپنے ذمہ یہ لازم کر لیتا کہ فلاں جگہ پیچھے پیچھے میں اللہ کا ذکر میں اتنی بار کروں گا، اس جگہ پیچھے کر پھر اپنے جی میں کہتا کہ اب فلاں جگہ پہنچ کر اتنی بار اللہ کا ذکر کروں گا، اسی طرح کرتے کرتے میں اپنے گھر پہنچتا تھا۔ ابن عدی ہی کا بیان ہے کہ چالیس سال تک داؤد نے روزہ اس طرح رکھا کہ اس کا پتہ ان کے گھر والوں کو بھی نہیں چلا، گھر سے جب اپنی دکان جلتے تو دوپہر کا کھانا لے کر جاتے اور راستہ میں اس کو صدقہ کر دیتے، اس طرح سے گھر والوں کو بھی اپنے روزہ کا پتہ نہیں ہونے دیا۔

ابوداؤد کا انتقال ۱۳۹ھ یا ۱۴۰ھ میں ہوا۔

(سواء اعلام النبلاء ج ۵)

یونس بن عبید بن دینار بصری

یونس بن عبید بن دینار العبد البصری کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے، انکی پیدائش بصرہ میں طاعون جارف سے پہلے ہوئی تھی (۱) اپنے زمانہ میں تقویٰ پر ہیزگاری علم و فضل میں یگانہ تھے، حضرت انس کو دیکھا تھا اور حضرت حسن بصری، ابن سیرین،

(۱) بصرہ میں یہ طاعون پھوٹا تھا جس میں دو لاکھ انسان ختم ہو گئے تھے۔

عطا، حکمر، نافع مولیٰ، بن عمر اور ان کے علاوہ متعدد تابعین سے روایت کرتے ہیں۔
 شاگردوں میں امام شعبہ، امام سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، ہشیم، حماد بن زید
 معتز بن سلیمان اور ان کے علاوہ ان کے شاگردوں کی بڑی تعداد ہے، جن میں اجلہ و علم
 کی ایک جماعت کا نام لیا جاتا ہے، حدیث میں ان کی ثقاہت و عدالت کی گواہی
 بڑے بڑے ائمہ حدیث نے دی ہے، جتنی حدیثیں بھی سنی تھیں سب کو اس طرح
 محفوظ رکھا تھا کہ ایک لفظ کی بھی غلطی نہیں ہوتی۔

سلمہ بن علقمہ کہتے ہیں کہ میں ان کی مجلس میں عرصہ تک رہا اور ایک لفظ کی
 غلطی بھی میں نہیں پکڑ سکا، حافظہ بھی ان کا قوی تھا، فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کچھ لکھا
 نہیں، یعنی حدیث کو سن کر اپنے حافظہ میں محفوظ کر لیا کرتے تھے۔

لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ بہت زیادہ عبادت گزار نہیں تھے مگر نیکی و پرہیزگاری
 امانت داری میں اپنی نظیر آپ تھے، پکڑوں کی تجارت کرتے تھے، اور ایک سچے مانتہ دار
 تاجر کا نمونہ پیش کرتے تھے، ایک دفعہ اپنی دوکان پر تھے کہ ایک شامی ایک
 چادر خریدنے آیا، اور ان سے پوچھا کہ کوئی چادر چار سو درہم تک کی ہے، انھوں
 نے کہا کہ میرے پاس دو سو درہم کی چادر ہے، اتنے میں اذان ہوگئی اور وہ اٹھ کر مسجد
 نماز پڑھنے چلے گئے، جب واپس ہوئے تو معلوم ہوا کہ ان کے بھتیجے نے دو سو درہم والی
 چادر کو چار سو میں بیچ دیا ہے، خریدنے والا ابھی دوکان سے گیا نہیں تھا، انھوں نے اس
 سے کہا کہ بھائی یہ چادر دو سو کی ہے، اگر تمنا ہو تو اس دام میں لو ورنہ جاسکتے ہو، انکی اس
 امانت داری سے وہ شامی خریدار بہت متاثر ہوا، اور ان سے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو یونس
 نے کہا۔ انا رجل من المسلمين میں ایک مسلمان آدمی ہوں، تو اس شامی نے
 قسم دیکر ان کا نام پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میرا نام یونس بن عبید ہے، تو اس شامی نے
 نے کہا کہ خدا کی قسم ہم لوگ جہاد کرتے ہوئے دشمن کے بیچ میں ہوتے ہیں اور جب ہم سخت
 پریشانی میں پڑ جاتے ہیں تو ہم لوگ اللہ سے آپ کا واسطہ دیکر اس پریشانی سے نکلنے کی

دعا کرتے ہیں، اس پر امام یونس نے صرف اتنا کہا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ۔
 ایک دفعہ کا قبضہ ہے کہ ایک باندی ریشم کا ایک جوتے کر بیچنے کیلئے ان کے پاس
 آئی کہ آپ اسے خرید لیں، پوچھا۔ اس جوتے کو کتنے میں فروخت کروں گی، تو اس نے کہا پانچ سو
 درہم میں، ابن یونس نے کہا کہ اس کا دام اس سے زیادہ ہے تو اس نے کہا کہ چھ سو میں آپ
 لے لیں، تو انھوں نے کہا کہ اس کی قیمت اس سے بھی زیادہ ہے، پھر آپ نے اس باندی
 سے اس جوتے کو جس کا دام اس نے شروع میں پانچ سو بتلایا تھا، ایک ہزار درہم میں خرید لیا۔

اسی طرح کا ایک قصہ ہے کہ ایک عورت ریشم کی چادر لے کر ان کو بیچنے آئی اور اس
 نے اس کا دام ساٹھ درہم بتلایا، تو یونس نے اپنے پڑوسی تاجر کو اس چادر کو دکھلایا اور اس سے
 پوچھا اس کی قیمت کیا ہوگی، تو اس نے کہا کہ ایک سو بیس درہم، تو انھوں نے کہا کہ میرا بھی
 یہی خیال ہے۔ عورت نے کہا گھر والوں نے ساٹھ درہم ہی اس کا دام بتلایا ہے، تو آپ نے
 کہا کہ واپس جاؤ اور گھر والوں سے پوچھ کر آؤ۔

ابن یونس جب کسی کو کوئی سامان بیچتے تو اگر سامان میں عیب ہوتا تو اس کا ایک
 ایک عیب گنا دیتے پھر اسکو بیچتے۔ اہمعی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ یونس ہمارے پاس
 ایک بکری لے کر آئے کہ اسکو فروخت کر دو، اور کہا کہ جس کو بیچو اس کو بتلادینا کہ یہ جب
 چارہ کھاتی ہے تو برتن الٹ دیتی ہے، اور کھوٹاں بندھی ہوتی ہے، تو وہ اس کو اکھاڑ
 دیتی ہے۔

سلام بن ملیح یا کسی اور سے یہ بات منقول ہے کہ یونس بہت زیادہ نماز روزہ
 دلے نہیں تھے مگر اللہ کافی ادا کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے ان کے پاس کھانا ڈرا اپنا حال یہیں لکھ کر بھیج دیا،
 تو انھوں نے لکھا کہ تم نے اپنے خط میں میرے حال کے بارے میں پوچھا ہے تو میں تم کو بتلا تا ہوں
 کہ میں نے اپنے نفس سے کہا تو اپنے لئے جو پسند کرتا ہے وہی دوسروں کیلئے پسند کر
 اور جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے وہ دوسرے کیلئے ناپسند کر، تو میں نے دیکھا کہ وہ اس سے

بہت دوسرے، پھر میں نے اس سے کہا کہ دوسروں کا ذکر صرف خیر سے کرو میں نے
دیکھا کہ اس کیلئے سخت گرمی میں روزہ رکھنا اس کیلئے اس کام سے آسان ہے۔ میرا حال
تو یہ تھا ہے۔ والسلام

اللہ کے راستہ میں جان قربان کر دینے اور دین کے کلمہ کو بلند کرنے کیلئے راہ خدا
میں جہاد کرنے کی انکو بڑی تمنا تھی مگر اس کا موقع انکو نہیں مل سکا تھا تو آخر زمانہ میں اپنا پاؤں
دیکھ کر رویا کرتے تھے اور کہا کرتے کہ قتدا ملایا کل لم تغیر فی سبیل اللہ میرے
دونوں پاؤں اللہ کے راستہ میں گر دآؤ وہ نہیں ہوئے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے ان سے اپنی تنگ حالی کی شکایت کی تو اس نے کہا کہ کیا تم
کو یہ پسند ہے کہ ایک لاکھ کے عوض اپنی آنکھ کسی کو دو؟ تو اس نے کہا کہ نہیں، پھر بیچا اچھا
اتنی ہی قیمت میں اپنا کان کسی کو دو گے؟ تو اس نے کہا کہ یہ بھی نہیں ہوگا اس طرح وہ اللہ
کی نعمتوں کو اس کے سامنے شمار کرتے رہے، پھر کہا کہ تیرے پاس اللہ کی نعمتیں لاکھ لاکھ
کی ہیں اور تو فقر و فاقہ کی شکایت کرتا ہے؟

یونس تجارت کے معاملہ میں انتہائی درجہ اعتیاد برتنے کے باوجود یہ کہتے کہ میرا خیال
ہے کہ میرے مال میں ایک درہم حلال کا نہیں ہے۔

یونس کا انتقال ۱۲۷ھ میں ہوا سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۲۸۴

کہس بن الحسن الحنفی البصری العابد

کہس عابد و زاہد متواضع بزرگ تھے، حسن بصری ابو الطفیل و عبد اللہ بن
شفیع وغیرہ سے حدیث کی روایت کی، عبد اللہ بن مبارک، معتمر، یحییٰ بن سعید القطان
انام و کعب جیسے اساطین علم حدیث کے شیخ تھے۔ کثرت عبادت میں ممتاز تھے، کثرت عبادت
ہی کی وجہ سے ان کا لقب العابد پڑ گیا تھا، کہا جاتا ہے کہ دن و رات میں ایک ہزار
رکعتیں نفل پڑھنا ان کا معمول تھا، مشتبہات سے جدوجہد گزارہ کش رہتے، ایک دفعہ

ان سے ایک دینار گر گیا، جب تلاش کیا تو وہ ملا، مگر اس ڈر سے اس کو زمین سے نہیں اٹھایا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ان کا نہ ہو کسی دوسرے کا ہو، اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک میں معروف تھے، کہا جاتا ہے کہ ایک بچھونکلا انھوں نے اس کو مارا چاہا تو وہ ایک سوراخ میں گھس گیا تو انھوں نے اس سوراخ پر اپنی انگلی رکھ لی، بچھونے انگلی پر ڈنک مار دیا، ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو فرمایا مجھے ڈر ہوا کہ وہ باہر نکل کر میری والدہ کو نہ ڈس لے۔

یحییٰ بن کثیر ان کی کرامت کا واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک درہم کا انھوں نے آٹا خریدنا بہت دنوں تک وہ اس میں سے کھاتے رہے اور وہ ختم نہیں ہوتا تھا، جب ایک لبنی مدت گذر گئی تو اس کو نکال کر ناپا تو وہ پہلے دن کی طرح جوں کا توں تھا، کہ مکہ میں انکا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۴۰۲)

مصعب بن ثابتؓ

مصعب بن ثابت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے، علم و فضل میں باکمال تھے، امام ذہبی نے ان کو الامام القدا سے یاد کیا ہے۔
انھوں نے اپنے والد ثابت کے سوا علما بنی ہاشم، نافع عمری، اور محمد بن منکدر و فیوے حدیث روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں محمد بن عمرو قادی، عبد الرزاق صاحب مصنف عبد العزیز و دارودی اور ان کے علاوہ ایک جماعت ہے۔
علم حدیث میں ان کا کوئی خاص مقام نہیں تھا، لوگوں نے ان پر بڑی سخت جوہیں بھی کی ہیں، مگر عبادت، تقویٰ، نکر آخرت میں اپنے زمانہ میں فرو تھے، یحییٰ بن مسکین فرماتے ہیں کہ میں نے مصعب بن ثابت سے زیادہ عبادت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا، ہر روز دن و رات میں وہ ایک ہزار رکعتیں نماز ادا کرتے تھے اور صوم دہر رکھا کرتے تھے۔

مصعب کی صاحبزادی اسماء فرماتی ہیں کہ میرے والد دن و رات میں ایک ہزار

ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیے

صلوٰۃ الرسول کتاب اور اس کے باریں دو محققین کا اظہار خیال

علمائے غیر مقلدین کے احوال کا آپ مطالعہ کریں تو آپ انکشافات کے ایک عجیب و غریب عالم میں ہوں گے، اور دانتوں تلے اٹھلی دبا کر آپ سوچیں گے یہ لوگ کس دنیا کی مخلوق ہیں، فریب، مکر، دھوکہ دہی، تبلییس خود اپنے علماء کی کتابوں میں الٹ پھیر کے اتنے نمونے آپ کو ملیں گے کہ آپ محلوں محلوں میں تماشہ دکھانے والے داریوں کے کرتب بھول جائیں گے۔

آج کی اس فرصت میں ہم آپ کو دنیا کے غیر مقلدیت کے ایک مشہور سلفی عالم کا انہیں احوال کی روشنی میں مطالعہ کرانے کا شرف حاصل کریں گے۔ حمد و رح عالم کا جانا پیرانا نام ڈاکٹر محمد لقمان سلفی ہے، ”اور ان کا قیام عرصہ دراز سے مملکت سعودیہ کے شہر ریاض میں ہے۔“

ابن علم کو جیسا کہ معلوم ہے مشہور غیر مقلد عالم حکیم صادق سیالکوٹی کی نماز کے موضوع پر مشہور کتاب صلوٰۃ الرسول کے نام سے ہے جس کو غیر مقلدین کے ادارے ہند و پاک کے علاوہ سعودیہ کی بھی شائع کر رہے ہیں، اور یہ وہ کتاب ہے کہ بقول لقمان سلفی صاحب ”جس نے میں یہ کتاب پڑھی اس کے دل کے دنیا میں ایک قیام پیدا ہو گیا اور انکی نمازوں کے ساتھ انکے عقائد کی بھی اصلاح ہو گئی۔“

اس کتاب کا دو محقق ایڈیشن اس وقت میرے سامنے ہے، ایک کے محقق صاحب

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے پاکستانی عالم ہیں، ان کا پورا نام عبدالرؤف بن عبدالمحنان بن حکیم محمد اشرف سندھو ہے، اور دوسرے ایڈیشن کے محقق و معلق یہی ہمارے ڈاکٹر لقمان سلفی صاحب ہیں جو ہندوستان کے اصلاً باشندہ ہیں اور اب سعودی ہیں۔ پہلے ایڈیشن کا سال طبع جولائی ۱۹۹۷ء ہے اور دوسرے ایڈیشن کا سال طبع ۲۰۱۲ء القعدہ ۱۴۲۳ھ ہجری ہے

پہلے ایڈیشن کا محقق بھی غیر مقلد عالم ہے اور دوسرے کا بھی محقق غیر مقلد ہے اب ذرا ناظرین دونوں ایڈیشنوں کا فرق ملاحظہ فرمائیں اور سولہ اصول کتاب کا حقیقت سے واقف ہوں، اور ڈاکٹر لقمان سلفی صاحب کی دیانت و امانت داری کا اندازہ لگائیں اور یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ اپنے علماء کے عیوب کی پردہ پوشی کیلئے غیر مقلدین علماء و خدا سے خوف کھائے بغیر کس طرح انکی کتابوں میں تصرف کرتے ہیں۔

(۱) مولانا صادق صاحب نے اپنی اس کتاب کے آغاز میں جو خطبہ نقل کیا ہے

وہ یہ ہے۔

الحمد لله نحمده ولا نستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور افئسنا ومن سيئات اعمالنا من يهتدك الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان محمداً عبداً ورسوله، اما بعد، الخ

اس خطبہ میں نؤمن به و نستوكل عليه کا لفظ ناظرین ملاحظہ فرما رہے ہیں، اسی طرح و نشهد کا بھی لفظ جمع کے صیغہ کے ساتھ آپ کی نگاہ کے سامنے ہے، مگر آپ ڈاکٹر لقمان سلفی کی تحقیق والا ایڈیشن ملاحظہ فرمائیے تو اس میں نؤمن به و نستوكل عليه کا لفظ غائب ہو گیا، اسی طرح و نشهد کا لفظ دونوں تشہیدیں اشهد واحد کے صیغہ میں بدلنا نظر آئے گا۔

کسی بھی انصاف پسند عالم سے پوچھو کہ کسی مصنف کی اصل کتاب میں اس طرح کا تصرف جائز ہے؟ دیانت دار محققین کو اگر اصل مصنف کی عبارت سے اختلاف ہوتا ہے تو وہ اس کا ذکر اپنی تعلیق اور حاشیہ میں کرتے ہیں نہ کہ مصنف کی اصل عبارت ہی کو بدل دیتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ڈاکٹر لقمان سلفی نے یہ حرکت کیوں کی؟ اور اس بارگاہ کی صفائی سے ان کا مقصد کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خطبہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث کی مختلف کتابوں میں مروی ہے مگر کسی کتاب میں یہ دونوں کلمے یعنی نومن بدہ و فتوکل علیہ مروی نہیں ہے۔

پاکستانی محقق لکھتا ہے:

مؤلف علیہ الرحمہ نے یہاں نومن بدہ و فتوکل علیہ کے الفاظ ذکر کئے ہیں جو نہ تو حدیث ابن عباس اور نہ ہی حدیث ابن مسعود کے کسی طریق میں پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ پاکستانی محقق نشرہد کے بارے میں لکھتا ہے۔

”اسی طرح مؤلف نے نشرہد جمع کے ساتھ ذکر کیا ہے جبکہ دونوں احادیث میں (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں) نشرہد لفظ واحد کے ساتھ ہے۔“ (ایضاً)

اور جب ڈاکٹر لقمان سلفی نے ایک جگہ اصل الفاظ ہی اڑا دیئے اور ایک جگہ جمع کو واحد بنا دیا تو ان کو خطبہ کے ترجمہ میں بھی تصرف کرنا پڑا، مصنف کا ترجمہ کچھ ہے اور ڈاکٹر لقمان سلفی کا ترجمہ کچھ۔

ڈاکٹر لقمان نے مصنف کے خطبہ میں یہ تصرف کیوں کیا؟ انھوں نے یہ تصرف اسلئے کیا کہ مصنف کا اصل خطبہ یہ بتلا رہا تھا کہ جو حکیم صاحب رسول اللہ کی نماز سکھائے گا حصلہ پیدا کئے ہوئے ہیں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اس اصل خطبہ کی عبارت کا ہی پتہ نہیں ہے جس سے وہ اپنی کتاب کا آغاز کرتے جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر لقمان نے مصنف کی اسی جہالت پر پردہ ڈالنے کیلئے اس کی عبارت میں یہ الٹ پھیر کیا ہے۔

(۷) حکیم صادق نے اپنی کتاب میں ایک عنوان قائم کیا ہے۔
 ”بے قاعدہ نماز نہیں ہوتی ہے“ اور اس کے ذیل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشکوٰۃ سے بحوالہ بخاری و مسلم ایک روایت ذکر کی ہے جس کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

”ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تطمئن جالسا“
 یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے والے کو سکھایا کہ پھر ثم الطینان سے سجدہ کر دے پھر سر اٹھا کر الطینان سے بیٹھ جاؤ پھر دوسرا سجدہ الطینان سے کر دو۔
 پھر سر اٹھاؤ میان تک کہ الطینان سے بیٹھ جاؤ۔

اب بخاری و مسلم میں اس روایت کو دیکھئے دوسرے سجدہ کے بعد الطینان سے بیٹھنے کا آپ کو ذکر نہیں ملے گا۔ اسلئے صلوٰۃ الرسول کا پاکستانی محقق کہتا ہے کہ
 ”واضح رہے کہ اس حدیث میں جملہ استراحت (یعنی دوسرے سجدہ کے بعد الطینان سے بیٹھنے) کا ذکر شاذ ہے۔“ (۲۹)

مگر لقمان سلفی نے اس کی طرف اشارہ تک نہیں کیا نہ یہ بتلایا کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں دوسرے سجدہ کے بعد الطینان سے بیٹھنے کا ذکر نہیں ہے، لقمان سلفی صاحب نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر مقلدین کی نماز بخاری و مسلم کی حدیث کے خلاف اسی شاذ والے ٹکڑے کے مطابق ہوتی ہے۔

(۱۲) حکیم صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول میں ایک عنوان قائم کیا ہے۔
 ”بے قاعدہ نماز منہ پر ماری جاتی ہے“ اور اس کے ثبوت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع حدیث ذکر کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

پڑنے سے) پانی سے بدبو آنے لگے یا اس کا مزہ بگڑ جائے یا رنگ تبدیل ہو جائے۔ (ضعیف)
تینوں وصف پانی میں اکٹھے پائے جائیں تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

لقمان سلفی صاحب نے اس حدیث کو صرف ضعیف بتلایا ہے اور پاکستانی
محقق فرماتے ہیں۔ "لاوی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔"
یعنی یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے۔ ضعیف ہے اور بالاتفاق ضعیف ہے،
دونوں کے مفہوم میں کتنا فرق ہے ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔

(لطیفہ) صلوٰۃ الرسول کے مصنف نے پاخانہ سے نکلتے وقت کی دودھائیں
ذکر کی ہیں، ایک دعا صحیح حدیث سے ثابت ہے اور ایک کی حدیث ضعیف ہے،
پھر حکم صادق فرماتے ہیں۔

”ملاحظہ: ناظرین دونوں دعاؤں میں سے جو کسی چاہیں پڑھ لیا کریں یا
دونوں پڑھیں۔“

سوال یہ ہے کہ جب ایک دعا کی حدیث صحیح ہے اور ایک کی ضعیف تو دونوں
کا درجہ برابر قرار دینا اور یہ کہنا ناظرین دونوں میں سے جو کسی دعا چاہیں پڑھ لیا کریں،
کسی محدث یا فقیہ کا فتویٰ ہے؟

تعجب ہے کہ اس کتاب کے دونوں محققین نے حکیم صادق صاحب کے اس
شاہانہ فتویٰ کے بارے میں کچھ نہیں کہا، اور خاموشی اختیار کر لی۔

غیر مقلدین کا مذہب بھی عجیب نکالنا ہے۔ نہ اس کے سر کا پتہ نہ پیر کا۔

(۵) مصنف نے صلوٰۃ الرسول میں بول و براز کے مسائل کے بیان کے ذیل میں
یہ حدیث ذکر کی ہے، حضورؐ نے تین پتھروں سے استنجا لا حکم دیا۔ اور حوالہ دیا ہے دارمی
کا، جبکہ یہ حدیث ابو داؤد نسائی میں بھی ہے۔

اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے:

”مؤلف نے حدیث نقل کرتے وقت صرف دارمی کے حوالہ پر اکتفا کیا ہے،

ایسا درست نہیں جبکہ صاحب مشکوٰۃ سے بھی یہاں فقیر ہوئی ہے، کیونکہ
یہ حدیث ابو داؤد اور نسائی میں بھی ہے۔ ۷۲
اقرب مأخذ کے ہوتے ہوئے البعد کا حوالہ دینا اور اقرب کو نظر انداز کر دینا اعلیٰ
انداز نہیں ہے۔

لحمان سلفی صاحب نے مصنف کی اس کوتاہی کو چھپایا ہے، اور صرف یہ کہ
خاموش ہو گئے ہیں کہ حسن صحیح۔
(۶) مؤلف حکیم ہادق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بروایت حضرت عائشہ
یہ حدیث مرفوعاً ذکر کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد کا علی ختنہ عورت کے علی ختنہ
میں تبادلاً کرے تو غسل واجب ہو جاتا ہے، اور حوالہ دیا ہے ترمذی وابن ماجہ کا۔
اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

مؤلف علیہ الرحمہ نے حدیث عائشہ کو ترمذی وابن ماجہ کے حوالہ سے مرفوع ذکر کر کے
غلطی کی ہے، کیونکہ ابن ماجہ میں یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے۔ ۷۳
مگر ڈاکٹر لحمان سلفی صاحب نے مؤلف کی اس غلطی پر کوئی تنبیہ نہیں کی تاکہ محکم
کا علمی بھرم قائم رہے، اور کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ مؤلف مصلوٰۃ الرسول کا علمی سرا یہ صرف
مشکوٰۃ تک ہے۔

(۷) حکیم ہادق نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث نقل کر کے حوالہ
دیا ہے صرف مسلم کا، جب کہ وہ حدیث بخاری میں بھی ہے، بخاری کو نظر انداز کر کے
صرف مسلم کا حوالہ دینا اصولی طور پر غلط ہے، اس پر پاکستانی محقق حکیم صاحب کی گرفت
کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

”مؤلف نے اس حدیث کو فقط مسلم کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ
یہ بخاری میں بھی ہے۔ ۷۴

مگر ڈاکٹر لقمان سلطانی صاحب نے مصنف کی اس غلطی کو چھپایا اور صرف اتنا کہا کہ
 ”۔ حدیث بخاری میں بھی ہے۔“

دیکھئے دونوں محققین کی عبارت میں کتنا فرق ہے، پہلے محقق کا انداز مصنف
 کی کوتاہی کو بیان کرنا ہے جب کہ دوسرا محقق اس پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے اور صرف
 اپنی معلومات ظاہر کر رہا ہے۔

(۹) حکیم صادق نے بلوغ المرام سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لایہ ارشاد نقل کیا ہے
 اخراج مذی پر غسل واجب نہیں ہوتا لیکن بلکہ صرف وضو کر کے نماز پڑھ لینا چاہئے۔
 اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے۔

”وضو کر کے نماز پڑھ لینا چاہئے“ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں، حدیث میں صرف
 وضو کا ذکر ہے۔ ۹۶

یعنی حکیم صادق صاحب نے اپنی طرف سے الفاظ گرٹھ کر اس کو حضور کی طرف
 منسوب کر دیا، اور حدیث کا مفہوم کچھ سے کچھ کر دیا۔

اس شدید چوک یا غلطی پر لقمان سلطانی صاحب نے کوئی تنبیہ نہیں کی اور چپکے سے
 یہ کہہ کر گزر گئے کہ یہ حدیث بخاری میں ہے، لقمان صاحب شاید بھول گئے کہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ جو شخص وہ بات میری طرف منسوب کرے جس کو میں نے نہیں کہا
 ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

(۱۰) مؤلف مکتبۃ الرسول نے اپنی کتاب میں ایک عنوان یہ قائم کیا ہے۔

”ممانعت کو قرآن پڑھنے کی ممانعت“

اور اس ممانعت کو بتلانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ترمذی شریف
 سے یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

”ابن عمر سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا حیض والی عورت اور جنبی قرآن سے کچھ نہ پڑھے۔“

اس پر پاکستانی محقق لکھتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ،
پھر لکھتا ہے :

حاصل کلام حالت جنابت و حیض میں قرأت کی تحریم کے بارے میں کوئی صحیح حدیث
نہیں ہے ، مگر قرأت ان حالتوں میں مکروہ ضرور ہے : ۱
اور لقمان سلفی صاحب لکھتے ہیں

جنبی کیلئے بہتر یہی ہے کہ وہ حفظ سے بھی قرآن کی تلاوت نہ کرے ، حرمت کی
کوئی صریح دلیل نہیں ہے ، لیکن حیض و نفاس والی عورت کیلئے حفظ سے قرآن کی تلاوت
جائز ہے اسلئے کہ ممانعت کی کوئی صحیح دلیل وارد نہیں اور حدیث مذکور ضعیف ہے بنا بریں
قابلِ حجت نہیں ۔ ۳۴

حدیث پاک کے مقابل میں لقمان سلفی صاحب اپنی رائے سے حیض والی اور نفاس والی
عورت کیلئے قرآن کی تلاوت کو جائز قرار دے رہے ہیں اور اپنی رائے سے جنبی کیلئے قرآن کی
تلاوت کو ممنوع قرار دے رہے ہیں ۔

اور پاکستانی محقق صاحب اپنی رائے سے جنبی اور عاتقہ دونوں کیلئے قرآن کی
تلاوت کو مکروہ قرار دے رہے ہیں ، اور صلوٰۃ الرسول کے معصنف صاحب ضعیف
حدیث سے استدلال کرتے ہوئے ان دونوں کیلئے قرآن کی تلاوت کو ممنوع قرار
دے رہے ہیں اور یہ سب اہم حضرات ماشاء اللہ ہوتے ہوئے معصنف کی گفتار ، مت
دیکھ کسی کا قول و قرار ڈولے گلزار محمدی کے بلبلانِ نالاں ہیں ۔

(ملاحظہ) ناظرین سے گزارش ہے کہ اس مضمون کو پڑھتے وقت ، اسکو بھی ذہن
میں رکھیں کہ صلوٰۃ الرسول کا معصنف کس طرح ملاوٹ کرک اور مبتلائے ہوئے کہ یہ حدیث
ضعیف ہے ، ضعیف احادیث سے جگہ جگہ استدلال کر رہا ہے ۔

ناظرین کے علم میں یہ بات ہونی چاہئے کہ ضعیف حدیث ذکر کر کے اس کے ضعف کو نہ بتلانا ایسی خیانت
ہے اور کاہل ہے صلوٰۃ الرسول کے معصنف نے پچاسوں ضعیف حدیث اس کتاب میں ذکر کی ہے مگر کہیں
شمارہ لک نہیں کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر کی قسم کیوں کھائی ہے؟

مکرمی حضرت مولانا محمد ابو بکر غازی پوری صاحب دام مجدد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والا ! زمزم کے ذریعہ سے سلفیت اور غیر مقلدیت کے بارے میں خوب نئی باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو بطور خاص اس کی توفیق عنایت فرمائی ہے، ہم سب آپ کی درازی عمر کے لئے دعا کرتے ہیں۔

اس خط کے ذریعہ یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب شریعت میں کھانا ناجائز ہے تو خدا تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ اپنے غیر کی قسم کیوں کھائی ہے۔ برائے کرم چند سطحوں میں اس کا جواب دیں۔

والسلام۔ نیا زحید الفضل کی مجلس

نرا حزم ! جواباً عرض ہے کہ بہت سی چیزیں اللہ کے لئے جائز ہوتی ہیں اور بندوں کیلئے ناجائز ہوتی ہیں، جائز اور ناجائز کا تعلق بندوں سے ہے خدا سے نہیں۔ بندہ شریعت کا مکلف ہے، خدا کسی چیز کا مکلف نہیں ہے، شریعت نے جس چیز کو جائز رکھا ہے وہ بندہ کیلئے جائز ہے اور جس چیز کو ناجائز کیا ہے بندہ کو اس سے رکنا واجب ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من حلف بغير الله فقد اثنوا یعنی جس نے اللہ کے سوا کسی قسم کھائی اس نے شرک کا کام کیا، قواب بندوں کو بلا چون و چرا اس حکم پر عمل کرنا ہے بندہ وہی ہے جو مالک کے حکم کو بلا چون و چرا تسلیم کر لے، حکم کی علت اور اس کا سبب معلوم کرنے کے درپے نہ ہو، شریعت کا کوئی حکم حکمت خداوندی سے خالی نہیں ہوتا ہے،

وہ حکمت کبھی بندوں کو سمجھ میں آتی ہے اور کبھی نہیں آتی ہے، اس وجہ سے اس حکمت کا جاننا ضروری نہیں ہے بلکہ شریعت کا حکم ماننا ضروری ہے، اگر حکمت کے جاننے ہی پر احکام شریعت پر عمل کا دارومدار ہو تو خدا کے بہت سے احکام پر (جن کی حکمتوں کی دریافت بندہ کے عقل سے باہر ہے) بندہ عمل نہیں کر سکے گا۔

یہ تو شریعت کے احکام پر عمل کرنے کا عام قاعدہ ہے، ہر مسلمان کیلئے خواہ عالم خواہ جاہل، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا عمل اسی عام قاعدہ پر تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا اور دیکھا اس پر عمل کیا، ان کی پاک زندگی میں شریعت کے احکام پر عمل کرنے کے بارے میں چون دچرا نہیں تھا۔

اس کے بھاپنے سوال کا جواب بھی مختصر آسن لیں، علماء نے غیر اللہ کی قسم کی حرمت کی جو وجہ بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ بندہ جس کی قسم کھاتا ہے اس کی عظمت اس کے دل میں ہوتی ہے یعنی وہ معظم شے کی قسم کھاتا ہے، اور عظمت حقیقی صرف خدا کیلئے ہے غیر اللہ کے لئے نہیں ہے، قرآن کا ارشاد ہے **وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا** تمام عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ **وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**، یعنی بڑائی آسمان اور زمین میں صرف اللہ کیلئے ہے۔

اب اگر کوئی غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے تو اللہ کی عظمت و بڑائی اور کبریاؤ میں وہ غیر اللہ کو بھی شریک کرتا ہے، اور یہی شرک ہے کہ جو صفت خدا کے ساتھ مخصوص ہو اس صفت کو غیر اللہ میں بھی تسلیم کیا جائے، بلکہ غیر اللہ کی قسم کھانے میں اس کا بھی ابہام ہے کہ اس قسم کھانے والے کے نزدیک غیر اللہ کی عظمت و بڑائی اللہ سے بھی زیادہ ہے جیسا تو وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس غیر کی قسم کھا رہا ہے، یہ تو بہت بڑا شرک ہے، اس وجہ سے بندوں کو غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کیا گیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ جو اپنے غیر کی قسم کھاتا ہے تو وہاں غیر کی بڑائی کا تصور ہی نہیں ہوتا ہے۔ اللہ سے بڑا اور اس کی ذات سے زیادہ عظیم دنیا کی کون سی مخلوق ہے کہ اللہ اس کی عظمت

دبائی کا لحاظ کر کے اس کی قسم کھائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جہاں جہاں قسم کھائی ہے اس کی عام طور پر دو حکمتیں ہیں
 کبھی تو اللہ تعالیٰ غیر اللہ کی قسم کھا کر اپنے کلام کو مؤکد کرنا چاہتا ہے اور اس حکم کی اہمیت
 اور اس کی تاکید خدا کے پیش نظر ہوتی ہے جس حکم کا بیان مقصود ہے تاکہ بندہ کے ذہن
 میں اس حکم کی اہمیت جم جائے اور اس کو اپنے ذہن میں راسخ کر لے اگر اس حکم کا تعلق عقیدہ
 سے ہے تو اس پر اس کا عقیدہ مضبوط ہو، اور اگر اس حکم کا تعلق عمل سے ہے تو اس پر عمل کرنے
 کے لئے بندہ کو شاک ہو اور اگر اس کا تعلق اخلاق سے ہے تو اس اخلاق کو اپنے اندر پیدا کرنے
 کی کوشش کرے، یہ تو پہلی حکمت کا بیان ہوا۔

اللہ تعالیٰ جو اپنے غیر کی قسم کھاتا ہے اس کی دوسری حکمت یہ ہے کہ کبھی اس قسم
 مقصود اس حکم کی تاکید کے سوا اس شے کی اہمیت اور حرمت اور غفلت کو بھی بتلانا ہوتا ہے
 جس کی اللہ قسم کھا رہا ہے جیسے اللہ نے قسم کھائی ہے لا اقسم بهذا البلدا یعنی اس شہر
 مکہ کی قسم کھاتا ہوں تو اب اس طرح کے مواقع پر غیر اللہ کی قسم کھانے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں
 جمع ہو جاتی ہیں ایک تو اصل حکم کی تاکید اور دوسرے اس شے کی اہمیت و غفلت کا بیان
 جس کی اللہ نے قسم کھائی ہے۔

یہاں اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب غیر کی مثلاً لا اقسم بهذا البلد میں مکہ
 کی غفلت کو بتلانا بھی اس قسم سے مقصود ہے، تو پھر وہی بات ہوئی کہ غیر اللہ کی غفلت
 کے پیش نظر اس کی قسم کھائی گئی ہے۔ اور اس کو ابھی حرام اور ناجائز بتلایا گیا ہے؟ تو اب کا
 جواب یہ ہے کہ مخلوقات میں جتنی چیزیں آپ کو عظیم نظر آتی ہیں یا جس کو شریعت نے
 عظیم بتلایا ہے تو وہ عظمت ان میں خدا ہی کی پیدا کردہ ہیں وہ ان کی ذاتی عظمت نہیں ہے
 تو اب حقیقی عظمت کا مصدر اللہ کی ذات ہوئی نہ کہ وہ چیزیں جو غیر اللہ ہیں، یہ ایسا ہمارا ہے
 جیسے کوئی حاکم اپنے چیرا سی یا اپنے کسی ملازم کو اپنے ساتھ لے کر کہیں جائے تو اس چیرا سی
 یا اس ملازم کا بھی لوگ احترام اور اس کی تعظیم کرتے ہیں، اس وجہ سے اس چیرا سی اور اس

ملازم کا تعلق اس حاکم سے ہے، تو عظمت و عزت کا مصدر تو حاکم ہے اور ملازم اور چیراسی ہیں جو عظمت پیدا ہوئی ہے وہ اس حاکم کی وجہ سے ہوئی نہ کہ خود ملازم یا چیراسی اپنی ذات سے یا عظمت ہیں، پس اسی طرح سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ عظمت کا حقیقی مصدر تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور جس چیز میں بھی عظمت پیدا ہوئی ہے وہ خدا کی عطا کردہ ہے۔

۵۳۔ کا بقیہ :-

میں نے مزید دیا ہے، اور تیسرا درجہ تمہارے لافغات کا ہے، پس اب واپس ہو جاؤ، تم لوگوں نے مالِ غنیمت حاصل کر لیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۸)

محض ایک تمنائے بندہ کو بخشش کا پروانہ دلوا دیا

عمر بن لایث سفارہ مقصد بائبر کے زمانہ میں خراسان کا بادشاہ تھا، نہایت مدبر خلیق اور عامل، جب اس کی وفات ہوئی تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ خدائے تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو اس نے کہا کہ ایک روز میں نے پہاڑ کی چوٹی پر سے اپنے لشکر کو دیکھا تو ان کی کثرت کی وجہ سے مجھے بڑی خوشی ہوئی اور میں نے تمنا کی کہ کاش میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوتا تو میں اپنے لشکر کے ساتھ آپ کی مدد کرتا۔ پس یہ تمنا کام کر گئی اور اللہ نے اس کی قدر کی اور میری بخشش ہو گئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۱۴۸)

محمد امجدی مفتاح

محمد ابو حفص غفاری پوری

مختلف سوالات کے مختصر جوابات

شیعوں میں تین قرآن میں تحریف واقع ہونے کے قائل نہیں

۱۱ سوال :- براہ کرم مطلع فرمائیں کہ شیعوں میں سے کچھ ایسے اہل علم بھی گذرے ہیں جو قرآن میں کسی طرح کی تبدیلی و تحریف کے قائل نہ ہوں؟
جہزم ! آپ کا سوال آنے کے بعد میں اس کی تلاش میں تھا کہ اسی دوران علامہ ذہبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء کا مطالعہ کر رہا تھا، اس کی تیرہویں جلد میں شریف مرتضیٰ کے حالات میں یہ لکھا ہوا ملا۔

قال ابن حزم : الامامية كلهم على ان القرآن مبدل فيه
 من زيادة و نقص سوى الماتقي خا نه كفر من قال ذلك
 و لكن الله صاحبها الى على الطومى و الى القاسم الى نرى۔

(ص ۲۳۱ ج ۱۳ سیر اعلام النبلاء)

یعنی ابن حزم کا بیان ہے کہ امامیہ فرقہ کے سبھی لوگ قرآن میں تبدیلی اور اس میں کمی بیشی ہونے کے قائل ہیں سوائے تین آدمیوں کے، ایک ان میں شریف مرتضیٰ ہیں اور وہ ان کے دو شاگرد ابو یعلیٰ طوسی اور ابو القاسم رازی یتیموں حضرات ان کی تکفیر کرتے ہیں جو قرآن میں تبدیلی یا کمی بیشی کے

واقعہ ہونے کے قائل ہیں۔

(۲) کیا قرآن وحدیث میں تاویل کرنا صرف اشاعرہ اور ماتریدیہ کا مذہب ہے؟
غیر مقلدین کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں تاویل جائز نہیں ہے، بلکہ قرآن
وحدیث کے جو الفاظ ہیں ان کو اپنے اصل معنی میں لینا واجب ہے، تاویل کرنا اشاعرہ
اور ماتریدیہ فرقہ کا طریقہ ہے اور یہ دونوں فرقے سلف کے طریقہ پر نہیں ہیں۔
براہ کرم مختصر میں اس کا جواب دے دیں۔

نہ حزم! اگر غیر مقلدین کی یہ بات صحیح ہے کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ سلف کے
طریقہ پر نہیں ہیں تو غیر مقلدین کے علاوہ کوئی بھی سلف کے طریقہ پر نہ ہوگا، تمام شوافع، تمام
خاں، تمام مالک اور تمام اخناف سلف کے طریقہ سے خارج ہو جائیں گے، اور اگر قرآن
وحدیث کے بعض الفاظ کو ظاہری معنی پر لینا اور ان کی تاویل کرنا مکرر ہے اور سلف کے
طریقہ کے خلاف ہے تو غیر مقلدین کے تمام بڑے علماء بھی گمراہ ہوں گے، اس لئے کہ قرآن وحدیث
کے بعض الفاظ کی تاویل کرنے سے ان کے علماء کو بھی چارہ نہیں رہا ہے، اگر ان الفاظ کی تاویل
نہ کی جائے تو قرآن وحدیث کا صحیح مطلب ہی واضح نہیں ہوگا۔

پس خدا تائیں ملاحظہ ہوں:

(۱) شیخ محمد بن عبد الوہاب کے پوتے جن کا نام سلیمان بن عبد السلام نے اپنے دادا کی
کتاب "کتاب التوحید" کی شرح "تیسیر العزیز" کے نام سے لکھی ہے، اس میں وہ نام
بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سورہ واقعہ میں جو آیت ہے لا یحسب الا المظہرون
کہ قرآن کو صرف پاک ہی لوگ چھوتے ہیں) کی تفسیر نقل کرتے ہیں۔

قال البخاری فی صحیحہ فی ہذا الایت لا یحسب طعمہ
الامن امن بہ۔ (ص ۲۰۷) یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی
تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا مزہ انھیں کو ملتا ہے جو قرآن پر
ایمان لاتے ہیں۔

یہ تاویل نہیں ہے تو کیلئے ہے، اب غیر مقلدین امام بخاری کے بارے میں فیصلہ فرمائیں کہ وہ سلف کے طریقہ پر تھے یا نہیں ؟

۲ - اور اسی کتاب میں اس حدیث کا مطلب ”وحدی لی الارضی“ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا گیا (وہ یہ فرماتے ہیں۔

ظاہر، هذا اللفظ يقتضی ان الله تعالى اقبی ادرالك بصراء و

رفع عنه الموانع المعتادة ۳۷۲

یعنی اس لفظ کا ظاہر یہ بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کے ادراک کو قوی کر دیا تھا، جو چیز عام طور پر دیکھنے سے مانع بنتی ہے اس کو اٹھا دیا تھا۔
ریہ مطلب ہے اس حدیث کا)

فرمایا جائے کہ یہ حدیث پاک کی تاویل یہ ہے کہ نہیں، اب غیر مقلدین شیخ محمد ابن عبدالوہاب کے پوتے کے بارے میں فیصلہ کریں کہ وہ اہل حق ہیں سے تھے کہ اہل باطل میں سے، ان کا طریقہ سلف کا تھا یا۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ کا طریقہ تھا۔
۳ - حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو ان کو یاد کر لے وہ

جنت میں جائے گا۔

اس کی تفسیر شیخ ابن عبدالوہاب کے پوتا صاحب اپنی کتاب میں فرماتے ہیں

والمعنی ان له اسماء متعددة ، وهذا كقولك لفلان الف

شاة عند هالالا ضیاف فلا یدل علی انه لا یملك غیرها۔ ص ۷۹، ۸۰

یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کئی نام ہیں، (یہ نہیں کہ بس ننانوے ہی نام ہیں) یہ ایسا ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں کے پاس ایک ہزار بکرہ ہے اس نے ان کو ہمانوں کے لئے رکھا ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے علاوہ اس کے پاس بکریاں نہیں ہیں۔

ننانوے کا عدد تو خاص ہے، یعنی ننانوے اس عدد کو کہتے ہیں جو اٹھانوے

سے ایک اور پر ہوا سو سے ایک نیچے ہوا اس خاص عدد میں بھی تاویل کی جا رہی ہے، اب غیر مقلدین شیخ ابن عبد الوہاب کے ان پوتے صاحب کے بارے میں فتویٰ دیں کہ وہ سلف کے طریقہ پر تھے یا نہیں، وہ اشعری یا ماتریدی تو نہیں تھے؟

کتاب و سنت میں سیکڑوں جگہ ایسی ہیں کہ وہاں تاویل کے بغیر اس کا معنی کھل ہی نہیں سکتا، اگر ان کے الفاظ کو ان کے اصل معنی میں استعمال کیا جائے تو مراد خداوندی واضح نہیں ہو سکتی، اور کلام خداوندی بے معنی ہو کر رہ جائے۔

۴۔ مثلاً قرآن میں ہے ید اللہ فوق یدیم یعنی اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے یعنی مومنین کے اوپر ہے، اب اگر اس کو بالکل ظاہری معنی پر محمول کریں گے تو اس کا کچھ مطلب سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے اس کی تاویل کرنی ضروری ہوگی تاکہ اللہ تعالیٰ کی مراد واضح ہو، اس کی تفسیر غیر مقلدوں کے قرآن میں جو سودیے شائع ہوا ہے یہ لکھا ہے۔

یعنی اللہ ان کے ساتھ حاضر ہے، ان کی باتیں اور ان کی جگہ دیکھ رہا ہے، اور ان کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے۔ سورہ فتح آیت نمبر ۱۰ ماحشیہ نمبر ۲

۵۔ یوم ندعو کل اناس بامامہم میں امام کی تفسیر شوکانی نے جو غیر مقلدین کے بڑے پیشوا ہیں، نامہ اعمال سے کی ہے۔ دیکھو غیر مقلدین لا قرآن، سورہ نساء ص ۱۱۱ آیت نمبر ۱۰ ماحشیہ نمبر ۶

ان پانچ مثالوں سے واضح ہو گیا کہ خود غیر مقلدین کے اکابر کتاب و سنت میں تاویل کیا کرتے تھے۔ تو اب یا تو یہ اکابر سلف کے طریقہ پر نہیں تھے، ان میں کا کوئی ماتریدی تھا کوئی اشعری، یا پھر موجودہ غیر مقلدین ہی سلف کے طریقہ پر نہیں ہیں، فیصلہ اب خود غیر مقلدین ہی کر لیں۔

آپ نے کہا تھا کہ جواب مختصر ہو، انتہائی اختصار کے باوجود بھی کچھ طویل ہو گیا۔

دم حیض اللہ دم استیاضہ کافر

(۳) آپ سے ایک سوال یہ ہے کہ دم حیض کو گندگی فرمایا گیا ہے، عورت سے صحبت کرنا

ایام حیض میں حرام ہے تو دم استحاضہ بھی دم ہے اور وہ بھی گندگی ہے، اس حال میں عورت سے ہم بستری کیوں حرام نہیں ہے؟

نہا ہضم ! برادرم زہزم اس طرح کے سوال کے لئے نہیں ہے، ایہ تو آپ کسی مدرسہ کے دارالافتاء سے سوال کرتے، اگر ہم اس طرح کے سوالوں کا جواب دیتے لگیں تو اولاً ہمیں اس کی صلاحیت نہیں، دوم پھر زہزم اسی طرح کے سوالوں اور جوابوں کا ہوکروہ جائے گا۔

بہر حال آپ کے سوال کا جواب دیا جا رہا ہے، مگر آئندہ اس طرح کا سوال کریں۔

دم حیض اور دم استحاضہ میں فرق ہے، دم حیض فاسد ہے، اس کا منفعہ یعنی اسکے نکلنے کی جگہ وہ فضلات ہیں جو عورتوں میں طبعاً پیدا ہوتے ہیں، جیسے پیشاب، پینچانہ وغیرہ، اگر پیشاب پینچانہ کو روک دیا جائے تو عورت بیمار ہو جائے گی، اسی طرح دم حیض اگر خارج نہ ہو تو عورت مریض ہو جائے، اس وجہ سے اس کو اذی یعنی گندگی فرمایا گیا ہے۔ اور رد کو ان ایام میں عورتوں کے پاس جانا حرام قرار پایا ہے۔

اور دم استحاضہ دم صالح ہے، دم فاسد نہیں اس کا منفعہ عورت کے رحم کے عین میں جو رگیں ہیں، وہ ہے، یعنی دم استحاضہ کا تعلق فضلات سے نہیں ہے اسلئے استحاضہ کی حالت میں صحبت کرنا ممنوع نہیں ہوا، البتہ چونکہ دم استحاضہ عورت کی بیماری کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس حال میں خون زیادہ نکلنے کی وجہ سے عورت کمزور ہو جاتی ہے، اس وجہ سے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ جب عورت اس حال میں ہو تو اس کے ساتھ جماعت کرنے سے بچا جائے۔ اگر آپ عربی جانتے ہوں تو تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر دیکھ لیں۔

(۴) غیر متقلدین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں اور قرآن کی اس آیت سے امتداد کرتے ہیں الرحمن علی العرش استویٰ اور اس میں کسی طرح کی تاویل کو جائز نہیں رکھتے، اور جو تاویل کرتا ہے اس کو گمراہ کہتے ہیں؟

زہزم :- غیر متقلدین کا یہ مسئلہ گھسا پٹا بہت پرانا ہے، اور دوسروں کو گمراہ

کہنا یہ ان کا کھانا دینا ہے، ان کا پیٹ اسی سے بھرتا ہے، آپ ان غیر مقلدوں سے یہ پوچھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کا یہی مطلب ہے کہ عرش اللہ کا مکان ہے جس میں معاذ اللہ سایا ہوا ہے، تو ہر مکان کیسے بڑا ہوتا ہے، اگر مکان چھوٹا ہو اور کیسے بڑا ہو تو کیسے اس میں سما نہیں سکتا۔ جیسے ایک کیلو دودھ والے برتن میں دو کیلو دودھ نہیں سما سکتا۔

اب غیر مقلدین کتاب و سنت سے صرف یہ ثابت کر دیں کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ عرش سے چھوٹا ہے اور عرش اللہ سے بڑا ہے تاکہ عرش اللہ کی جگہ بن سکے اور اللہ تعالیٰ اس میں سما جائے، اور جب وہ کتاب و سنت سے یہ ثابت کر دیں کہ اللہ تعالیٰ عرش سے چھوٹا ہے اور عرش اللہ سے بڑا ہے تو پھر آپ ان سے یہ کہیں کہ اب تم اپنی نمازوں میں اللہ اکبر کی جگہ "العرش اکبر" کیا کرو، اسلئے کہ اللہ اکبر کا تو یہ مطلب ہے کہ ہم بڑے، رہے ہیں کہ اللہ ہر چیز سے بڑا ہے، اور اب معلوم ہوا کہ نہیں اللہ سے بڑی بھی ایک چیز ہے اور وہ غیر مقلدوں والا عرش ہے جس پر اللہ تعالیٰ جمایا ہے۔

اگر آپ غیر مقلدوں کے چکریں رہیں گے تو یہ آپ کو کہیں کا نہیں رکھیں گے، ان کی صحبت سے پرہیز کیجئے، تمام اہلسنت کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے مکان، ہر طرح کی جہت ہر طرح کے جسم اور ہر طرح کی احتیاج سے پاک اور منزه ہے۔

(۵) دم کئے ہوئے پانی میں پانی ملانا

عام طور پر ہمارے بزرگوں کا یہ معمول ہے کہ وہ کسی مریض کیلئے پانی پر دم کرتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ پانی کم ہو جائے تو اس میں پانی ملا کر بڑھالو، اس کی کوئی اصل ہے یا بزرگوں کا اپنا معمول ہے؟ -

نرا حزم ! اہل حق اور مستند بزرگوں کا یہ معمول ہوا کرتا ہے تو اس کی کوئی اصل ضرور ہو اگر کرتی ہے، کم از کم اتنا ضرور ہوتا ہے کہ یہ معمولات عام طور پر مشائخ میں رائج ہوتے ہیں اور اس پر کوئی نیکر کسی متدین عالم اور اللہ والے کی طرف سے نہیں

ہوئی ہے، اور اگر کسی رائج عمل پر کسی مستند اور پابند شریعت کی طرف سے مکر نہ ہو تو وہ خود ایک دلیل ہے کہ وہ عمل مباح اور حسن ہے، حدیث پاک میں ہے کہ سلمان جس عمل کو اچھا سمجھیں وہ اچھا ہے، مسلمان سے یہاں مراد ہر زمانہ کے پابند شریعت علماء ہیں، ہر زید و عمرو بکر نہیں مراد ہیں۔

خاص اس مسئلہ کے بارے میں جو آپ کا سوال ہے غالباً بزرگانِ دین نے اس واقعہ کو اپنے پیش نظر رکھا ہے۔

قیس بن طلحہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم چھ لوگ جن میں پانچ بنی حنیفہ کے تھے اور ایک بنی ضبیعہ کا تھا، وفد کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ہم نے آپ کو بتلایا کہ ہم جہاں رہتے ہیں وہاں ایک گرجا گھر ہے، رخصت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی مانگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور وضو کیا، اور جو پانی بچا تھا اس میں کلی کی، پھر ایک برتن میں اس پانی کو رکھ کر ہمیں دیا اور فرمایا اس پانی کو تم لوگ نیجاؤ اور وطن پہنچ کر اس گرجا کو توڑ دو اور اسکی جگہ پر اس پانی سے چھڑک دو اور اس جگہ ایک مسجد بناؤ، تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفین کیا کہ یا رسول اللہ ہمارا شہر بہت دور ہے، پانی راستہ میں خشک ہو کر کم ہو جائے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خامدہ من الماء فان لا یسیدہ الا حلیبا یعنی جب پانی کم ہو تا محسوس ہو تو اس میں اور پانی ملا دیا کہ اس سے اس کی پاکیزگی و مراد برکت ہے، اضافہ ہی ہو گا۔

خط کشیدہ عبارت مشائخ کے عمل کی ہر طرح دلیل ہے۔ یہ حدیث صحیح سند صحیح ابن جان جلد ثالث مشہور و مشکوٰۃ پر آپ کو مل جائے گی۔

اس کتاب پر حاشیہ نگار لکھتا ہے کہ یہ حدیث سنن نسائی اور طبرانی میں بھی ہے۔

حکایات و واقعات

چالیس، بچوں کو ایک ساتھ جنم دینے والی ایک عورت

بکون منیر بن خالد فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن اہشیم البجلی کو یہ فرماتے سنا کہ بغداد میں خلیفہ متوکل کا ایک فوجی جرنیل تھا، اس کی بیوی کو ہر پیدائش کے موقع پر بچہ پیدا ہوتا تھا، جب وہ ایک بار اور امید سے ہوئی تو اس جرنیل نے قسم کھائی کہ اگر اب کی دفعہ بچہ پیدا ہوئی تو بیوی کو قتل کر دے گا۔

جب ولادت کا وقت ہوا تو اس عورت کے پیٹ سے ایک جھولی جیسی چیز پیدائش کے راستہ سے نکلی، جب دایہ نے اس کو زمین پر رکھا تو اس میں حرکت پیدا ہو رہی تھی، لوگوں نے اس کو جب پھاڑا تو اس میں سے چالیس بچے برآمد ہوئے اور سب کے سب زندہ رہے۔

محمد بن اہشیم البجلی فرماتے ہیں کہ میں نے بغداد میں ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے باپ کے پیچھے سوار ہو کر چل رہے تھے، اس کے باپ نے ہر لڑکے کیلئے ایک دایہ خریدنا تھا جس کے ذریعہ ان بچوں کی پرورش ہوئی۔

بکون منیر فرماتے ہیں کہ میں نے بجلی سے سنا ہوا یہ واقعہ امام بخاری کی مجلس میں بیان کیا تو انھوں نے فرمایا۔ بجلی ہمت پہنچ بولنے والے محدث تھے، مگر نمایاں نہیں ہوئے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ بکر ثقہ محدث ہیں، پھر اس حیرت انگیز واقعہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے امام ذہبی فرماتے ہیں۔ فسبحان القادر علیٰ کل شیء۔ (یعنی پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز پر قادر ہے) (سیر اعلام النبلاء، ص ۴۲ ج ۱۰)

حیرت انگیز قوتِ حافظہ

احمد بن اسرائیل انباری خلیفہ معتز باللہ کا وزیر تھا، معتز باللہ کے یہاں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی، ذکاوت، ذہانت اور قوتِ حفظ میں نادر المثال تھا، لوگ ذہانت و ذکاوت میں بطور مثال اس کا نام پیش کرتے تھے، اس کے حافظہ کا عالم یہ تھا کہ بقول امام ذہبی لا یسمع شیئاً الا حفظہ، یعنی وہ جو سنتا اس کا حافظہ اس کو محفوظ کر لیتا تھا۔ وہ کتابوں کو نقل کرتا تھا اس وجہ سے اس کا لقب کتاب پڑ گیا تھا، خود اس کا بیان ہے کہ کنت النسخ الکتاب فلا افرغما حتی احفظہ حرفاً حرفاً۔ یعنی میں کتاب نقل کیا کرتا تھا اور جب اس کی نقل سے فارغ ہوتا تھا تو اس کتاب کا ایک ایک حرف مجھے یاد ہو جاتا تھا، وہ کہتا ہے کہ فعلت ذلک مرات کثیرۃ۔ یہ واقعہ بہت سی مرتبہ پیش آیا۔ (ص ۴۲ ج ۱۰ سیر اعلام النبلاء)

شاعروں کی قدر افزائی

ابن بزراد ابوہاشم خلیفہ مستعین باللہ کا وزیر رہا ہے، ایک دفعہ شاعروں کی ایک جماعت نے اس کی تعریفیں اشعار کہے اور وزیر کی خدمت میں ان کو پیش کیا تو وزیر نے ان کو تین درہم عنایت کئے، اور یہ شعر لکھ بھیجا۔

قیمۃ اشعارکم درہم عتدی وقد زد تکم درہما

مثالۃ الثاقمۃ اورا فکتم فانصر فوا قد نلتم مفعما

(ترجمہ) تمہارے اشعار کی قیمت میرے نزدیک ایک درہم ہے، اور ایک درہم

ضعیف حدیث کا انکار کرنیوالوں کیلئے محکمہ عبرت

غیر متقلدین اور نام کے سلفی لوگوں کی زبان پر یہ ہوتا ہے کہ نلاں حدیث ضعیف ہے، اسلئے وہ ناقابلِ عمل ہے، اس طرح وہ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بڑے ذخیرہ کو ناقابلِ اعتبار گردانتے ہوئے مردود قرار دیتے ہیں، اور ضعیف احادیث کو تذکرہ ان کی زبانوں پر استہزائی انداز کا اور نہایت تحقیر کا ہوتا ہے، اور یہ اللہ کے بند یہ سوچنے کی ذرا بھی ذہمت نہیں کرتے کہ اگر ہر ضعیف حدیث متروک، ناقابلِ عمل و ناقابلِ استدلال اور مردود ہوتی تو محدثین کرام ان کو اپنی کتابوں میں کیوں ذکر کرتے اور ان کو تہچھوڑتے، امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مسند امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الادب المفرد کے مطالعہ کا شرف جن کو ہے، خوب جانتے ہیں کہ ان کتابوں میں احادیث کا کتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے، شیخ البانی نے تو الادب المفرد پر ایسا تیشہ چسلا یا کہ اس کے دو حصے کر دیئے، ایک کا نام صحیح رکھا اور دوسرے کا ضعیف، ضعیف طے حصہ کہ مردود اور ناقابلِ عمل قرار دیا۔ گویا البانی صاحب امام بخاری سے بھی زیادہ عاشق حدیث ہوئے، اور کون سی حدیث ناقابلِ عمل ہے اور کون سی مردود و ناقابلِ عمل اسکا علم اور اس کی معرفت البانی کو امام بخاری سے بھی زیادہ رہی ہے، اور طبقہ غیر متقلدین البانی

کی روش پر چلتا ہوا احادیث کے رد و قبول کے معاملہ میں یہی راستہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ اور اس کے نزدیک البانی کا درجہ معرفت احادیث میں امام بخاری اور امام الترمذی حضرت احمد بن حنبل سے بھی کئی گنا زیادہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایسے گمراہوں کیلئے درج ذیل واقعہ جو حضرت امام بخاری کے استاذ علی بن المدینی کی زبان سے نقل کیا جا رہا ہے، باعث عبرت ہے، بلکہ ایسے تمام لوگوں کیلئے باعث عبرت ہے جو ہر طرح کی ضعیف حدیث کا انکار کرتے ہیں اور ضعیف حدیث کا ذکر انکی زبانوں پر حقارت آمیز لب و لہجہ میں ہوتا ہے۔

معلوم ہے کہ محدثین کے نزدیک مرسل روایات کا شمار انکی اصطلاح میں ضعیف احادیث میں ہوتا ہے، اور امام ذہری رحمۃ اللہ علیہ کی مراسلات توفی نقطہ نظر سے اور بھی کم درجہ کی ہیں۔ انھیں امام ذہری سے ایک مرسل روایت اس طرح آتی ہے — قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احتجم فی یوم السبت او الاربعاء فاصابه دضح فلا یلو من الا نفسه۔ یعنی جو شخص سینچر یا بدھ کے روز فصد کھلوائے اور اسے برص کا مرض پیدا ہو جائے تو خود ہی کو ملامت کرے۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سینچر کے اور بدھ کے روز فصد کھلوانے اور پھینکا گونے سے منع فرمایا ہے کہ اس سے برص (سفید دماغ) کا مرض پیدا ہونے کا خطرہ۔ اب سنئے کہ حضرت امام بخاری کے استاذ علی بن المدینی کیا فرماتے ہیں۔

فرماتے ہیں :

لیس ینبغی لاحد ان یکذب بالحدیث اذا جاءته عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دان کان مرسلًا۔ فان جماعة کانوا یدفعون حدیث النہری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احتجم فی یوم السبت او الاربعاء فاصابه دضح فلا یلو من الا نفسه۔ فکانوا

يفعلونه فیلوا، منهم عثمان البقی فاصابه الوضوح ومنهم عبد الوارث (یعنی ابی سعید التنوری) فاصابه الوضوح ومنهم ابو داؤد فاصابه الوضوح ومنهم عبد الرحمن فاصابه بلاء شدیداً^(۱)۔
 یعنی کسی کیلئے روانہ نہیں ہے کہ جب اس کے پاس کوئی حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو کہ آئے تو وہ اسکو جھٹلائے اگرچہ وہ حدیث مرسل ہی کیوں نہ ہو دینی خواہ وہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں ضعیف ہی کیوں نہ ہو جیسے مرسل احادیث) اس لئے کہ ایک جماعت نے حضرت امام نہری کی اس مرسل حدیث کو مردود قرار دیا۔ من احتجہ فی یوم للہیت الخیر لوگ ان دونوں میں فصد کھلاتے تھے تو ان لوگوں کو برص کا مرض لاحق ہوا، انھیں لوگوں میں عثمان بنی تھے تو ان کو برص کا مرض پیدا ہو گیا، اور انھیں میں سے عبد الوارث ابن سعید تنوری تھے تو ان کو بھی برص کا مرض لاحق ہوا اور اس مرسل حدیث کو رد کرنے والے عبد الرحمن تھے تو ان کو بڑی مصیبت پیش آئی۔

یہ بیان ابن مدینی کا ہے جو حضرت امام بخاری کے سب سے بڑے استاذ تھے، ان کے بارے میں امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے اپنے کو سب سے کم تر ابن مدینی کے سامنے پایا۔

یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت ابن مدینی نے مرسل حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قرار دیا، جبکہ ابانی اور ان کے جادہ مقلدین کے نزدیک ضعیف حدیث کو حضور کی حدیث ہی کہنا غلط ہے اور معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر افتراء ہے، اگر ابانی اور ان کے مقلدین کی اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اور کتابوں کو تو جانے دیجئے خود صحاح ستہ کے معنیضین معاذ اللہ اس جرم کے ترکب پائے جائیں گے، اس لئے کہ صحاح ستہ

(۱) معرفة الرجال لابن حجر (۲/ ۲۲۸) اذ التبعیف باوہام

من قسم السنن الى صحيح وضعيف - بقلم محمود سعيد ممدوح ۱۴۴ھ/ ۱۴

میں سے ایک کتاب بھی اصولِ محدثین اور اصطلاحِ محدثین کے اعتبار سے ضعیف احادیث سے خالی نہیں ہے۔

ضعیف احادیث کے بارے میں محدثین کا حقیقی موقف کیا رہا ہے، اس کو جاننے کیلئے میرا رسالہ حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد و قبول اور میری کتاب ارمغانِ جسد دوم میں، محدثین نے اپنی کتابوں میں ضعیف احادیث کیوں ذکر کی ہیں، والا مضمون ضرور مطالعہ کر لینا چاہئے۔ انشاء اللہ اس بارے میں غیر مقلدین کی پھیلائی ہوئی ساری غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی اور ضعیف احادیث کے بارے میں محدثین کا حقیقی موقف کیا رہا ہے اس بارے میں صحیح معلومات فراہم ہوں گی۔

خوشخبری

مکتبہ اشریکہ سے شائع ہونے والے رسالہ ”صحابہ کرام

کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر“ کا ہندی ایڈیشن تیار ہے۔

ادارہ شائع ہو گیا ہے۔ قیمت ۲۵ روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید وارہ غازی پور

مجلہ مفتاحی

طاہر شیرازی

نمار سلفیت

ضعیف حدیث اور ”حکلوۃ الرسول“ کتاب
شیخ کلوحفظہ اللہ نے صلوۃ الرسول پڑھنے سے توبہ کی۔

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - کل شیخ جن حفظہ اللہ کا گلاب والی جامع مسجد میں تقریر کا اعلان تھا۔

باپ - جی بیٹا میں نے بھی یہ سنا تھا، کئی روز سے لاؤڈ اسپیکر پر اس کا اعلان

ہو رہا تھا، تو کیا ہوا، ان کی تقریر ہوئی یا نہیں؟

بیٹا - اباجی، ان کی تقریر ہوئی، مجمع بھی بہت تھا، مگر جب ان کی تقریر شباب

پر تھی تو عجیب حادثہ پیش آ گیا۔

باپ - کیا حادثہ پیش آ گیا بیٹا، کیا کسی نے خودکش حملہ کر دیا، آج کل خودکش حملے

جگہ جگہ ہو رہے ہیں۔

بیٹا - نہیں اباجی، خودکش حملہ کا حادثہ نہیں تھا، اس سے بھی زبردست حادثہ

باپ - تو بتاؤ نا، تم تو حادثہ حادثہ کہے جا رہے ہو، حادثہ کیا پیش آیا یہ بتلا نہیں

رہے ہو۔

بیٹا۔ اباجی شیخ جن حفظہ اللہ کی تقریر کا موضوع تھا، ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں، ضعیف حدیث پر عمل کرنا حرام ہے، جو لوگ ضعیف حدیث پر عمل کرتے ہیں وہ حرام کام کرتے ہیں، صحیح حدیث پر عمل کرنے کا شرف صرف طائفۃ منصور یعنی جماعت الاحمدیہ کو حاصل ہے۔

باپ۔ موضوع تو شیخ حفظہ اللہ نے براز بردست چنا تھا، مگر حادثہ کیا پیش آیا حادثہ تو تم بتلا نہیں رہے ہو۔

بیٹا۔ اباجی، جب شیخ جن حفظہ اللہ کی تقریر شباب پر تھی اور پورے مجمع پر وجہ طاری تھا اور ہر طرف سے نعرہ نکیر، زندہ باد، جماعت احمدیہ زندہ باد ضعیف حدیث مردہ باد، ضعیف حدیث پر عمل کرنے والے مردہ باد کا شور مچ رہا تھا، تو حادثہ پیش آگیا۔

باپ۔ تم صرف حادثہ حادثہ کی رٹ لگائے ہوئے ہو وہ حادثہ کیا پیش آیا، بتلا کیوں نہیں رہے ہو؟

بیٹا۔ اباجی اس مجمع میں شیخ ہدیم حفظہ اللہ بھی تھے، میں نے دیکھا کہ شیخ جن کی تقریر جب شباب پر تھی تو وہ چپکے سے اپنے گھر گئے اور کوئی کتاب لیکر کے آئے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ہم لوگوں کی نماز والی مشہور کتاب صلوة الرسول تھی۔

باپ۔ تو اس میں حادثہ کی کیا بات ہوئی، تم تو کہہ رہے تھے کہ حادثہ پیش آگیا۔

بیٹا۔ اباجی، جب مجمع نعرہ لگا کر خاموش ہو گیا، تو شیخ ہدیم حفظہ اللہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بڑی زور کی آوازیں کیا کہ اگر ضعیف حدیث پر عمل کرنا اور اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے تو اس کتاب کو اسی مجمع میں آگ لگا دینا چاہیے اسلئے کہ یہ کتاب ضعیف احادیث سے بھری ہے، ان کا یہ کہنا تھا کہ مجمع پر سنا نا چھا گیا۔

باپ - پھر کیا ہوا بیٹا، شیخ جن حفظہ اللہ نے تقریر جاری رکھی یا بند کر دی۔

بیٹا - شیخ جن حفظہ اللہ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے مجمع سے کہا کہ شیخ بہ ہاگ

اس کتاب میں سے ایک ضعیف حدیث بھی مؤلف کی صراحت کے ساتھ دکھلا دیں تو میں اس کتاب کو آگ لگانے کو تیار ہوں، اس پر مجمع نے پھر ڈمے زور کا نغمہ بکیر

بلند کیا، اور لوگ جماعت اہل حدیث زندہ باد کے نعرے لگانے لگے، تو ایک

نوجوان مولوی کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ اس کتاب کے مؤلف حکیم صادق سیالکوٹی

نے اس کتاب میں بے ایمانی اور بد دینی کی انتہا کر دی ہے، مؤلف ضعیف

حدیث نقل کرتا ہے اور کہیں ظاہر نہیں کرتا کہ یہ حدیث ضعیف ہیں، اس

کتاب میں پچاسوں ضعیف احادیث ہیں۔

اس پر شیخ کو حفظہ اللہ کو طیش آگیا، اس نے اس نوجوان کا گلو دبا کر کہا

کہ اگر اس کتاب کی ایک حدیث کو بھی تم نے ضعیف ثابت کر دیا تو میں غیر متعلقہ

سے توبہ کروں گا۔

باپ - تب تو بیٹا اس نوجوان کی حالت خراب ہو گئی ہوگی، اس لئے کہ یہی کتاب تو

ہم لوگوں کی نماز والی اصل کتاب ہے، اس میں صرف صحیح احادیث کا ذکر مؤلف

علیہ الرحمہ نے کیا ہے۔

بیٹا - نہیں اباجی، اس نوجوان کی حالت خراب نہیں ہوئی شیخ کو اور شیخ جن حفظہ اللہ

کی حالت خراب ہو گئی، اس نوجوان نے کہا کہ اس کتاب میں ویسے تو پچاسوں

ضعیف حدیث ہیں، مگر میں نمونہ کے طور پر آپ حضرات کو صرف تین حدیثیں

دکھلاتا ہوں اور یہ بھی بتلاؤں گا کہ ان کے ضعیف ہونے کا اعتراف آپ

کے علماء کو بھی ہے۔

پھر اس نوجوان نے اس کتاب سے یہ تین حدیثیں ذکر کیں جن کو ہمارے

ڈاکٹر لقمان سلفی صاحب اور پاکستانی عالم عبدالرؤف فاضل مدینہ منورہ نے

ضعیف بتلایا ہے، اس فوجوان نے کہا کہ

(۱) اس کتاب میں حکیم صاحب نے یہ حدیث ذکر کی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت کے فتنہ و فساد کے وقت جس شخص نے میری سنت کو مضبوط پکڑا اس کیلئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

پاکستان کا محقق جس نے اس کتاب کی تحقیق کی ہے لکھا ہے

”سخت ضعیف حدیث ہے“ ص ۵۸

اور اس کتاب کی تحقیق کرنے والا ہندوستان کا محقق ڈاکٹر لقمان سلفی بھی

لکھتے ہیں : ”سخت ضعیف حدیث ہے“ ص ۱۶

(۲) حکیم صادق صاحب نے اپنی کتاب میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے دوست لکھا سنت میری کو پس اس نے دوست بنایا مجھ کو اور جس نے دوست بنایا مجھ کو وہ بہشت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اس حدیث کو دونوں محققین ضعیف کہتے ہیں، اور البانی سے بھی اس کا

ضعیف ہونا نقل کیا ہے۔

(۳) حکیم صاحب نے اپنی کتاب میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیض والی عورت اور جنبی قرآن سے کچھ نہ پڑھے۔

پاکستانی محقق لکھا ہے۔ ”ضعیف حدیث ہے“ ص ۹۷ اور ڈاکٹر

لقمان سلفی بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور البانی نے بھی اس کو

اردو اربعہ میں ضعیف بتلایا ہے۔ ص ۲۷

باپ - بیٹا تعجب ہے کہ اتنی اہم اور مشہور اور مقبول کتاب میں ضعیف احادیث ہیں؟

بیٹا - اباجی، اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ حکیم صاحب جیسے مشہور عالم نے کسی ضعیف حدیث کا ضعیف ہونا ظاہر نہیں کیا ہے۔

باپ - بیٹا، جب اس نوجوان نے ان احادیث کو ذکر کیا تو میرے شیخ مولانا شیخ جن کا کیا حال رہا؟

بیٹا - اباجی شیخ جن تو چپکے سے گھر واپس ہو گئے اور شیخ کو نے اس کتاب سے انکار بیزاری کیا، اور اس نوجوان کے سامنے اس کتاب کو پڑھنے سے توبہ کی۔

باپ - بیٹا وہ نوجوان کون تھا؟

بیٹا - اباجی وہ مولانا غازی پوری کا چیلانور الدین نور اللہ اعظمی تھا جس نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی ہے۔

باپ - اس غازی پوری نے ہمارا بڑا ناس کیا ہے۔

بیٹا - اباجی، غازی پوری نے ہمارا ناس کیا ہے یا ہمارے حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے جماعت اہل حدیث کی کچڑی اچھلوائی ہے؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

حکیم صادق سیالکوٹی کی کتاب صلوٰۃ الرسول کا حال زار

اور
شیخ جن حفظہ اللہ کا اپنے بیٹے کو مشورہ

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی کچھ آپ نے سنا ہے۔

باپ - کیا بات ہے بیٹا۔

بیٹا - اباجی شیخ جن حفظہ اللہ کا بیٹا جگنو نے روزانہ بعد عصر تبلیغی جماعت دلائی۔

کی طرح ”صلوٰۃ الرسول“ کا درس دینے کا پروگرام بنایا ہے اور وہ آج متولی صاحب سے بات کر رہا تھا، میں نے بھی اس کی تائید کی ہے تاکہ مسجد میں تبلیغی جماعت والوں کی کتاب فضائل اعمال کا درس بند ہو جائے۔
 باپ - فضائل اعمال کا درس کیوں بند کر رہے ہو، وہ تو بڑی مفید کتاب ہے اس کتاب سے کتنے لوگوں کی زندگی بن گئی، اور ان کے اعمال درست ہو گئے۔
 لوگ نمازی بنے، مسجدیں آباد ہوئیں۔

بیٹا - اباجی یہ سب صحیح ہے، مگر اس کتاب میں ضعیف احادیث ہیں، اور ضعیف احادیث کا پڑھنا پڑھنا بڑے گناہ کی بات ہے۔

باپ - بیٹا - اگر فضائل اعمال کا درس اور اس کی تعلیم بند کرانے کی یہی وجہ ہے تو ”صلوٰۃ الرسول“ کا درس اور اس کی تعلیم کیوں؟

بیٹا - اباجی، یہ نماز کی بڑی معتبر کتاب ہے، میں نے اس کو اول سے آخر تک پڑھا ہے، اس میں ایک حدیث بھی ضعیف نہیں ہے، حکیم صاحب نے سب کی سب صحیح حدیثیں ذکر کی ہیں۔

باپ - یہ تو تمہاری بھول ہے بیٹا اور اس کتاب کی حقیقت سے ناواقفیت ہے۔

بیٹا - اباجی کیا اس کتاب میں بھی ضعیف حدیثیں ہیں؟

باپ - بیٹا، ایک دو نہیں پچاسوں حدیثیں ضعیف ہیں، دیکھو یہ اس کتاب کا محقق ابو الحسن

ہے، کل ہی شیخ بہار حفظہ اللہ نے اسے خرید لیا ہے، اور مجھے مطالعہ کیلئے دیا ہے، اسکی

تحقیق کر نیوالے ہماری جماعت کے ایک پاکستانی عالم ہیں جو دینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں۔ انھوں نے دیکھو یہ نقشہ اس نقشہ میں چوراسی ضعیف حدیث کی نشاندہی کی ہے

اور اسکے علاوہ مسئلے مسائل کی بھی غلطیاں نکالی ہیں۔

بیٹا - اباجی، مگر حکیم صاحب نے تو کسی ایک حدیث کے بارے میں بھی صراحت

نہیں کی ہے کہ یہ ضعیف حدیث ہے۔

باپ - بس اللہ حکیم صاحب پر رحم کرے، میرا مشورہ ہے کہ فضائل اعمال کی تعلیم
 جاری رہنے دو، وہ بڑی باہرکت کتاب ہے، کہتے بچے لفظ کی اسکی بیڑا
 بچے کے نمازی اور دیندار بن گئے۔
 بیٹا - اباجی، مگر حکیم صاحب نے ضعیف احادیث کو ذکر کر کے ان کے ضعف کو
 چھپایا کیوں؟
 باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

رافضیوں اور غیر مقلدین کے مذہب میں مشابہت

- (۱) قیاس درائے منکر رافضی ہیں غیر مقلدین بھی اس کے منکر ہیں
- (۲) مذہب اربعہ کے منکر رافضی ہیں غیر مقلدین بھی ان کے منکر ہیں
- (۳) خلفائے راشدین اور وہی ایک عمل کو سنت رافضی نہیں مانتے۔
 غیر مقلدین بھی نہیں مانتے۔
- (۴) اجماع کے منکر رافضی ہیں غیر مقلدین بھی اجماع کے منکر ہیں
- (۵) اول من قاس ابلیس سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا، رافضی کہتے ہیں۔
 اور وہی غیر مقلدین بھی کہتے ہیں۔

ضروری اعلان

بڑھتی ہوئی مہنگائی کے پیش نظر زرم کے سالانہ چندہ میں اضافہ ناگزیر ہو گیا ہے
 اسلئے اب زرم کا ہندوستان کیلئے سالانہ چندہ اسی روپے ہوگا، اور پاکستان کیلئے
 دو سو روپے۔ قارئین زرم اس کو نوٹ کر لیں۔
 آئندہ شمارہ سے یہ اضافہ ہوگا۔ (منیجر مکتبہ اتریک)

محمد اجمال مفتاحی مونا تھتہ بھنجن یوپی انڈیا

حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری کی تصانیف

مسائل غیر مقلدین

غیر مقلدین کی ڈاڑی

آئینہ غیر مقلدیت

ارمغان حق ۲ جلدیں

غیر مقلدین کے لیے لمحہ فکریہ

سبیل الرسول پر ایک نظر

کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ

مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں

حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار و قبول

صحابہ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر

صلوۃ الرسول ہر ایک نظر

کیا ابن تیمیہ علماء اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟

صور تطلق (عربی)

وقفہ مع معارضی شیخ الاسلام (عربی)

وقفہ مع لا مذہبیہ

هل الشيخ ابن تيمية من اهل السنة والجماعة؟

(صوت الاسلام عربی) سہ ماہی رسالہ

(زمزم اردو ۲ ماہی رسالہ)

اشاعت: ربانی بک ڈپو دہلی۔

فون:- 9811504821, 9873875484

mdajmalansari52@gmail.com